سلسلہ تحفظ ختم نبوت (11)



مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

اطاعتِ رسول ﷺ

کی

قرآنی حیثیت وحجیت

مُصنّف

حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف صاحب قاسمی

خلیفہ مجاز عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوراللہ مرقدہ

خلیفہ مجاز شیخ طریقت حضرت مولانا قمر الزماں صاحب الہ آبادی مدظلہ

خلیفہ مجاز پیر طریقت حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی



ناشر

مکتبہ تحفظ ختم نبوت

مادھوپور سلطان پور سیتامڑھی بہار

اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی

قرآنی حیثیت و حجیّت

مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی

خلیفۂ مجاز عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ

خلیفۂ مجاز شیخ طریقت حضرت مولانا قمر الزماں صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہم

خلیفۂ مجاز پیر طریقت حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی دامت برکاتہم

ناشر

مکتبۂ تحفظِ ختم نبوت، مادھوپور سلطان پور، سیتامڑھی، بہار

تفصیلات کتاب

نام کتاب : اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرآنی حیثیت و حجیّت

مصنف : حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی

تعداد صفحات : ۳۱۹

سنہ اشاعت : ۲۰۲۵ء

ناشر : مکتبۂ تحفظِ ختم نبوت، مادھو پور سلطان پور، سیتامڑھی، بہار

ملنے کے پتے

❁ منزل الامام، الجستو ربلڈنگ، بردبئ، دبئ، متحدہ عرب امارات-سیل:971557886188 +

❁ آفس ''الامداد چیریٹیبل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ'' مادھو پور، سلطان پور، پوسٹ ٹھاہر، وایہ رُونیّ سید پور، ضلع سیتامڑھی، بہار-سیل:7999999869

❁ ''ادارہ دعوۃ الحق''-مادھو پور، سلطان پور، پوسٹ ٹھاہر، وایہ رُونیّ سید پور، ضلع سیتامڑھی، بہار، الہند

❁ محمد نفیس اشرف، علی گڑھ، الہند-سیل:9557482696

❁ مولانا ابوخطیب نقیب اشرف ندوی، رأس الخیمہ، متحدہ عرب امارات، سیل:971557556248 +

❁ امام بخاری ریسرچ اکیڈمی، ہاتھی ڈوبا، امیر نشاں، علی گڑھ

فہرست کتاب

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریعی مقام کو واضح کرنے والی جامع اور منفرد کتاب	۱۴
سببِ تالیف	۱۹
سنت کیا ہے؟	۳۰
تقویٰ کا معنی	۳۵
ایمان باللہ: اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ	۳۶
سب سے پہلے ایمان، اسلام	۳۶
تین ضروری باتیں	۳۷
ایمان باللہ میں رسالت کی نزاکت وحساسیت	۳۸
ملحد و زندیق کی تعریف	۳۹
اہلِ قبلہ کی تعریف	۴۰
ایمان کی تعریف	۴۱
ایک دھوکہ کا ازالہ	۴۱
تَصْدِیق بِالرِّسَالَة کا صحیح معنی	۴۲
بِالْغَیْب	۴۲

ایمان بالغیب کا مفہوم	۴۲
اسلام	۴۴
اہلِ قبلہ کی تکفیر کا مسئلہ	۴۴
خاص توجہ دینے کی بات	۴۵
قرآن مجید سے مقام رسالت ونبوت میں ہدایت کی ضمانت	۴۵
مقام نبوت اور حقوق نبوت کی اہمیت	۴۸
اسوۂ رسول کی قرآن سے حجیت	۵۰
کلام اللہ کا عملی نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں	۵۱
ایمان باللہ کے ساتھ ایمان بالرسول کا مطالبہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے	۵۲
ایمان باللہ اور بالرسول میں فرق نہیں کیا جا سکتا	۵۳
ایمان باللہ کے ساتھ ایمان بالرسول کے مطالبہ کی علت وحکمت	۵۵
(ا) پاک وناپاک میں جدائیگی	۵۷
قرآن کے الفاظ ومعانی دونوں ہی صاحب کتاب پر نازل ہوتے ہیں	۶۰
قرآن مجید سے صاحب قرآن کے بیان کی حجیت وجامعیت	۶۱
الفاظ قرآنی کے ساتھ معانی قرآن کی حفاظت	۶۲
احادیث رسول قرآن مجید کا بیان ہے	۶۳
بعض آیت کو ماننا اور بعض کا انکار خطرہ سے خالی نہیں	۶۶
اللہ ورسول پر ایمان میں فرق کرنا کفر ہے	۶۸
رسول اللہ کے فیصلہ پر راضی نہ ہونا کفر کی دلیل ہے	۷۱
اللہ ورسول کی حرام کردہ حرام ہی ہیں	۷۱

قرآن کے ساتھ حکمت وسنت کا ربط	۷۴
حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی دعا میں بعثت کے اہم مقاصد	۷۴
کیا بیانِ قرآنی بزبانِ نبوت ورسالت حجت نہیں؟	۷۶
حکمت کے معنی اور مراد	۷۶
قرآن مجید میں حکمت سے کیا مراد ہے؟	۷۸
مقصد کی طرف رجوع	۸۰
کتاب اللہ کے ساتھ سنت کی قرآنی حجیت	۸۱
کتاب وحکمت پر اللہ تعالیٰ نے عہد لیا تھا	۸۲
اللہ تعالیٰ نے تین عہد لیا ہے	۸۳
حاصل کلام	۸۵
زبان نبوت سے قرآن کے بیان کو حکمت کا نام دیا گیا	۸۶
آلِ ابراہیمؑ کو کتاب وحکمت	۸۶
حضرت داؤد علیہ السلام کو حکمت وخطاب	۸۷
حضرت عیسیٰ ابن مریم کو حق تعالیٰ نزول سے پہلے کتاب وسنت کا علم عطا کرے گا	۸۸
مومنین پر کتاب وحکمت کا احسان	۹۰
آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار شانیں بیان کی گئی ہیں	۹۱
کتاب کے ساتھ حکمت کے نزول کی علت	۹۳
انبیاء پر حکمت کی بھی وحی نازل ہوتی ہے	۹۵
رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کا حکم	۹۶
رسول اللہ کی اطاعت عین اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے	۹۹

ایک اہم بات جو گمراہی سے بچاتی ہے	۱۰۰
رسول اللہ کی اطاعت سے منہ پھیرنا کھلا ہوا کفر ہے	۱۰۱
ایک غلط فہمی کا ازالہ	۱۰۳
نبی کو حاکم کہنا سخت گناہ وآخرت کا خسران ہے	۱۰۳
اب ہم قرآن مجید میں اطاعت رسول کی جستجو کرتے ہیں	۱۰۶
مذکورہ آیت میں چند امور کو کھولا گیا ہے	۱۰۷
حاکم کی اطاعت اللہ ورسول کی اطاعت سے مقید ہے	۱۱۰
ایک اہم تنبیہ	۱۱۱
رسول اللہ اور حاکم کی اطاعت کا واضح فرق	۱۱۱
نبی علیہ السلام کی نافرمانی کے وبال سے بچو	۱۱۵
بدر کے موقع پر مال غنیمت کا حکم	۱۱۶
ایمان تسلیمی ہو نہ کہ تحقیقی یا تنقیدی	۱۱۹
تحقیقی وتنقیدی مزاج کے نقصانات	۱۲۰
ایک نکتہ	۱۲۲
ہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر بھی ابو جہل خسارہ میں رہا	۱۲۲
ابو بکر صدیق کا ایمان تسلیمی وتفویضی تھا	۱۲۳
وہ سننا کیا جو وہ سن کر اور سمجھ کر بھی قبول نہ کر سکے	۱۲۵
سننے کے چار درجات ہیں	۱۲۷
اللہ ورسول کی اطاعت سے روگردانی کرنے والا جانور سے بدتر ہے	۱۲۸
انسانیت کا کمال اللہ ورسول کی اطاعت ہے	۱۲۹

قرآن مجید کا انوکھا انداز	۱۳۰
اللہ ورسول کا حکم بجالانے میں دیر نہ کرو	۱۳۲
حالت نماز میں بھی نبی کی پکار پر حاضر ہونا ضروری ہے	۱۳۲
استجابت واطاعتِ رسول حیات ایمان ہے	۱۳۴
قربِ الٰہی کا راستہ متابعتِ رسول ہے	۱۳۶
کامیابی کی کنجی	۱۳۷
اتباع رسول اور حکم کی اطاعت میں ہی سعادت ہے	۱۳۸
شوق ورغبت اور دل وجان سے رسول کی اطاعت کروگے تو ہدایت پاؤ گے	۱۳۹
اطاعت رسول سے راہِ فرار والے مؤمن نہیں ہو سکتے	۱۴۰
کمال ایمان کی علامت	۱۴۱
فتنوں سے سلامتی کی راہ اطاعت رسول ہے	۱۴۲
رسول کی اطاعت میں ہدایت کی ضمانت ہے	۱۴۵
حکم شرع نہ ماننے سے بندہ کافر ہو جاتا ہے	۱۴۸
اللہ ورسول کی مخالفت کرکے اپنے اعمال کو برباد مت کرو	۱۴۹
ایک اہم اور غور وخوص کا مقام	۱۵۱
تقویٰ کے حصول کا طریقہ اطاعت رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے	۱۵۲
اللہ اور رسول کی اطاعت پر حق تعالیٰ کی بشارت	۱۵۶
اللہ اور رسول کی اطاعت والے ہی کامیاب وکامران ہوں گے	۱۵۷
کامیابی وکامرانی کا مدار تین چیزوں پر ہے	۱۵۸
ایک واقعہ عجیبہ	۱۵۹

اہل اطاعت کو انبیاء کی معیت کی بشارت	۱۶۱
انبیاء و اولیا کی رفاقت محض اللہ کا فضل ہے	۱۶۲
فضل الٰہی سے ہی اطاعتِ رسول نصیب ہوتی ہے	۱۶۳
اللہ و رسول کی نافرمانی صریح گمراہی	۱۶۵
صحابہ رضوان اللہ میں اطاعتِ رسول کی ربانی صفت	۱۶۵
ایک بنیادی اور اہم ترین علامت ایمان	۱۶۸
محبت کا معیار اطاعت رسول ہے	۱۶۸
دنیا و آخرت کی لعنت کا وبال	۱۶۹
اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانا کیا ہے	۱۶۹
رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء پہنچانا لعنت و کفر ہے	۱۷۰
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات یا صفات میں عیب نکالنا لعنت و کفر ہے	۱۷۱
آیت کے شان نزول کا سبب	۱۷۲
رسول اللہ کی بدگوئی کرنے پر عذاب کی وعید ہے	۱۷۲
خلق عظیم کی اعلیٰ مثال	۱۷۳
اللہ و رسول کی نافرمانی کا وبال ذلت کا عذاب ہے	۱۷۴
مقام اور حقوق نبوت کے تقدس کو ماننا ایمان ہے	۱۷۶
نبی ایمان والوں سے ان کی جان سے زیادہ قریب ہیں	۱۷۹
نبی کی معیت کے نور کا ظہور	۱۸۰
آفتاب نبوت سے مومن کا ربط و تعلق	۱۸۲
نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی اطاعت اپنی مرضی پر مقدم و اولیٰ ہے	۱۸۴

اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت کوملحوظ رکھ کر خطاب کیا ہے۔	۱۸۶
(۲) اے نبی بحیثیت نبوت ورسالت مومنین کواسلام سے دفاع کا خوب شوق دلائیے۔	۱۸۷
اے نبی بدر کے قیدیوں کو پیغام الٰہی سنادیجئے	۱۸۸
بحیثیت نبوت منکرین ومنافقین سے نرمی نہ برتیے	۱۸۹
بحیثیت نبوت تقوی اختیار کیجیے اور کفار ومنافقین کی بات نہ مانیے	۱۹۱
حاصل کلام	۱۹۲
بحیثیت نبوت، ربانی پیغام ازواج مطہرات کے نام	۱۹۴
آیت تخییر میں تُرِدْنَ اللہَ سے مراد محمد رسول اللہ ہی تو ہیں	۱۹۶
نسبت زوجات النبی کی وجہ سے امہات المومنین کو براہ راست حق تعالیٰ کا خطاب	۱۹۸
ازواج مطہرات کے لئے دوہرے اجر وثواب کی بشارت	۱۹۹
من جانب اللہ نبی کی زوجیت کی عظمت وحرمت کے مناسب آداب ربانی	۲۰۳
حق تعالیٰ نے شان نبوت ورسالت کا اعلان کیا ہے	۲۰۵
خصوصیات نبی بحیثیت رسالت ونبوت	۲۰۵
پہلی خصوصیت	۲۰۶
دوسری خصوصیت	۲۰۷
چھٹی خصوصیت	۲۰۹
ساتویں خصوصیت	۲۱۱
آٹھوین خصوصیت	۲۱۲
خصوصیات ختم نبوت	۲۱۲

نویں خصوصیت	۲۱۳
ازواج مطہرات کو انعام باری تعالی	۲۱۷
ایمانیات والہیات کی اساس نبوت ورسالت ہے نہ کہ امارت وحکومت	۲۱۹
حق تعالی نے بزبان نبوت مومنات کی عفت وعصمت کی حفاظت کا ربانی سلیقہ بتلایا ہے	۲۲۰
ازواج وبنات النبی علیہ الصلاۃ والسلام اور مومنات کو بحیثیت نبوت اللہ کا حکم اور یَاَیُّهَا النَّبِیُّ کہہ کر خطاب کی حکمت	۲۲۲
مومنات سے بحق نبوت بیعت لینے الہی ہدایت	۲۲۴
معروف میں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت نہ کرنا	۲۲۵
حق تعالی بحیثیت نبوت حدود اللہ کی رہنمائی فرماتے ہیں	۲۲۶
منصب نبوت کے حدود کی تعین حلال کو حرام نہ کریں	۲۲۹
آیت کے نزول کا سبب	۲۲۹
مفسدین کو فساد سے روکنا انسانیت کی معراج ہے	۲۳۳
جہاد کی مشروعیت میں امن وامان کی ضمانت ہے	۲۳۳
تکوینی نظام کے تحت ربانی قوتوں کے مقابل دجالی طاقتیں کام کرتی ہیں	۲۳۴
رسول اللہ ﷺ کی ذات منبع البرکات وحسنہ ہے	۲۳۷
اہل ایمان کے لئے حضرت خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام	۲۳۸
کی مصاحبت کے آداب	۲۳۸
پہلا حکم وادب: دعوت طعام اور آداب مہمان	۲۳۹
ازواج مطہرات سے عدمِ نکاح کی حکمتیں	۲۴۴

ختم نبوت کی نزاکت ونفاست	۲۴۵
مقام نبوت کی شفافیت ونزاکت	۲۴۶
جلالتِ شان ختم نبوت اور وجوب صلاۃ وسلام	۲۴۸
صلاۃ وسلام کے حکم کی حکمت	۲۴۹
حاصل کلام	۲۵۲
مومنوں سے نبی پر بحیثیت نبوت ورسالت ہی صلاۃ وسلام کا حکم	۲۵۲
انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے ساتھ سخریہ ومذاق کفر کی دلیل ہے	۲۵۴
مجلس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب	۲۵۶
نبوت ورسالت کا حق بذمہ اہل ایمان	۲۵۸
اطاعت رسول کی توفیق کن لوگوں کو ہوتی ہے	۲۵۸
تقدم علی النبی ورفع صوت سے حبط اعمال کا خطرہ ہے	۲۵۹
احادیث خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایمانی حق	۲۵۹
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب وتعظیم تقویٰ کی دلیل ہے	۲۶۰
حاصل کلام	۲۶۰
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لے کر پکارنا سخت گستاخی ہے	۲۶۳
دیہاتیوں وگنواروں کی اصلاح	۲۶۴
نام مقدس کے تقدس کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا ہے	۲۶۵
قرآن واحادیث کا جہاں تمسخر ہو ایسی مجلسوں میں نہ بیٹھو	۲۶۷
حضور پر نکتہ چینی کرنے والوں سے میل جول نہ رکھو	۲۶۸
آیت اللہ اور رسول اللہ کی باتوں کا مذاق اڑانے والوں سے اجتناب ضروری ہے	۲۶۹

بے دین لوگ ہی انبیاء اوران کی باتوں کا مذاق اڑاتے ہیں	۲۷۰
فرمانِ رسول اور عمر بن عبدالعزیزؒ کا عمل	۲۷۱
اہل باطل سے مجالست کا حکم	۲۷۲
اللہ تعالیٰ نبوت ورسالت کی شہادت پر گواہ ہیں	۲۷۳
منافقوں کا خوبصورت رد	۲۷۳
منافق کے انکارِ نبوت سے نفی نبوت ورسالت نہیں ہوسکتی	۲۷۴
رسول اللہ کی بعثت اللہ کی حجت ہوتی ہے	۲۷۶
سچے نبی، سچی کتاب، سچا دین	۲۷۸
نبوت کی حیثیت کا انکار کافروں کا شیوہ ہے	۲۸۰
دلائل نقلیہ وعقلیہ کے بعد نبوت ورسالت کی حیثیت کا انکار شقاوت ہے	۲۸۱
حق جل مجدہ نے قرآن اور صاحب قرآن کی حقانیت کی شہادت دی ہے	۲۸۱
اللہ ورسول کی اطاعت ہی میں رحمت منحصر ہے	۲۸۵
ایمان کے ساتھ معیتِ رسول حشر میں اہل ایمان کا نور ہوگا	۲۸۶
ایمان واطاعت رسول کا قیمتی ثمرہ	۲۸۷
اللہ نور ہے آسمان وزمین کا	۲۸۷
نور الٰہی کا عکس ہدایت کا ذریعہ بن گیا	۲۸۸
نور مطلق کا واسطہ	۲۸۹
سفر طائف سے امت کو نور مطلق کے ذریعے دعا کا تحفہ ملا	۲۹۱
اللہ نور کے خالق ہیں	۲۹۱
نور وہدایت کا نزول	۲۹۲

انبیاء علیہم السلام پر نور و کتاب کا نزول	۲۹۳
دنیا و آخرت میں نور اسلام	۲۹۸
ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کے بقدر نور عطا ہوگا	۳۰۰
پل صراط پر ایمان و عمل صالح کا نور	۳۰۳
نور کی مقدار	۳۰۳
محشر میں نور ملنے والے اعمال	۳۰۴
خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بارگاہ قدس سے انیس طرح کے نور کا سوال	۳۰۹
سچے نبی کو اللہ نے نور بنایا تھا	۳۱۰
اہل ایمان سے آخری دردمندانہ و مخلصانہ آرزو و تمنا	۳۱۱
قبولیت دعا کے لئے فتحِ بابِ رحمت کے اذکار	۳۱۱
حق جل مجدہ سے مختلف فیہ امور میں حق و صواب کی راہ طلب کرنا	۳۱۳
تہجد کی نماز میں امام الحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضور حق میں حمد پیش کرنا	۳۱۴
معرفت الٰہی کی سچی بات	۳۱۶
عملی قدم	۳۱۶

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریعی مقام کو واضح کرنے والی جامع اور منفرد کتاب

==========(مفتی محمد عارف باللہ القاسمی)==========

اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حجیت اور تشریعی حیثیت اسلامی نظام زندگی کا نہایت بنیادی اور لازمی حصہ ہے، اس کے بغیر شریعت کی تکمیل ممکن نہیں اور اسلام کی روح پرور تعلیمات کو عملی زندگی میں نافذ کرنے کا تصور بھی ناممکن ہے۔ خاتم النبیین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا حکم براہ راست قرآن مجید میں موجود ہے اور اس پر ایمان کا تقاضا ہے کہ مسلمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایات اور سنت کو مکمل طور پر اپنائیں۔

قرآن کریم میں متعدد آیات ایسی ہیں جو رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت کے ساتھ جوڑتی ہیں، اور یہ واضح کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول کی اطاعت دراصل اللہ کی اطاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَنۡ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدۡ أَطَاعَ اللّٰهَ (النساء: ۸۰)

’’جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی‘‘۔

یہ آیت اس امر کو قطعی طور پر ثابت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کسی اضافی یا اختیاری امر کا نام نہیں، بلکہ یہ اللہ کی طرف سے واجب قرار دی گئی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ (النساء: ۶۴)

''اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں بیان کر دیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت وہ حکم الٰہی ہے جس کی پیروی ایمان کی بنیاد ہے، اس کے برخلاف اس حکم سے روگردانی اور اطاعت میں کوتاہی اور مخالفت تباہی کا سبب اور صریح گمراہی اور ایمان کے منافی ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (النور: ۶۳)

''پس جو لوگ اس (رسول) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی فتنہ نہ آ جائے یا انہیں کوئی دردناک عذاب نہ پہنچے''۔

یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات کی مخالفت کو سنگین نتائج کا حامل قرار دیتی ہے اور یہ اعلان کرتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیری کے بغیر نجات ممکن نہیں ہے، بلکہ اس سے انکار ''عذاب الیم'' میں مبتلاء ہونے کا سبب ہے اور کیوں نہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وافعال کا تعلق بھی وحی الٰہی سے ہی ہے اور جو احکام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائے، وہ اللہ تعالیٰ کے تشریعی احکام ہی ہیں، آپ کی تعلیمات وہدایات اور سنتوں پر عمل کرنا درحقیقت قرآن پر عمل کرنا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت دراصل اللہ کی اطاعت ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی اللہ عزوجل کی نافرمانی ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يُوشِكُ الرَّجُلُ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ، يُحَدَّثُ بِحَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِي،

فَيَقُولُ: بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللَّهِ عز وجل، فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَلَالٍ اسْتَحْلَلْنَاهُ، وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَرَامٍ حَرَّمْنَاهُ، أَلَّا وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مِثْلُ مَا حَرَّمَ اللَّهُ (ابن ماجة: ۱۲)

''قریب ہے کہ تکیے پر ٹیک لگا بیٹھے ایک شخص کے سامنے میری احادیث میں سے کوئی حدیث سنائی جائے تو وہ کہے: ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے، جو کچھ ہم اس میں حلال پائیں گے اسے حلال مانیں گے، اور جو کچھ اس میں حرام پائیں گے اسے حرام مانیں گے۔ یادرکھو! جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام کیا، وہ اسی طرح حرام ہے جیسے اللہ نے حرام کیا''۔(ابن ماجہ)

اسی لئے حضرات صحابہ کرام بہت اہتمام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل پیروی کو اپنے لئے ضروری سمجھتے تھے، اور وہ اطاعت کے اس قدر خوگر تھے کہ وہ کسی عمل کی حکمت وسبب کو جاننے کے پیچھے پڑے بغیر سراپا اطاعت گزاری کو اپنا وظیفہ سمجھتے تھے، صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنائی، تو لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنالیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ انگوٹھی اتاردی اور فرمایا: میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا، تو لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں اتاردیں۔(بخاری: ۵۵۳۰)

اسی طرح ابوداود میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جوتیاں اتار کر بائیں طرف رکھ دیں، صحابہ نے جب یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنی جوتیاں اتار دیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز مکمل کی تو پوچھا: تمہیں اپنی جوتیاں اتارنے کی کیا وجہ تھی؟ صحابہ نے کہا: ہم نے آپ کو جوتیاں اتارتے ہوئے دیکھا تو

ہم نے بھی اپنی جوتیاں اتار دیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (مجھے جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ ان میں نجاست ہے)۔(ابوداود: ٦٥٠)

روز اول سے امت مسلمہ کا اسی بات پر اتفاق رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کے بغیر شریعت کی تکمیل نہیں ہوسکتی ہے، اور اس کے بغیر حکم الہی پر عمل ممکن نہیں ہے، ایک مرتبہ مطرف بن عبداللہ بن الشخیر سے کہا گیا: ہمیں صرف قرآن کی باتیں بتائیں۔تو انہوں نے جواب دیا: اللہ کی قسم! ہم قرآن کے بدلے کسی اور چیز کو قبول نہیں کرتے ہیں، لیکن ہم قرآن کو ان کے ذریعہ سمجھتے ہیں جو ہم سے زیادہ قرآن کو جاننے والے تھے۔(جامع بیان العلم وفضلہ: ٢٣٤٩)

اسی طرح حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا: آپ ہمیں ایسی احادیث سناتے ہیں جن کا ہمیں قرآن میں کوئی اصل نہیں ملتا، تو حضرت عمران غصے میں آگئے اور کہا: تم ایک احمق شخص ہو، کیا تم قرآن میں یہ پاتے ہو کہ ظہر کی نماز چار رکعت ہے جس میں قراءت جہراً نہیں کی جاتی؟ پھر انہوں نے نماز، زکوۃ اور اسی طرح کی چیزیں شمار کیں، اور پھر کہا: کیا تم یہ سب کچھ قرآن میں مفصل پاتے ہو؟ بے شک اللہ کی کتاب میں ان چیزوں کی وضاحت نہیں کی گئی، اور سنت ان کی وضاحت کرتی ہے۔(الکفایۃ فی علم الروایۃ: ص: ١٠)

بہر حال سنت نبوی کو حجت ماننا واجب ہے، اور سنت کی اطاعت لازم وضروری ہے اور تعلیمات نبوی سے اعراض درحقیقت قرآن کریم سے اعراض اور شریعت سے بغاوت ہے، لیکن افسوس کہ کچھ لوگ اطاعتِ قرآن کا کھوکھلا دعوی کرکے احادیث کی حجیت کا انکار کررہے ہیں تو کچھ لوگ احادیث کو ماننے اور ان پر عمل کرنے کے دعووں کے پردے میں احادیث کے منکر بنے ہوئے ہیں اور اپنے گمراہ نظریات کی تبلیغ وتشہیر کرکے بہت سے بھولے بھالے صحیح العقیدہ مسلمانوں کو بھی

گمراہ کررہے ہیں، چناں چہ اسی فتنے کے تعاقب کے لئے اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حجیت کو مدلل سمجھانے کے لئے خال محترم حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی مدظلہ العالی نے قلم اٹھایا، تو اس موضوع کی تفہیم کا مکمل حق ادا کردیا، جو یقینا آپ کی خصوصیت بھی ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کو جہاں علوم دینیہ کے اسرار ومعارف میں گہرائی وگیرائی سے نوازا ہے وہیں اس خوبی سے بھی نوازا ہے کہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اسے اتنی جامعیت سے سپرد قرطاس کردیتے ہیں کہ اس کے تمام پہلوؤں اور گوشوں کا احاطہ ہوجاتا ہے، جیسا کہ یہ کتاب اور اس سے پہلے کی تصنیفات اس کی واضح دلیل ہیں، یہ ضخیم کتاب بھی (جو ابھی آپ کے ہاتھوں میں ہے) اپنے موضوع پر جامع، مفصل اور منفرد کتاب ہے، ساتھ ہی اس کے مطالعے سے کمالات وخصائص نبوت کا علم ہوتا ہے، عظمت نبوی دلوں میں جاگزیں ہوتی ہے، اور حب نبوی سے دل سرشار ہوجاتا ہے؛ کیوں نہ ہو کہ مصنف نے اپنی پیرانہ سالی اور طبیعت کی ناسازگی کو برداشت کرتے ہوئے اس جذبہ سے یہ کتاب لکھی ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریعی حیثیت کے انکار سے مقام مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجروح کرنے کی جو ناپاک کوششیں کی جارہی ہے کہ اس کا سدباب ہو اور اس فتنہ کا خاتمہ ہو جو اسلام سے انحراف کی بنیاد ہے۔ اس کتاب کے عنداللہ مقبول ہونے کی پختہ امید کی اس سے تائید ہوتی ہے کہ حب نبوی میں ڈوبی ہوئی مخلصانہ کوششوں کی قبولیت میں شک کی گنجائش نہیں ہے۔ **وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین والحمدللہ رب العالمین۔**

محمد عارف باللہ القاسمی

(استاذ حدیث وفقہ جامعہ عائشہ نسوان، حیدرآباد)

(ناظم مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم الربانیہ حیدرآباد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سببِ تالیف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلَاۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا نَبِیِّ الْاَنْبِیَاءِ وَخَاتَمِ الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ!

حمد و ثنا ہے رب ذو الجلال والاکرام کے لیے اور صلاۃ و سلام ہو خاتم النبیین محمد رسول اللہ سید الاولین والآخرین پر جو سراپا رحمۃ للعالمین اور ہادی صراطِ مستقیم ہیں۔

یہ دنیا عالم امتحان و ابتلا ہے، یہاں ہر شخص کو کھلی اجازت ہے کہ وہ اپنے لیے حق و صواب کا راستہ اختیار کرے یا باطل و عذاب و عقاب کی راہ انتخاب کر لے۔ قرآن مجید نے صاف واضح طور پر فرما دیا:

فَمَنْ شَاءَ فَلْیُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْیَکْفُرْ۔

جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر و انکار کی راہ اختیار کر لے،

مگر ہاں!

إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا۔

ظالموں کے لیے میں نے دوزخ کی آگ تیار کر رکھی ہے۔

اس لیے ہر عقل و شعور اور بیدار مغز کو عقیدہ کے سلسلہ میں حساس اور بہت ہی محتاط

رہ کر منزل کو متعین کرنا چاہیے اور ہم دنیا کے پہلے انسان نہیں ہیں کہ راستہ اور مقصد حیات کی منزل تک پہنچنے میں مشکلات یا دشواری پیش آئے۔

حق جل مجدہٗ نے حضرت آدم علیہ السلام سے انسانیت کا بیج ڈالا اور مرضیاتِ الٰہی یا مقصد حیات اور صراطِ مستقیم تک پہنچنے کا راستہ وطریقہ انسانیت کو باخبر کیا اور یہ سلسلہ چلتا رہا، قلوبِ ابن آدم پر بصیرتِ ربانی کا نور۔ رشد وہدایت اور تعلیماتِ الٰہیہ کا پیغام بزبانِ نبوت ورسالت ہر عہد وزمانہ میں القا ہوتا رہا اور اہل سعادت وبانصیب لوگ اپنے اپنے زمانہ کے نبی کی باتوں پر اعتقاد واعتماد کر کے حق تعالیٰ کی مرضیات پر گامزن ہوتے رہے۔

ایک بنیادی اور آسان بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہر شخص کو اپنا مخاطب نہیں بناتا اور نہ ہی ہر شخص میں مخاطب بننے کی صلاحیت ہے، پھر اللہ اپنا پیغام بندوں تک کیسے پہنچائے؟ اس لیے ابنیاء ورسل کا انتخاب ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ہی ایمان باللہ اور ایمان بالرسل کا مطالبہ کیا۔ اور یہ بھی مطالبہ کیا کہ ایمان باللہ اور ایمان بالرسل میں فرق و تفریق نہ کی جائے۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ کی ہر بات پر، خواہ وہ عقل وفہم اور فکر ونظر سے ماوراء کیوں نہ ہو من وعن ایمان لانا، یعنی ماننا ضروری ہے بعینہٖ اسی طرح نبی و رسول کی ہر بات جس کا تعلق ایمانیات اور معاد وآخرت کی فوز وفلاح سے ہو خواہ وہ عقل وفہم میں آئے یا نہ آئے، اس پر ایمان لانا اور ماننا نجات ومغفرت کے لیے ضروری ہے۔

اس لیے جن قوموں نے اپنے نبی کی بات مانی وہ فوز وفلاح پا گئیں اور جن قوموں نے یا قوم کے لوگوں نے نبی کی بات کو رد کر دیا، ٹھکرا دیا وہ اللہ کے عقاب وعذاب میں گرفتار ہو کر تباہ وبرباد ہو گئیں۔ قرآن مجید میں اس موضوع پر تفصیلی آیات موجود ہیں، صرف ایک سورۂ ھود کو پڑھ جایئے، اللہ رب العزت نے کھول کھول کر واضح کیا

ہے۔ نبی اللہ رب العزت کا ترجمان اور پیغام رساں اور امین ہوتا ہے۔قوم کا مشفق و ہمدرد اور مخلص ومحب اور نہایت ہی رؤف ورحیم، نذیر وبشیر ہوتا ہے، اسی لیے اللہ رب العزت نے فرمایا:

مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء: ۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

یہ کتنی غیر معمولی اہمیت کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی فرمارہے ہیں کہ جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی یعنی بات مانی اس نے اللہ کی اطاعت کی یعنی اللہ تعالیٰ کی بات مانی۔اور حق جل مجدہٗ نے ہمارے قلوب کو منور کرنے کے لیے اور شرح صدر کی نعمت دینے کے لیے اطاعتِ رسول کا حکم دیا اور اس کے ذریعہ ہر طرح کے شیطانی وساوس کی آماجگاہ بننے سے حفاظت کے لیے ایک ربانی نسخہ عطا کیا:

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ‌ؕ (النساء: ۶۴)

یعنی رسول اللہ اور نبی اللہ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

دوستو! ہمیں حیرانی ہے اس بات کی کہ نبی ورسول کی اطاعت کی توفیق جس کو نہ ملی ہو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیسے کرے گا؟ یا اس کو اللہ کی اطاعت کی توفیق کیسے ہوگی؟

یہ ایسا ہی ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے انکار کے ساتھ ہو علماء ومفتیان سے حکم معلوم کیجیے کہ کیا توحید کا اقرار شریعت میں اس طرح معتبر ہے یا اس آدھے اقرار سے، ایسا کرنے والا آخرت میں نجات پا جائے گا؟

سورۃ الفاتحہ میں ہی اللہ تعالیٰ نے سکھلایا کہ ہدایت مانگو اور پھر ہدایت یافتہ لوگوں کی اللہ نے نشان دہی کردی، اور فرمایا کہ دعا کرو کہ، اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ کی راہ چلایئے، مُنۡعِمۡ عَلَيۡهِم کون لوگ ہیں، اس کی تفصیل دوسری جگہ قرآن مجید میں آئی

ہے:

أُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَ الصِّدِّيقِينَ وَ الشُّهَدَاءِ وَ الصَّالِحِينَ وَ حَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۔(النساء:۶۹)

جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا، ان کی صفات، ان کے اعمال واخلاق کیا تھے اور کیا ہیں؟ وہ ہمارے معاشرے اور ہمیں لوگوں کے مابین زندگی گزارتے ہیں اور ایسے صالحین وصادقین کا وجود ہمیشہ رہے گا، دنیا خالی نہیں رہے گی۔ اللہ ورسول پر ایمان لاکر اسوۂ رسول اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سامنے رکھ کر جس طرح صالحین و صادقین منزلِ مقصود، مرضیاتِ الٰہی کے حصول کی راہ پر استقامت کے ساتھ گامزن ہیں، ہمیں بھی رواں دواں رہنا چاہیے، آخر اللہ تعالیٰ نے یہ بات قرآن مجید میں تاکید کے ساتھ کیوں ارشاد فرمائی:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔(الاحزاب:۲۱)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات وصفات اور اخلاق وعادات، اعمال وافعال، خلوت وجلوت، معاشرت ومعاملات۔ الغرض نبی کی پوری ذات قرآن مجید کا عملی و وجودی نمونہ ہے، اس سے انحراف یا یہ کہنا کہ ہم نبوت ورسالت کی تصدیق کرتے ہیں اور نبی کی بات کو ہم نہیں مانتے، ایسی تصدیق محض ایک فریب ودھوکہ ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ پنچ وسرغنہ کی بات سرآنکھوں پر، پر پرنالہ بہے گا وہیں۔

دوستو! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو آ کر کہا ہے کہ یہ قرآن ہے، اس بات سے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی باخبر کیا اور کہا کہ یہ قرآن ہے۔

حضرت قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نور اللہ مرقدہ کی بعد نمازِ عصر مجلس ہوتی تھی، ایک دفعہ حضرت نے ایک واقعہ اپنا سنایا کہ حضرت ٹرین سے سفر کر رہے تھے، جس ڈبہ میں حضرتؒ بیٹھے وہاں ایک جماعت منکرینِ حدیث کی آ گئی،

اور حضرت تنہا تھے، جب کہ ان کی پوری ٹولی تھی، انھیں لوگوں نے گفتگو شروع کی اور ایسا لگتا تھا کہ وہ مستعد اور تیار ہو کر آئے ہیں، سوچا کہ آج شکار مل گیا ہے۔ ان لوگوں نے ہر طرف سے اعتراض کرنا اور انکارِ حدیث کے دلائل پیش کرنے شروع کئے۔ قاری صاحبؒ بہت متانت وسنجیدگی سے خاموشی کے ساتھ ان کی بات سنتے رہے، جب وہ اپنے ترکش سے تمام تیر چلا چکے تو قاری صاحبؒ نے بہت ہی نرم لہجہ میں پوچھا، آپ حضرات اپنی بات کہہ چکے یا ابھی اور باقی ہے؛ کیوں کہ اہلِ باطل میں سننے کی صلاحیت کم ہوتی ہے یا بالکل ہی مفقود ہوتی ہے، وہ بولنا جانتے ہیں، سننا گوارہ نہیں کرتے۔ جب وہ لوگ اپنی بات کہہ چکے تو حضرت قاری صاحبؒ نے فرمایا، جناب میں تو قرآن کو ہی نہیں مانتا، اب وہ سب سکتہ میں آ گئے، فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ کا سماں ہو گیا، ایک دوسرے کو دیکھنے لگے، جواب دیں تو کیا دیں! اگر جواب دیں گے تو قاریؒ صاحب کی تائید وحمایت ہو گی اور مخالف کے منہ سے نکلی ہوئی بات دلیل و حجت بن جائے گی، اور اگر نہ دیں تو ذلت ورسوائی ہو گی، حیرانی ان کے چہرے سے نمایاں ہو رہی تھی۔ وہی ہو گیا کہ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن۔

ایک نے قرآن کی حجیت پر دلیل دینی چاہی کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ کتاب ہے اور یہ کلام اللہ ہے۔

حضرت قاری صاحب نے وہیں پر زبان بند کر دی کہ کلام اللہ کو کلام اللہ یا کتاب اللہ تسلیم کرنے سے پہلے آپ کو نبی اللہ و رسول اللہ کی بات ماننا پڑے گی کہ نبی اللہ و رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ فلاں آیت یا سورت اللہ تعالیٰ نے بحیثیت نبوت و رسالت یا بحق نبوت ورسالت ہم پر یہ نازل کی ہے اور یہ آیت یا سورت قرآن مجید اور کلام اللہ و کتاب اللہ ہے۔

دوسرے موجودہ ترتیب قرآنی کی آیات وسورتیں البقرۃ سے الناس تک جو پڑھی

جا رہی ہیں، وہ مختلف اوقات میں تئیس (۲۳) سال تک نازل ہوتی رہی ہیں، اور پہلی وحی ربانی عمّ پارہ کے سورۃ العلق میں ہے۔ اور سب سے آخری آیت سورۃ البقرۃ میں ہے:

وَاتَّقُواْ يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لاَ يُظْلَمُونَ۔ (البقرۃ: ۱۸۲)۔

غرض یہ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ رب العزت کا کلام نازل فرمایا اور کون سی آیت کس سورت کی ہے اور کس آیت کے بعد کی ہے اس سے باخبر کیا، اس طرح پورا قرآن مجید رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایات کی بنیاد پر مرتب ہے، سورۃ الفاتحہ ترتیب میں اول سورت ہے اور الناس آخری سورت ہے، اس طرح ترتیبِ قرآن محفوظ ہے۔ اور جس طرح الفاتحہ کے بعد البقرہ پھر آلِ عمران کی ترتیب لوحِ محفوظ سے ملتی ہے۔ گویا کہ ہمارے پاس جو قرآن مجید موجود ہے وہ ہوبہومن وعن لوحِ محفوظ کی ترتیب پر موجود اور محفوظ اور مربوط ہے، کسی قسم کا کوئی اختلاف اور فرق نہیں ہے۔

ظاہرسی بات ہے کہ یہ ترتیب امت کو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایات وتعلیمات سے ملی ہیں پھر نبی کی بات کو رد کرنا عقل مندی نہیں ہے اور پوری امت حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتقاد واعتماد کر کے ان کو حق اور سچ مان کر ایمان بالرسول اور ایمان بالنبی یعنی آمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ کا ثبوت فراہم کر رہی ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کا آمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ سے مطالبہ ہے۔

اگر کوئی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات پر ایمان، اعتقاد واعتماد کے ساتھ نہ لائے تو وہ کس زمرہ میں اپنے کو شمار کرنا چاہتا ہے۔ یہ فیصلہ وہ خود ہی کر لے۔

دوستو! ایمان نبوت ورسالت ہی ایمان باللہ کی پہلی کڑی اور زینہ ہے بغیر اس کے

ایمان کا وجود ہی ممکن نہیں ہے، خواہ بندہ اپنے سلسلہ میں کتنی ہی خوش فہمی کا شکار ہو۔

قرآن مجید میں لفظ ''قُلْ'' سے آیت کا نزول ہوا ہے آخر اس کی حکمت شرعی کیا ہے؟ یہی تو کہ پہلے نبوت ورسالت پر ایمان لاؤ اعتقاد واعتماد کے ساتھ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم کو بزبانِ نبوت سنو اور مانو، اطاعت کرو اور زمرۂ صالحین اور فائزین میں شامل ہو جاؤ، سارا مسئلہ اسی ایمان کا ہے، انکارِ حدیث درِ پردہ انکارِ نبوت و رسالت ہے۔ مگر اس کی جرأت کیسے کریں؛ کیوں کہ یہ صریح کھلی ہوئی بغاوت اسلامی معاشرہ میں رد کردی جائے گی اور کم علم اور عوام بھی کفر وضلالت کا داغ لگا دے گی، اس لیے یہ گروہ اس کی تو ہمت اور جرأت نہیں کرسکتی اور چور دروازے سے اسلام کی اساس اور بنیاد ایمان بالرسالت سے جان چھڑانے کے لیے عام مؤمنین کی راہ سے منہ موڑ لیتی ہے اور اقوالِ رسول، افعالِ رسول، اعمالِ رسول اور اسوۂ نبوت ورسالت میں غیر اسلامی شکوک وشبہات پیدا کر کے ایمانِ رسالت ونبوت سے راہِ فرار اختیار کرتی ہے۔ نام اہلِ قرآن رکھ کر اپنے کو ہدایت یافتہ تصور کرتی ہے، جو محض ایک تلبیسِ شیطانی اور کھلی ہوئی گمراہی ہے۔

آپ کے سامنے جو تحریر پیش کی جا رہی ہے اس پورے مجموعے میں اصل بحث اسی پر کی گئی ہے کہ ایمان باللہ بغیر ایمان بالرسالت یعنی تصدیق نبوت ورسالت کے ناممکن اور محال ہے اور خود کو دھوکہ اور فریب میں رکھنا ہے۔ اللہ رب العزت کی اطاعت اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور اطاعت تو بہت ہی بلند اور اعلیٰ و بالا حقیقت ہے، اللہ تعالیٰ مؤمنین صالحین کے اتباع کی دعوت دیتے ہیں، جس پر کلام اپنے مقام پر کیا گیا ہے، یہاں ہم صرف ایک آیت نقل کرتے ہیں۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔

(النساء:۱۱۵)

اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جب کہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے راستے کے خلاف تو ہم حوالہ کریں گے اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی اور ڈالیں گے ہم اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

آیت سے معلوم ہوا کہ ہدایت کا راستہ جو اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعین کر دیا، اور قرآن مجید اور اسوۂ رسول و احادیث خاتم النبیین کی شکل میں جو دستورِ حیات اور نظام معاد ہمیں ملا اور اس پر جو مؤمنین اسے حق وصواب جان کر چلتے رہے اور چل رہے ہیں یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے وہ حق کے پرستار ہیں، جس کی مخالفت جائز نہیں۔ بات کتنی صاف اور واضح ہے کہ مومنین و صالحین کی راہ کو ترک کرنے پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے وعید ہے تو پھر نبی کے اسوہ کی مخالفت اور احادیث رسول کا انکار درست ہوگا؟

بات کتنی ہی معقول ہو؛ مگر جب اللہ و رسول کے کلام سے انحراف و انکار ہو وہ مردود اور غیر مقبول ہے، خواہ کہنے والا جو بھی ہو، اہلِ ایمان کو اللہ نے ہدایت دی ہے۔ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ کی ہم تو بس اتباع و اطاعت کے مکلف ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد سے مسلسل عہد بہ عہد ایمان و اسلام کی عملی تعلیم۔ طریقۂ عبادت و اطاعت اور مناسکِ حج بیت اللہ کی تفصیلی ہدایات، نصابِ زکاۃ کی تعیین اور اخراجِ زکوٰۃ کی مقدار، فرائضِ نماز میں رکعات کی تعیین، تکبیرِ تحریمہ سے تسلیم تک کی کیفیت، رکوع و سجود کی تسبیحات وغیرہ ذلک۔ یہ سب کی سب امت کو رحمۃ للعالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی ہیں، جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور انکار کی صورت میں یہ عبادات ادا کرنے کی کیا صورت ہوگی؟

اسی اہمیت اور محورِ قبولیت کو واضح کر کے لیے حق جلّ مجدہٗ نے

إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ

عرشِ اعظم سے نازل فرمایا، اب سوال یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اعلان کر دیا کہ اگر تم یہ کہتے ہو کہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے محبت ہے یا تمھارا دعویٰ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے غایت درجہ تعلق اور تقرب اور تعبد رکھتے ہیں تو تم کو رحمۃ للعالمین کی اتباع و اطاعت بھی غایت درجہ کی کرنی ہوگی۔ تب تم اپنے دعوائے محبت الٰہی میں صادق ثابت ہو گے اور سُن لو کہ اتباعِ رسول میں جب کمال درجہ کا رسوخ ہو جائے گا تو حق تعالیٰ خود ہی تم کو اپنی محبوبیت کے رنگ میں رنگ دے گا یعنی اپنا محبوب و مقرب بنا لے گا، پھر وہ اس اعلیٰ و بلند مقام پر پہنچا دے گا، جس کی خبر حدیثِ قدسی میں آئی ہے کہ بندہ کا اپنا ارادہ کچھ باقی نہیں رہتا اور فنائیت کے اس مقام پر ہوتا ہے کہ بندہ رضائے الٰہی کے تابع ہو جاتا ہے، وہی دیکھتا اور سنتا ہے جو اللہ کی مرضی ہوتی ہے، اعضاء و جوارح سے وہی عمل وجود میں آتا ہے جو مولا کی مرضی ہوتی ہے۔ الغرض حق تعالیٰ کی مراد و مرضیات کا مجسم نمونہ اور پیکر ہو جاتا ہے، مگر یہ نعمت اور مقامِ ولایت ملتی ہے، اتباعِ سنت اور اسوۂ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے اب بتلائیے کہ جب یہ رتبہ اور بلند مقام بغیر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور اتباع کے مل ہی نہیں سکتی اور اتباعِ رسول بغیر ہدایاتِ رسول کی روشنی کے حاصل نہیں ہو سکتی تو تمام کا تمام دعویٰ بے بنیاد ٹھہرا ان لوگوں کا جو زبانی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں اور درِ پردہ رسول کی ہدایات و تعلیمات کو رد کرتے ہیں۔ جب کہ امت کے علمائے ربانیین، زمرۂ صالحین، طبقۂ صادقین، قرآن و احادیث کے راسخین، ابرار و اخیار، اتقیاء و صدیقین اسی راہ

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (یونس: ۶۲)

کے مقام پر فائز ہو کر فلاح پا چکے ہیں۔ وہ حضرات جو اپنے نبی الانبیاء، امام

الانبیاء، خاتم الانبیاء والرسل علیہم الصلاۃ والسلام کی ہدایات وتعلیمات پر وثوق کے ساتھ اعتقاد و اعتماد نہیں رکھتے نہ تو وہ قرآن مجید کو مانتے ہیں اور نہ ہی قرآن کی تعلیمات:

آمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (النساء: ۱۳۶)

پر ان کا ایمان ہے، سارا مسئلہ ہی ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کا ہے۔جس کی تفصیل آپ کتاب میں پڑھیں گے۔

عاجز دبئی میں تقریباً پچیس سالوں سے ایک جامع مصلی کا خادم ہے اور الحمد للہ فراغت کے بعد سے تاہنوز جہاں بھی رہا بعد نماز عشاء قرآن مجید کے درس کی توفیق رہی اور بعد نماز جمعہ اردو داں حضرات کے لئے خطبہ کا مختصر نا صحابہ ترجمہ پیش کرتا رہا اور بفضل الٰہی سات سال تک حدیث قدسی کا درس جامع سوق نائف مسجد الغریر میں بعد نماز عصر دیتا رہا، اس طرح اللہ کے بندوں کے درمیان اللہ تعالیٰ نے متعارف کرادیا۔

الحمد للہ کے حق جل جدہ نے دار العلوم دیوبند اور حجۃ الاسلام فی الارض حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی علیہ الرحمۃ کے نسبت قاسمی کی لاج و بھرم رکھ لی۔مسلمانوں میں آج بھی ایک اچھی خوبی ہے کہ خوشی میں نہیں رنج والم اور مصائب ومشکلات میں جن علماء سے عقیدت وموانست ہوتی ہے، اپنے مسائل وحالات سے نکلنے کے لئے حل تلاشتے ہیں اور حقیقت ہے کہ یہ بھی انابت الی اللہ کی دلیل ہے، خواہ مسائل کا حل دعاوتضرع سے ہو یا اوراد وظائف سے ہو اہل حق، حق کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور یہ دلیل ایمان ہے،۔جی ہمارے ایک عزیز وہیں دبئی میں دواء کی کمپنی میں ملازم تھے ان کے مراسم اور تعلقات ڈاکٹروں سے ہی تھے۔اُن ڈاکٹروں کی ایک ٹولی منکرین حدیث کے مبلغین کی تھی وہ موقعہ بموقعہ، گمراہی و بدعقیدگی اور سخریہ اور استہزا کے

انداز میں حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احادیث کو پیش کرتی اور ہمارے عزیز کو اپنا ہم نوا بنانا چاہتی اور دعوت دیتی کہ ہفتہ میں فلاں دن مجلس ہوتی ہے آپ شریک ہوں اگر موقع نہ ہوتو آن لائن ہی گمراہی کے داغ سے ایمان کو داغدار کرلیں۔

الحمد اللہ وہ عزیز عقیدہ کے پختہ اور ہوشمند اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے نور ہدایت سے معمور ومحفوظ ہیں، وہ رد کرتے اور اُن گمراہوں کے دام دجل میں نہ آتے اور جب کبھی ملتے اپنا دکھ اور ایمانی درد وغم کا اظہار کرتے اور کہتے کہ اُن لوگوں کے یہ خیالات ہیں جن کا آپ جواب دیں، عاجز عزیز کے سامنے وضاحت کردیتا، مگر عزیز نے مشورہ دیا کہ آپ منکرین، حدیث کے رد میں درس دیں، وہ وقت کرونا کا تھا، گھر سے ہی درس شروع کیا اور تقریباً دس بارہ درس ہوا ہوگا کہ عاجز خود ہی کرونا میں سخت بیمار ہوگیا، تقریباً بیس روز اسپتال میں زیر علاج رہا۔ الحمد للہ کہ اسی بیماری میں اللہ تعالیٰ نے ان گمراہ لوگوں کے لئے صرف قرآن مجید سے حجیت حدیث خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھنے کا دل میں پختہ عزم ڈالا، پھر دعا بھی کی کہ اللہ تعالیٰ آپ صحت دے دیجئے اور جو مضمون و دلائل آپ نے دل میں ڈالا ہے اس کو لکھوا بھی لیجئے اس سمیع الدعاء نے اس طرح مدد کردی اور جو کچھ بھی لکھا گیا ہے وہ محض حق تعالیٰ کا فضل ہے۔ جو کمی وکوتاہی تعبیر واسلوب میں یا افہام وتفہیم یا تبیین وتشریح میں ہوئی وہ اس عاجز کی جانب سے تقصیر وکمی ہے۔

مقصود محض ہادئ عالم رحمۃ للعالمین خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعتقاد و اعتماد کے ساتھ اتباع و اطاعت رسول کے ذریعہ حق تعالیٰ کی مرضیات کا حصول اور دنیا وآخرت کی فوز وفلاح اور سعادت دین کی نیت ہے۔

سنت کیا ہے؟

کچھ لوگ خوبصورت بول بولتے ہیں اور نعرہ لگاتے ہیں کہ ''کَفَانَا کِتَابُ اللّٰہِ''
کہ نجات کے لئے اللہ کی کتاب ہمارے لئے کافی ہے، بیشک اللہ کی کتاب کافی ہے،
لیکن کتاب اللہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تمہاری نجات کا اور کتاب الٰہی پر عمل کا راستہ وہی
صحیح ہے جو راستہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا اور عملی شکل میں ہم کو عطا
کیا ہے۔قرآن مجید نے ہم کو بتلایا:

لَقَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ۔

''یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب مبین آئی ہے''

یہ نور کیا ہے اور یہ کتاب مبین کیا ہے؟ لوگ کہیں گے کہ اللہ کی کتاب میں سب کچھ
لکھا ہوا ہے ہمیں کہیں اور دیکھنے اور سننے کی ضرورت نہیں ہے تو وہ حضرات غور سے
سنیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آنکھ دیکھنے کے لئے دی ہیں، آنکھیں دیکھتی ہیں کسی چیز کو
لیکن اگر کوئی شخص تمام روشنیاں بجھا دے تمام روشنیوں سے کنارہ کش ہو جائے، تمام
تر اسباب نور سے اعراض کر لے اور تاریک مکان ومقام پر کھڑا ہو جائے جہاں روشنی
اور سراج و چراغ نہ ہو، کوئی ہل کی روشنی نہ ہو، کوئی جگنو بھی نہ ہو اور اب اس شخص کے
ہاتھ میں کتاب تھما دو اور اس کو کہو کہ لو کتاب اور پڑھ کر ہمیں سنا دے یا اس کتاب کے
ہدایات وتعلیمات سے استفادہ کر کے ہمیں بھی باخبر کرو تو کیا یہ شخص کتاب پڑھ سکتا
ہے؟ اس سے باخبر ہو کر کسی کو کچھ بتلا سکتا ہے؟ بالکل ہی نہیں کیونکہ آنکھ صحیح وسلامت
ہونے کے باوجود آنکھ کے سامنے اندھیرا ہے روشنی نہیں ہے اور آنکھ سے استفادہ
کرنے کے لئے روشنی شرط ہے آنکھ بغیر روشنی کے دیکھ نہیں سکتی، یہ اللہ تعالیٰ کا نظام
قدرت ہے، آنکھ کی سلامتی کے ساتھ باہر کی روشنی ضروری ہے، دیکھنے کے لئے خواہ
باہر کی روشنی چاند وسورج کی ہو، بلب و چراغ کی روشنی ہو۔

دوستو! حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ و اسوہ اور اطاعت

رسول اورسنت نبوی علیہ الصلاۃ والسلام الغرض ذات نبی اورصفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدایت وسعادت دارین کا نور ہیں اوراس نور ہدایت کے بغیر قرآن مجید کی ہدایات ربانیہ سے مستفید وفیض یاب ہونا ناممکن ومحال ہے۔

اطاعت واتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ہی قرآن مجید کی تعلیمات وہدایات سے رشدوہدایت مل سکتی ہے، جیسا کہ مثال سے واضح کیا گیا ہے، اللہ رب العزت نے اسی مقصد کے تحت فرمایا:

لَقَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللهِ نُوْرٌوَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ۔

”یقینا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نوراور کتاب مبین آئی ہے“

یعنی روشنی اطاعت واتباع رسول کی ہواور پھر پیغام الہی قرآن مجید کی ہدایات وتعلیمات پر عمل ہوتو ہی انسان فلاح وارین کی منزل پر پہنچ سکتا ہے جیسا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آج تک صالحین ومتقین عمل پیرا ہیں۔

وہ حضرات جو حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی تعلیمات وہدایات سے منہ موڑ کر قرآن مجید کی تعلیمات وہدایات پر ایمان واعمال کا دعوی کرتے ہیں وہ محض غلط اور بے بنیاد موقف اختیار کئے ہوئے ہیں اسلامی شریعت اور اسلام سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے خوش فہمی کے شکار ہیں۔ ان پر عاقبت کا نقصان وخسران جب منکشف ہوگا توحسرت وکف افسوس کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

قارئین حضرات! اس تحریر کا مقصد بموجب

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ

محض اللہ کے بندوں کی اصلاح ہے، نہ توکسی کی تحقیر وتذلیل مقصود ہے نہ تنقیص۔ مسئلہ آخرت کا ہے، اگر میرا بھائی (اللہ نہ کرے) گمراہی کو ہدایت، بدبو کو خوشبو، اندھیرے کو روشنی، عذاب وعقاب کو مغفرت ونجات کی راہ تصور کیے ہوئے ہے یا

اختیار کر رہا ہے تو ازراہِ ہمدردی و خیر خواہی شفقت و محبت کے ساتھ ہر ذی شعور صاحبِ ایمان پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ اس پر حق وصداقت کو واضح کر دے، قلب کا مالک مقلب القلوب ہے، ہم محض افہام وتفہیم، تحریر وتقریر، تبیین وتشریح کے ذریعہ حق وصواب اور زیغ وضلال کے التباس وابہام کو اٹھا دینے کے ذمہ دار ہیں تاکہ اس کے ذریعہ حق واضح ہوجائے اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں، اور یہ بات ہر صاحبِ علم پر اس کے علم وفہم کے بقدر ہی ضروری ہوگی۔ ہادیٔ مطلق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، بندہ کو ضد اور عناد سے بلند ہو کر حق کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اکثر دیکھا یہی گیا ہے کہ لوگ ضد اور ہٹ دھرمی پر اتر آتے ہیں، اس لیے نورِ حق اور نورِ ہدایت سے محروم ہوجاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں وہ حضرات جو ہدایت کی روشنی کے طالب ہیں اور طلب صادق کا جذبہ رکھتے ہیں امام مسلمؒ نے ایک دعا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نقل کی ہے، وہ ضرور پڑھیں، اللہ کی ذات سے امید ہے کہ گمراہی اور بد بختی وشقاوت کی دلدل سے اللہ تعالیٰ ان کو نکال دے گا۔ دعا یہ ہے:

اللهُمَّ رَبَّ جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ، فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ، اهْدِنِي لِمَا اخْتَلَفْتُ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ، إِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ (مسند احمد: ۲۵۲۲۵)

اے اللہ! جبرئیل ومیکائیل واسرافیل کے رب! زمین وآسمان اور چھپی اور ظاہری چیزوں کا علم رکھنے والے! آپ ہی فیصلہ کریں گے، بندوں کے درمیان، حق و باطل کے درمیان، جن باتوں میں لوگ مختلف ہیں کہ حق وصواب کیا ہے، ہمیں راہ یاب رکھیے حق وصواب کی جانب اپنے حکم سے جس میں لوگ اختلاف کرتے ہیں، بے شک

آپ جس کو چاہتے ہیں صراطِ مستقیم کی راہِ ہدایت دیتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ اور ہم سب کو اپنی مشیت کے تحت صراطِ مستقیم پر استقامت عطا فرماتے ہیں، ہمارے خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ تہجد سے قبل رات کو خلوت میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس دعا کے ذریعہ صراطِ مستقیم طلب فرماتے تھے، جب کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ارشاد فرمایا:

(۱) إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّيٓ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔ (الانعام: ۱۶۱)

(۲) وَإِنَّكَ لَتَدْعُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔ (المؤمنون: ۷۳)

(۳) فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيٓ أُوحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔ (الزخرف: ۴۳)

(۴) إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ، عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔ (یسین: ۴)

(۵) وَإِنَّكَ لَتَهْدِيٓ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔ (الشوریٰ: ۵۲)

ان تمام آیات کی تفصیل آپ کتاب میں پڑھیں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ رسول و نبی کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے ایک مشعل بنایا ہے ،اگر ہم ان کی ہی ہدایات وتعلیمات کو رد کر دیں گے تو ہم کہاں کے رہیں گے؟ اور کیا ایمانِ نبوت ورسالت باقی رہے گا؟ بہت ہی غور کا مقام ہے۔لہذا دوستو! سنجیدگی کے ساتھ اس حساس عقیدہ کو ہاتھ سے جانے نہ دیں، اور سینہ سے لگائیں اور دنیا وآخرت کی سعادت کو اپنے ہاتھوں غارت نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ بدعقیدگی و گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائے اور ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کی حقیقت کو دل میں پیوست فرما دے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ اور بطور خاص حضور خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت ونبوت کی رحمتِ عام سے بفیضِ ختم نبوت سینہ کو منور رکھے۔

اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو اپنی جناب میں شرفِ قبولیت عطا فرما کر نافعِ خلائق بنا کر، ہمارے خاندان کی مغفرت کا ذریعہ بنائے، بجاہِ خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

بعد نمازِ مغرب — العبد محمد ثمین اشرف قاسمی

یکم جولائی ۲۰۲۴ء — (اشرف منزل علی گڑھ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَسَیِّدِ الۡاَوَّلِیۡنَ وَ الۡاٰخِرِیۡنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ، اَمَّا بَعۡدُ

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔

الٓمّٓ () ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ ھُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ (البقرہ:۱۔۲)

الٓمّٓ، ''اس کتاب میں کچھ شک نہیں راہ بتلاتی ہے ڈروالوں کو''

آیت میں اللہ رب العزت نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید کتاب ہدایت ہے اور جس طرح کتاب میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں اسی طرح اللہ تعالی سے ڈرنے والوں کی رشدو ہدایت میں بھی کوئی شک وشبہ قطعاً نہیں۔یعنی صاف مفہوم یہ ہوا کہ اس الٰہی کتاب سے نورِ ہدایت اور راہِ ہدایت ان ہی لوگوں کو نصیب ہوگی جو تقوی والے ہوں گے۔

''تقویٰ کا معنیٰ''

لغت میں تقویٰ کے معنی صیانت اور حفاظت کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں ان چیزوں سے بچنے کو تقوی کہتے ہیں جو آخرت کے لحاظ سے ضرر رساں ہو۔آسان لفظ میں ایسے تمام باتوں اور عمل سے بچنا جس سے آخرت کی تباہی و بربادی کا خطرہ یا خدشہ ہو۔اگر دنیاوی ذلت اور ندامت سے ڈر کر معصیت کو چھوڑا تو وہ تقویٰ نہیں، اللہ تعالیٰ کے ڈر سے گناہ کو چھورنے کا نام تقویٰ ہے،اس کے کئی درجات ہیں۔

(۱) تمام اسلامی عقائد کو ماننا جو اسلام کے قطعیات اور مسلمات میں مانے گئے ہیں۔

(۲) کفروشرک سے مکمل بیزاری اور توبہ کے ساتھ دائرہ اسلام میں داخل ہونا اور

اپنے کو آخرت کے عذاب سے بچانا۔

(۳) اپنے نفس کو کبائر یعنی بڑے گناہوں سے بچانا اور صغائر پر مصر اور جری نہ ہونا۔

(۴) اپنے اوقات کی نگہداشت رکھنا اور لایعنی باتوں اور کاموں سے خوب توجہ کے ساتھ محفوظ رہنا۔

(۵) اپنے آپ کو حتّی الوسع انابت وتوجہ کے ساتھ حق تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے کاموں میں اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ مشغول رکھنا۔ الغرض، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے کا نام قرآن میں تقویٰ ہے۔

ایمان باللہ: اَلَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ (بقرہ: ۲۸۵)

ترجمہ: سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں کو اور کتابوں کو، اور رسولوں کو۔

آیت کے اندر چار چیزوں پر ایمان کا مطالبہ اور تقاضا ہوا ہے۔

(۱) ایمان باللہ (۲) ایمان بالملائکۃ (۳) ایمان بالکتب (۴) ایمان بالرسول۔

کتاب کی صداقت وشہادت کہ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں، اور ہدایت کی اس میں منجانب اللہ ضمانت ہے پرہیزگاروں کے لئے، پرہیزگار کون لوگ ہیں؟ اس سوال کا جواب:

(۱) الَّذِینَ یؤمِنونَ بِالغَیبِ۔

وہ لوگ جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔

یعنی جو چیزیں عقل وحواس سے مخفی وچھپی ہوئی ہیں ان سب کو اللہ و رسول کے

ارشاد کی وجہ سے حق اور یقینی سمجھنا، جاننا اور ماننا اور اقرار کرنا۔

سب سے پہلے ایمان، اسلام

لغت میں ایمان کے معنی تصدیق وتسلیم کے ہیں۔محل ایمان کا قلب ہے، اصطلاح شریعت میں ایمان اس کو کہتے ہیں کہ جو چیز اللہ کا نبی، اللہ کی طرف سے لے کر آئے ، نبی علیہ السلام کے اعتماد اور بھروسہ پر دل سے اس کی تصدیق کرنا، یعنی دل سے سچا جاننا اور ماننا اور زبان سے اس کا اقرار کرنا یہ تو ایمان ہے۔

اسلام:۔ اطاعت وفرماں برداری کا نام ہے، قلب سے جن باتوں کی تصدیق کی ہے اعضاو جوارح سے اس کا اظہار اور اطاعت وفرماں برداری کا اقرار کرنا اسلام ہے۔

تین ضروری باتیں

(۱)علم کے معنی جاننے کے ہیں۔

(۲)اور معرفت کے معنی پہنچاننے کے ہیں۔

(۳)اور تصدیق کے معنی ماننے کے ہیں۔

تصدیق قلبی سے محض علم اور معرفت مراد نہیں کیونکہ ایمان نام ماننے کا ہے۔جاننے کا نام ایمان نہیں۔اہل مکہ اور یہود حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب جانتے اور پہنچانتے تھے کہ یہ نبی آخرالزماں ہیں۔قرآن مجید نے ان کے جاننے اور پہنچاننے کی شہادت دی ہے۔

يَعۡرِفُوۡنَهٗ كَمَا يَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَهُمۡ ۔(البقرۃ:۱۴۶)

وہ اپنے بیٹوں کی طرح حضور کو پہنچانتے تھے۔مگر مانتے نہ تھے اس لئے ایمان سے محروم رہے۔معلوم ہوا ایمان محض جاننے اور پہنچاننے کا نام نہیں بلکہ اپنے اختیار اور ارادہ اور رضا ورغبت سے نبی ورسول کی تمام

باتوں کے ماننے کا نام ایمان ہے۔محض تصدیق نہیں ہے۔

کفر:۔دین کی کسی ایک چیز کا نہ ماننا اور انکار کرنا کفر ہے۔یعنی علم سے نجات نہیں ہوگی، جب تک کہ دل سے یقین نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْماً وَعُلُوّاً (النمل:۱۴)

یعنی یہ لوگ ہماری آیات کا انکار کرتے ہیں، حالانکہ ان کے دلوں میں ان کا یقین کامل ہے،اوران کی یہ حرکت محض ظلم وتکبر کی وجہ سے ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا محض تکبر کی وجہ سے انکار کرتے ہیں۔مگر دل ان کے یقین کئے ہوئے ہیں کہ آپ نبی برحق ہیں۔آیت سے واضح ہوگیا کہ ایمان جاننے، پہنچاننے، اور یقین کرنے کا نام نہیں بلکہ ماننے کا نام ہے۔جب تک نبی ورسول کی تمام باتوں کو مانے گا نہیں اہل ایمان میں شمار نہیں ہوگا۔

علامہ انور شاہؒ فرماتے تھے:

ایمان واسلام کی مسافت ایک ہے،فرق صرف ابتداء وانتہا میں ہے۔

ایمان قلب سے شروع ہوتا ہے اور ظاہر عمل پر پہنچ کر مکمل ہوتا ہے۔اسلام ظاہر عمل سے شروع ہوتا ہے اور قلب پر پہنچ کر مکمل سمجھا جاتا ہے۔اگر تصدیق قلبی ظاہری اقرار واطاعت تک نہ پہنچے تو وہ تصدیق وایمان معتبر نہیں۔اسی طرح اگر ظاہری اطاعت و اقرار تصدیق قلبی تک نہ پہنچے تو وہ اسلام معتبر نہیں۔(معارف القرآن ۱/ ۱۱۲)

ایمان باللہ میں رسالت کی نزاکت وحساسیت

(۱) ایمان کی تعریف میں لکھا گیا کہ ''ایمان وہی معتبر ہے جو اللہ کی باتیں محض نبی علیہ اسلام کے کہنے سے اور محض نبی علیہ اسلام کے اعتماد اور بھروسہ پر مانے'' مثلاً کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو ایک مانتا ہے اور رسالت کا بھی اقرار کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کو ایک اپنے

عقلی دلائل سے مانتا ہے یا قائل ہے۔ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہنے سے توحید کا قائل نہیں تو ایسے شخص کا ایمان معتبر نہیں اور یہ اقرار بھی باعث نجات نہیں۔

(۲) دین کی باتوں کا ماننا اسی طرح جس طرح اور جس ہیئت سے اس کا دین ہونا ثابت ہوا ہے۔ مثلاً ایک فریضۂ نماز کو شعار اسلام اور فریضہ دین ہونا تسلیم کرتا ہے۔ مگر یہ کہتا ہے کہ صلاۃ سے مطلق دعا اور خشوع وخضوع مراد ہے اور نماز کی فرضیت و ادائیگی بطریقۂ قیام، قرأت، رکوع وسجود تسلیم نہیں کرتا تو ایسا شخص یقیناً دائرہ ایمان سے خارج ہے۔

یا مثلاً زکوٰۃ کی فرضیت تسلیم کرتا ہے، مگر یہ کہتا ہے کہ زکوٰۃ سے محض تزکیہ اور تطہیر مراد ہے، خاص نصاب اور مال کی خاص مقدار ضروری نہیں تو ایسا شخص مومن نہیں ملحد و زندیق ہے۔

ملحد وزندیق کی تعریف

اصطلاح شریعت میں ملحد و زندیق اس شخص کو کہتے ہیں جو شریعت کے الفاظ کو بحال اور برقرار رکھے اور اس کی حقیقت کو بدل دے یہ ایمان نہیں دین کا تمسخر اور مذاق ہے۔

امام غزالیؒ نے ایمان وکفر کی تعریف اس طرح کی ہے:

اَلْکُفْرُ وَ هُوَ تَکْذِیْبُ الرَّسُوْلِ صلی اللہ علیہ وَ سَلَّمَ فِیْ شَیْءٍ مَمَّا جَاءَ بِهٖ وَ الْاِیْمَانُ تَصْدِیْقُهٗ فِیْ جَمِیْعِ مَا جَاءَ بِهٖ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی چیزوں میں سے کسی ایک چیز کی بھی تکذیب کر دینے کا نام کفر ہے اور تمام امور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے۔

امام غزالیؒ کی اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ایمان کے لئے فقط ایک دو امر کی

تصدیق کافی نہیں تمام امور میں رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے۔ ہاں کفر میں تمام امور کی تکذیب ضروری نہیں۔ ایک شئے میں بھی رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کفر ہے۔

اہل قبلہ کی تعریف

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ شریعت کی اصطلاح میں اہل قبلہ وہی لوگ ہیں جو تمام متواتر اور ضروریات دین پر ایمان رکھتے ہوں۔ صرف قبلہ کی طرف نماز پڑھنے سے اہل قبلہ کے زمرہ میں شامل وشمار نہیں کیا جاسکتا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام باتوں کی تصدیق نہ کرے۔ اسی حکم کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی آیت:

لَيۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ وَلٰكِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَالۡمَلٰٓئِكَةِ وَالۡكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ (البقرۃ: ۱۷۷)

میں فرمایا ہے، نیکی وبھلائی اس میں منحصر نہیں کہ فقط تم اپنے چہروں کو مشرق و مغرب کی جانب پھیر لو لیکن نیکی وبھلائی یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور تمام فرشتوں پر اور اللہ کی ہر کتب پر اور تمام نبیوں پر۔

حاصل یہ کہ اہل قبلہ میں وہی شمار ہوگا جو تمام ضروریات دین کا ماننے والا ہو ایک کا بھی جھٹلانے والا اور منکر نہ ہو، ضروریات دین جیسے توحید اور رسالت ونبوت اپنے تمام ذات وصفات کے ساتھ جو اہل سنت والجماعت کے نزدیک معروف ومشہور ہیں ان میں سے ایک کا بھی انکار دائرہ ایمان سے خارج کردیتا ہے اگرچہ وہ شخص دن میں پچاس نمازیں ادا کرتا ہو۔ الغرض ضروریات دین اور قطعیات اور مسلماتِ دین اسلام میں سے ایک کا بھی انکار اہل قبلہ ہونے سے خارج کردے گا، یہاں بہت

لوگوں کو دھوکہ لگا ہے۔

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (البقرۃ ۳)

ایمان کی تعریف

یہاں پر دو لفظ ایمان اور غیب کا آیا ہے۔

لغت میں ایمان کے معنی تصدیق اور تسلیم کے ہیں یعنی کسی کی بات کو اس کے اعتماد پر یقینی طور سے مان لینے کا نام ایمان ہے اور اصطلاح شریعت میں رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو باتیں وحی کے ذریعہ یا اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے ہمیں بتلائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد و بھروسہ پر دل سے اس کی تصدیق کرنا یعنی دل سے اس کو سچا جاننا اور ماننا اور زبان سے اس کا اقرار بھی کرنا ایمان ہے۔

امام غزالیؒ نے فرمایا

الكُفْرُ وَ هُوَ تَكْذِيْبُ الرَسُوْلِ صلی اللہ علیہ وَ سَلَّمَ فِيْ شَيْءٍ مِمَّا جَاءَ بِهٖ وَ الاِيْمَانُ تَصْدِيْقُهٗ فِيْ جَمِيْعِ مَا جَاءَ بِهٖ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی چیزوں میں سے کسی ایک چیز کی تکذیب یعنی جھٹلانے کا نام کفر ہے اور ایمان تمام باتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کا نام ہے اب حاصل ایمان کا یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی اور خبر دی ہوئی باتوں کو بغیر مشاہدہ اور اپنی سمجھ اور عقل کو داخل کئے ہوئے محض رسول اللہ ﷺ کی رسالت و نبوت پر اعتماد اور بھروسہ کر کے یقینی طور سے مان لینے کا نام ایمان ہے۔

ایک دھوکہ کا ازالہ

ہمارے اس دور میں بعض لوگ تصدیق کا معنی جاننے اور پہچاننے کے کر کے

دھوکہ کھا کر ایمان سے محروم ہو رہے ہیں اور لوگوں کو ایمان سے محروم بھی کر رہے ہیں یعنی ایمان بالرسول کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ محمد رسول اللہ اللہ کے رسول ہیں اور ہم ان کو رسول جانتے اور پہنچانتے ہیں اور ہم ان کی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں علم اور معرفت کے معنی میں ایسے تمام لوگ ایمان سے خارج اور دھوکہ میں ہیں۔

تَصْدِیق بِالرِّسَالَۃ کا صحیح معنی

یہ تصدیق کرنا کہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں دین کے تمام امور میں سچا جانتا ہوں اور ان کی تمام باتوں کو مانتا ہوں خواہ وہ بات ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے جب کہ وہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو۔

بالغیب

قرآن مجید میں لفظ غیب سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جن کی خبر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہیں یا جن کا ذکر حدیث جبریل میں آیا ہے۔

غیب ایسی چیزوں کو بولا جاتا ہے جو انسان کو ظاہری طور پر عقل سے معلوم نہ ہوں نہ حواس خمسہ آنکھ، کان، ناک، زبان، نہ عقل کی رسائی ہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، ملائکہ، کتب الہیہ، قیامت اور اس میں پیش آنے والے حالات۔ یہ تمام امور غیب کے اندر داخل ہیں ان تمام چیزوں پر ایمان لانا۔ اس کی تفصیل سورہ بقرہ کی آخری آیت میں بیان کی گئی ہے۔

ایمان بالغیب کا مفہوم

اب ایمان بالغیب کا مفہوم و معنی ہوگا رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو تعلیمات و ہدایات یقینی اور حتمی طور پر اور قطعی طور پر منقول و ثابت ہوں ان سب کو یقینی طور پر دل سے ماننا ایمان بالغیب میں داخل ہے۔

کیونکہ جہاں تک جاننے اور پہنچاننے کا تعلق ہے وہ تو ابلیس وشیطان اور کفار کو بھی حاصل ہے، کفار مکہ دلائل نبوت کو دیکھ کر جانتے تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے نبی ہیں اور علماء یہود پہنچانتے تھے کہ یہ وہی آخری نبی ہیں جن کی پہلے انبیاء بشارتیں دیتے چلے آئے ہیں اوران کی علامتیں توریت وانجیل میں تھیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَ هُمْ (البقرۃ ۱۴۶)

وہ حضور کو اپنے بیٹوں کی طرح پہنچانتے تھے، مگر مانتے نہ تھے۔ یعنی حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو نبی ورسول ہی جانتے اور پہچانتے تھے مگر بات نہ مانتے تھے نہ نبی ورسول مانتے تھے اس لئے ایمان سے محروم رہے۔ آج بھی ایک طبقہ اسی فریب اور دھوکہ میں ایمان سے محروم ہے۔ قرآان مجید میں ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ ظُلْماً وَعُلُوّاً (النمل: ۱۴)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا محض تکبر کی وجہ سے انکار کرتے ہیں مگر دل ان کے یقین کئے ہوئے ہیں۔

اب حاصل ایمان بالغیب کا یہ ہوا کہ فقط جاننے پہنچاننے اور یقین کرنے کا نام ایمان نہیں ہے بلکہ ایمان ماننے کا نام ہے۔ اللہ کی ذات وصفات اور کلام وکتاب کو ماننا ایمان باللہ ہوگا۔

رسول کی ذات کو صفت رسالت ونبوت اور ہدایات وتعلیمات جو حتمی اور قطعی طور پر ثابت ہوں ان تمام کو بلا چوں وچرا حق وسچ جاننا اور ماننا ایمان ہوگا، یعنی ایمان بالرسول ہوگا۔ امید ہے کہ آپ حضرات ایمان کا مفہوم اور معنی سمجھ گئے ہوں گے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

اسلام

قلب سے جن باتوں کو حق جاننا اور ماننا ضروری ہے اسی کا اعضاء و جوارح سے اظہار و اطاعت کرنا اسلام ہے۔

لغت کے اعتبار سے ایمان اور اسلام الگ الگ مفہوم رکھتے ہیں مگر شریعت میں ایمان بغیر اسلام کے یعنی ظاہر اطاعت وفرمانبرداری کے اور اسلام بغیر ایمان یعنی تصدیق قلبی اور دل سے حق وسچائی کا یقین کئے بغیر معتبر نہیں۔

اہلِ قبلہ کی تکفیر کا مسئلہ

یہاں ایک بات اور بھی ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ اہل قبلہ کی تکفیر کب ہوگی اور کب نہیں ہوگی۔ تو اس سلسلہ میں ایک بنیادی اصول اور بات جو تمام اہل سنت والجماعت کے درمیان متفق علیہ اور سبھی نے اس کو مانا اور تسلیم کیا ہے وہ یہ ہے کہ اہل ایمان اور اہل قبلہ وہی لوگ شمار ہوں گے جو معروف اور مشہور دین کے بنیادی اور اہم و ضروری امور کی تصدیق کرتے ہوں یعنی مانتے ہوں۔ کسی ایک اہم اور دین کی بنیادی ضروری باتوں کو نہ جھٹلاتے ہوں نہ ہی انکار کرتے ہوں جس کا دین میں ماننا قطعی اور ضروری ہو۔

لہٰذا جو شخص دین کے بنیادی اور ضروری کسی ایک بات کا بھی انکار کردے گا وہ شخص یقینی دائرہ اسلام سے خارج اور باہر سمجھا جائے گا اور اہل قبلہ میں شمار نہ ہوگا گرچہ بظاہر کتنا ہی نماز وروزہ کا پابند ہو اور دن میں پچاس بار نمازیں ادا کرتا ہو۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

محض کلمہ شہادت پڑھ لینا مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں ان تمام امور کی تصدیق ضروری اور لازمی ہے کہ جن کا دین سے ہونا قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو گیا ہو۔

خاص توجہ دینے کی بات

(۱) جوامور ظنی طور پر ثابت ہوئے ہوں ان کی تصدیق ایمان کا جز نہیں اور نہ انکار کفر کے درجہ تک پہنچا تا ہے۔

(۲) جوامور احادیث صحیحہ سے ثابت ہوں اور تواتر کے درجہ کو نہ پہنچے ہوں ان کے انکار سے اگر چہ کفر لازم نہیں مگر گمراہی یقینا ہے، اور کفر کا اندیشہ ہے۔

(۳) گمراہی کا حکم بھی اس شخص کے لئے ہے جو کسی ایسے خاص امر کا انکار کردے جو خبر واحد سے ثابت ہو۔

(۴) جو شخص سرے سے ہی حدیث مبارکہ کا منکر ہوا اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وافعال کو حجت نہ سمجھتا ہو وہ بلا شبہ اسلام سے خارج اور کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شبہ کرے وہ بھی کافر ہے۔ (معارف القرآن کاندھلویؒ)

قرآن مجید سے مقام رسالت ونبوت میں ہدایت کی ضمانت

(۱) قُلۡ اِنَّنِیۡ هَدٰىنِیۡ رَبِّیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ (انعام:۱۶۱)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو میرے رب نے ایک سیدھا راستہ بتلا دیا ہے۔

(۲) وَاِنَّكَ لَتَدۡعُوۡهُمۡ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ (المومنون: ۷۳)

ترجمہ: اور آپ ان کو سیدھے رستہ کی طرف (جو حق ہے) بلا رہے ہیں۔

(۳) اِنَّكَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ () عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ (یٰسین: ۴)

ترجمہ: بیشک آپ رسولوں میں سے ہیں بالکل سیدھے راستے پر ہیں۔

(۴) اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ (الزخرف: ۴۳)

ترجمہ: آپ بیشک سیدھے راستہ پر ہیں۔

(۵) وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (الشوریٰ: ۵۲)

ترجمہ: اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ایک سیدھے راستہ کی ہدایت کر رہے ہیں۔

سورہ فاتحہ میں اللہ رب العزت نے ہمیں دعا سکھلائی تھی کہ یا اللہ ہمیں سیدھے راستہ کی رہنمائی فرما اور سیدھا راستہ جس پر چل کر آپ تک ہم پہنچ جائیں اور آپ کا انعام حاصل کرلیں۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کرلی اور سیدھے راستے کی طرف بلانے والا صادق وامین اور تصور سے بالاتر مشفق ومخلص نبی عطا فرمایا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے تین خاص نعمتوں کا ان آیتوں میں خلاصہ کیا ہے۔ (۱) ایک یہ کہ راستہ سیدھا ہے، صاف شفاف ہے، ٹیڑھا ترچھا نہیں۔ دین اسلام نورِ قرآن اور ہدایات پیغمبر اسلام بالکل سیدھا راستہ ہے۔ اور (۲) دوسرے بہت ہی اہم اور ضروری اللہ کی عنایت سے ہمیں محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت ملی جس میں ہدایت کی ضمانت اور دارین کی فوز وفلاح کی ہر سعادت ہے اور صراط مستقیم کی راہ ملی ہے۔ یعنی ہمارے پیشوا اور مقتدا ہمیں جس راستے پر لے جا رہے ہیں وہ بذات خود اللہ تعالیٰ کی جانب سے مہتدی اور صراط مستقیم کے امام ہیں یعنی ہمارا نبی ہی ہمیں صراط مستقیم کی راہ لے جا سکتا ہے اگر کسی نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایات وتعلیمات کو خواہ وہ عملی نمونہ کے ذریعہ دی گئی ہوں یا ارشادات واحادیث مبارکہ کے ذریعہ، چھوڑ دے گا تو وہ سیدھے راستہ پر بھی نہ چل سکے گا۔ بہت ہی مشہور شعر ہے

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہر گز بمنزل نخواہد رسید

کیونکہ راستے گمراہی کے بہت ہیں نبی ورسول کی ہدایات وتعلیمات کو چھوڑ دینا

بذات خود تمام گمراہیوں کی جڑ اور ماں ہے نبی علیہ السلام کے ارشادات کے سہارے ہم حضورؐ کی معیت اور مصاحبت اختیار کرتے ہیں اور جو نبی علیہ السلام کی احادیث مبارکہ کو مان کر آخرت کی منزل کو اپنی بدانجامی سے ڈرتے ہوئے سنوار لے گا، بچالے گا، اللہ کی رضا کو ضرور پائے گا، اور جس شخص کو اپنے انجام کی فکر اور بری عاقبت کا ڈر ہی نہ ہو وہ نبی کی ہدایات واحادیث مبارکہ اور سیدھے راستہ پر کب چلے گا یقینا ٹیڑھا رہے گا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدھی بات میں بھی اپنی کج روی سے نقص وعیب نکالے گا وہ راہ یاب نہیں ہوسکتا۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (الفاتحة:٦)

(۱) ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صراط مستقیم، اور سیدھے راستہ پر ہیں اور اس کی شہادت اللہ پاک دے رہے ہیں جیسا کہ آیت انک علی صراط مستقیم بتلا رہی ہے۔

(۲) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے راستہ کی طرف دعوت دے رہے ہیں اس کی بھی شہادت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی آیت میں دی ہے۔

وَاِنَّکَ لَتَدْعُوْھُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (المؤمنون:۷۳)

(۳) اور اللہ تعالیٰ نے خود ہی حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صراط مستقیم کی رہنمائی فرمائی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ اِنَّنِیْ ھَدَانِیْ رَبِّیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ (الانعام ۱۶۱)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کے ضروری تینوں امور کو بیان فرما دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کی رہنمائی اور نگرانی میں سیدھے راستہ پر ہیں لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات وارشادات سب کے سب حق وصداقت کے ساتھ ہدایت کی ضمانت ہیں۔

(۴) اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں چلنا دارین کی فوز وفلاح اور صراط مستقیم کی سعادت سے گامزن ہونا ہے۔

(۵) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدایات وارشادات سے منہ موڑنا سراسر گمراہی اور سخت گمراہی میں اپنے کو ہلاک کرنا ہے۔

قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد ہے۔

وَادۡعُ اِلٰی رَبِّكَ اِنَّكَ لَعَلٰی هُدًی مُّسۡتَقِیۡمٍ (الحج:۶۷)

ترجمہ: اور تو بلائے جا اپنے رب کی طرف بیشک تو ہے سیدھی راہ پر سوجھ والا۔

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہدایت پر گامزن ہیں۔ دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی بیان کررہے ہیں کہ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدھے راستہ کی طرف بلارہے ہیں۔

تیسری اہم بات یہ کہ راستہ بھی سیدھا اور صاف شفاف ہے کوئی کجی نہیں اگر کوئی کجرو نبوت ورسالت کی تعلیمات وہدایات کو چھوڑ کر نفس اور شیطان کی راہ اختیار کرتا ہے تو یہ اس کی اپنی گمراہی اور بدنصیبی ہے۔

مقام نبوت اور حقوق نبوت کی اہمیت

ایک قرآن مصحف کی شکل میں تھا اور دوسرا اسوہ رسول کی شکل میں تھا، ایک خاموش تھا تو دوسرا بولتا ہوا یعنی ناطق تھا۔ قرآن مجمل تھا احادیث اس کی تفصیل تھی۔

(۱) قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی ایک جامع کتاب ہے اور قرآن مجید کی عملی جامع ذات محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ (مسند احمد:۲۴۶۰۱)

(۲) قرآن مجید کی بے شمار آیات نبی علیہ السلام کے ارشادات وہدایات اور

تعلیمات کے بعد واضح ہو کر سامنے آتی ہیں۔

(۳) قرآن مجید کی جامعیت کو بیان کرنے کی غرض سے بعثت نبوی منجانب اللہ ہوئی ہے۔

(۴) قرآن مجید سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بغیر چارہ نہیں۔

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے جس طرح قرآن نازل ہوا ہے اسی طرح رسول کے واسطہ کے بغیر قرآن سمجھا نہیں جا سکتا اور جو بھی رسول کے واسطہ کے بغیر قرآن سمجھنے کا دعویٰ کرے گا سو فیصد گمراہ ہوگا۔

(۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہی اس لئے گیا ہے کہ قرآن مجید کی آیات میں اللہ تعالیٰ کی مراد اور منشا کیا ہے، اس کی وضاحت رسول اللہ کے ذریعہ امت کو دی جائے۔ لہٰذا جو رسول اللہ کے بغیر قرآن مجید کے مفہوم و معانی تک پہنچنے کا دعویٰ کرتا ہے وہ غلط ہی نہیں سراسر گمراہ ہے۔

(۷) اللہ رب العزت کا نظام ہدایت یہ ہے کہ پہلے فرشتہ کے ذریعہ رسول اللہ کو تعلیم دی جاتی ہے پھر رسول اللہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوتے ہیں کہ اللہ کی مخلوق کو اس کی تعلیم دیں اور یہ بات خود قرآن مجید نے ہم کو بتلائی ہے۔

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰىۙ ذُوْمِرَّةٍ (النجم: ۵)

ان کو ایک فرشتہ تعلیم کرتا ہے جو بڑا طاقتور ہے

(۸) قرآن مجید ایک عملی کتاب ہے نہ کہ محض علمی، اور عملی کتاب کے حکم اور امر پر رسول اللہ کی زندگی قرآن مجید کا عملی نمونہ ہوتی ہے تا کہ حق تعالیٰ کے نزدیک اس عمل کی شکل وصورت اور ہیئت کیا ہے وقت کا نبی ورسول اس کو عملاً کر کے امت کو بتلا دیتا ہے تا کہ آیت کی عملی صورت نمایاں ہو جائے اور یہ مقام نبوت ہے۔

(۹) کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کی جامعیت اور اس کی صحیح مراد سمجھنے کے لئے یقینا ایک ایسے ربانی معلم کی ضرورت ہے جو اپنی عقل سے نہیں بلکہ حق تعالیٰ ورب ذوالجلال سے بلا واسطہ علم حاصل کر کے حسب ضرورت امت کو آیات کی مراد وتفصیل سے باخبر کرتا رہے، ہم اسی کو نبی ورسول کہتے ہیں۔

(۱۰) کتاب اللہ قرآن مجید کے ساتھ اگر معلم یعنی نبی ورسول نہ ہو تو ایسا ہی ہے جیسا کہ معلم تو ہو اور اس کے ساتھ کتاب نہ ہو۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ نبی ورسول کے ساتھ کتاب ہدایت بھی ہو اور کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ اس کا معلم نبی ورسول بھی ہو۔ نہ کتاب اللہ کو رسول اللہ سے یا نبی اللہ سے جدا کیا جاسکتا ہے نہ ہی رسول اللہ اور نبی اللہ کو کتاب اللہ سے جدا کیا جاسکتا ہے۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ سے رسول اللہ کو جدا نہیں کیا جاسکتا۔ یعنی جو رشتہ اللہ اور رسول کے درمیان ہے اسی طرح کتاب اللہ سے احادیث رسول اللہ کا رشتہ ہے نہ ہی کتاب اللہ سے احادیث رسول اللہ کو جدا کیا جاسکتا ہے نہ ہی احادیث رسول اللہ سے کتاب اللہ کو الگ کیا جاسکتا ہے۔ اللہ ورسول ہی امت کے ایمان کی اساس اور بنیاد ہیں، ایک دوسرے سے علاحدہ نہیں، اسی طرح قرآن مجید سے احادیث رسول کو جدا نہیں کیا جاسکتا، قرآنی آیات کی ہی تشریح احادیث نبوی کے ذریعہ ہوتی ہے اور یہی نبوت کا وظیفہ ہے۔

اسوۂ رسول کی قرآن سے حجیت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (الاحزاب: ۲۱)

ترجمہ: تم لوگوں کے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے جو اللہ سے اور روزِ

آخرت سے ڈرتا ہوا اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔ (تھانویؒ)

مذکورہ آیت قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کو آگاہ کر رہی ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندگی کے تمام مراحل اور حالات میں داخلی ہو یا خارجی الغرض معاد ہو یا معاش منبع البرکات اور بہترین نمونہ اور پیشوا ہیں۔۔۔مگر یہ بات کن لوگوں کے لئے ہے اس کو

لِمَنْ كَانَ يَرْجُوْاللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ (الاحزاب:۲۱)

میں حق تعالیٰ نے واضح کیا ہے یعنی جو اللہ تعالیٰ سے خوشنودی کی ملاقات اور آخرت کا اجر وثواب چاہتا ہو وہی رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسوہ اور نمونہ بنائے گا۔ اللہ اکبر۔ کتنی بڑی حقیقت سے پردہ ہٹایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ میں اللہ تعالیٰ سے بحالتِ رضوان ملاقات کے ساتھ ساتھ آخرت کے اجر وثواب کی ضمانت وبشارت حق جل مجدہ نے دی ہے۔

اور پھر نُوْرٌ عَلٰی نُوْر۔

وَذَكَرَاللهَ كَثِيْراً (الاحزاب:۲۱)

سے آگاہ کیا گیا کہ اسوہ رسولِ خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیری ذکر کثیر کی برکت سے حاصل ہوگی۔

کلام اللہ کا عملی نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں

سورۃ احزاب کی آیت:۲۱ سے واضح طور پر ان لوگوں کا خیال وگمان باطل ہو جاتا ہے جو سنت کے منکر ہیں، قرآن نے جن اعمال کو اللہ تعالیٰ کے قرب اور رضا کا ذریعہ بتلایا ہے، ان تمام اعمال کو حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر کر کے بتلایا اور امت کو سکھلایا۔ ہماری سعادت اسی میں ہے کہ ہم حضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کونمونہ بنا کر قرآن مجید پر عمل کریں۔ مثلاً نماز کا حکم اللہ تعالیٰ کا ہے مگر یہ کس طرح ادا کیا جائے عملی طور پر نماز کا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھلایا۔ حج اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، تفصیل اس کی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ نے جانا۔ زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کا فرمان وفریضہ ہے، مقدار کا تعین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ نے جانا۔ لہٰذا مراد ربانی کی تبیین وتشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی، کیا احادیث کے بغیر قرآنی مفہوم کو سمجھنا ممکن ہے؟ بغیر حدیث کی مدد کے قرآن کی تشریح محال ہی نہیں سراسر گمراہی اور بے راہ روی ہے۔ لہٰذا جس طرح اللہ تعالیٰ سے رسول اللہ کو جدا نہیں کیا جاسکتا قرآن سے حدیث کو جدا نہیں کیا جاسکتا ہے۔

ہم پہلے ہی لکھ آئے ہیں کہ ایمان باللہ سے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور تمام کتابیں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہیں ان پر ایمان لانا ضروری ہے، اسی طرح ایمان بالرسول یا ایمان بالرسالت سے رسول کی صفت نبوت کے ساتھ نبی کے حکم وفرمان پر بھی ایمان لانا ضروری ہے ایسا گمان کہ ایمان بالرسول سے مراد محض رسول کی تصدیق کرنا ہے درست نہیں کیوں کہ ان کی باتوں کا انکار کرنا کفر وگمراہی ہے۔ قرآن نے بار بار رسول کی اطاعت کا حکم اسی نزاکت کے پیش نظر کیا ہے اور ایمان بالرسول بغیر اطاعت کے ناممکن ومحال ہے۔

ایمان باللہ کے ساتھ ایمان بالرسول کا مطالبہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے

(۱) فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِه (آل عمران: ۱۷۹)

ترجمہ: سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر۔ (مفتی تقی عثمانی)

(۲) فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِه (النساء:۱۷۱)

ترجمہ: سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر۔ (مفتی تقی عثمانی)

(۳) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ (الحدید: ۱۹)

ترجمہ: اور جو لوگ (سچے دل سے) ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر یہی لوگ ہیں صدیق۔ (مفتی تقی عثمانی)

(۵) فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ (التغابن: ۸)

ترجمہ: سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر۔ (مفتی تقی عثمانی)

ایمان باللہ اور بالرسول میں فرق نہیں کیا جاسکتا

۱) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ (النساء: ۱۵۲)

ترجمہ: اور (اس کے برعکس) جو لوگ ایمان لائے اللہ پر، اور اس کے سب رسولوں پر اور انھوں نے (ایمان کے سلسلہ میں) ان میں سے کسی کی بھی کوئی تفریق نہیں کی تو ایسوں کو عنقریب ہی اللہ عطا فرمائے گا ان کے اجر۔ (مفتی تقی عثمانی)

۲) اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ (النساء: ۱۵۰۔۱۵۱)

ترجمہ: بیشک جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ، اور اس کے رسولوں کے ساتھ، اور وہ چاہتے ہیں کہ (ایمان کے بارے میں) تفریق کریں، اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان۔ (مفتی تقی عثمانی)

۳) وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (النساء: ۱۳۶)

ترجمہ: اور جو شخص منکر ہو اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور آخرت کے دن کا تو وہ گمراہ ہو کر دور کی گمراہی میں جا پڑا۔ (مفتی تقی عثمانی)

(۶) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (النور: ٦٢)

ترجمہ: ایمان والے وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔

اسی آیت میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (النور: ٦٢)

ترجمہ: یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ (مفتی تقی عثمانی)

(۷) وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ○ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (النور: ۴۸-۴۷)

ترجمہ: اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لائے اور ہم فرماں بردار ہیں پھر اس کے بعد ان میں سے ایک فریق روگردانی کر لیتا ہے، اور یہ لوگ مومن نہیں ہیں، اور جب انھیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرما دے تو ان میں سے ایک فریق اسی وقت پہلو تہی کر لیتا ہے،۔ (مفتی تقی عثمانی)

(۸) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (الانفال: ۲۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم حکم مانو اللہ کا اور رسول کا جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندہ کرتی ہے۔ (مفتی تقی عثمانی)

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ (آل عمران: ۱۷۲)

ترجمہ: جن لوگوں نے اللہ اور رسول کے حکم کو مان لیا اس کے بعد کہ ان کو زخم پہنچ چکا تھا۔ (مفتی تقی عثمانی)

(۹) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (النساء:۱۳۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور رسولوں پر۔

(۱۰) كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (آل عمران: ۸۶)

ترجمہ: اللہ کیونکر ہدایت دے اس قوم کو جنہوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر اختیار کرلیا۔ حالانکہ وہ گواہی دے چکے تھے کہ بلاشبہ رسول حق ہے اور ان کے پاس واضح دلائل بھی آ گئے اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (مفتی تقی عثمانی)

(۱۱) لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (الفتح: ۹)

ترجمہ: تا کہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو، اور اس کی تعظیم کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کو۔ (مفتی تقی عثمانی)

(۱۲) وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا (الفتح: ۱۳)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو ہم نے کافروں کے لیے دوزخ تیار کر رکھا ہے۔ (مفتی تقی عثمانی)

(۱۳) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ

الصّٰدِقُوۡنَ (الحجرات: ۱۵)

ترجمہ: ایمان والے وہی ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر، پھر انھوں نے شک نہیں کیا اور انھوں نے اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا، یہ وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں۔ (مفتی تقی عثمانی)

ایمان باللہ کے ساتھ ایمان بالرسول کے مطالبہ کی علت وحکمت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایمان باللہ کے ساتھ ایمان بالرسول کا مطالبہ کیا ہے اور یہی دونوں سعادت اور رشد وہدایت کی اساس وبنیاد ہیں۔حق تعالیٰ نے شب معراج عرش اعظم پر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور تحفہ کے بقرہ کی آخری دو آیتیں عنایت فرمائیں۔

اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡهِ مِنۡ رَّبِّهٖ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓـئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ (بقرہ: ۲۸۵)

ترجمہ: مان لیا رسول نے جو کچھ اترا اس پر اس کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے بھی سب نے مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو۔ (شیخ الہندؒ)

اس آیت میں ایمان لائے اللہ پر یعنی اللہ کی ذات وصفات اور احکام کی اطاعت وفرماں برادری اور حق تعالیٰ کے تمام ارشادات کے تعمیل کی۔

اسی طرح ایمان بالرسول یہ ہے کہ تمام رسولوں کی رسالت ونبوت کی تصدیق و توثیق کے ساتھ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین کو مان کر ان کے تمام احکامات و ارشادات جو ثابت ہیں ان کو بلا چوں چرا ماننا اور حکم کی اطاعت کرنا ضروری ہے اس اہمیت کے پیش نظر قرآن مجید نے متعدد مقامات پر ایمان باللہ کے ساتھ ایمان بالرسول کو ذکر کیا ہے اور ایمان باللہ بغیر ایمان بالرسول کے اللہ تعالیٰ کے یہاں قطعاً

معتبر نہیں ہے اور ایمان بالرسول سے محض تصدیق مراد نہیں بلکہ ماننا اور اطاعت ضروری ہے جس پر تفصیل سے کلام آرہا ہے یہاں چند آیتیں جو ایمان باللہ کے ساتھ ایمان بالرسول کا مطالبہ کرتی ہیں ان کو ذکر کیا جاتا ہے۔ مثلاً

(۱) پاک وناپاک میں جدائیگی

(۱)مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (آل عمران:۱۷۹)

آیت (آل عمران :۱۷۹) میں اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنون اور مسلمانوں کو یونہی بغیر آزمائش وابتلاء اور خبیث وطیب کے درمیان فرق کیے نہیں چھوڑے گا اور اس کو بذریعہ وحی ورسول صاف واضح کردے گا، اہل ایمان کا شیوہ اور وطیرہ ہے کہ اللہ ورسول کی باتوں پر وثوق اور یقین رکھیں اور تقوی اور پرہیزگاری پر استقامت اختیار کرلیں۔ ارشاد ہے:

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ
(آل عمران:۱۷۹)

ترجمہ: سوتم یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور اگر تم یقین پر رہو اور پرہیزگاری پر تو تم کو بڑا ثواب ہے۔ (شیخ الہندؒ)

یعنی اللہ ورسول پر ایمان ویقین کے ذریعہ اہل ایمان کو پاک اور ناپاک، خبیث و طیب اور اچھے بڑے کی تمیز حاصل ہوتی ہے اور حق تعالیٰ بذریعہ وحی رسول سے اس کی وضاحت کردیتے ہیں اور رسول اہل ایمان کو باخبر کردیتے ہیں اور ہم رسول پر اعتماد و یقین کر کے مان لیتے ہیں۔ اگر رسول کے رسالت کی تصدیق کی اور بات نہ مانی تو اس

تصدیق کا اعتبار قطعاً نہیں۔

(۲) سورہ النساء کی آیت ۱۷۱ میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تردید کی ہے کہ اللہ تعالیٰ سارے جہاں کے خالق ومالک ہیں، نہ کسی مخلوق میں اس کے شریک بننے کی قابلیت ولیاقت ہے اور نہ ہی اس کی ذات پاک میں اس کی گنجائش اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کو اس کی حاجت وضرورت، تو اللہ کو ایک مانو اور اس سلسلہ میں اس کے رسول کی بات پر یقین رکھو۔

فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِه۔ (آل عمران :۱۷۹)

سو مانو اللہ کو اور اس کے رسولوں کو۔

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ (سورۃ النساء: ۱۷۱)

بیشک اللہ معبود ہے اکیلا۔

آخر اللہ کو ایک رسول اللہ کے کہنے سے ہی تو ایک مانا ہے اسی طرح تمام امور میں رسول کی مان کر ایمان مضبوط کرو۔

(۳) آیت سورہ تغابن: ۸ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَالنُّوۡرِ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلۡنَا (التغابن:۸)

ترجمہ: سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے اتارا۔ (یعنی قرآن مجید)

(۴) آیت (سورہ حدید:۲۱) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اُعِدَّتۡ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ (الحدید:۲۱)

ترجمہ: تیار رکھی ہے واسطے ان کے جو یقین لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر۔ (شیخ الہندؒ)

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے وسیع وعریض جنت کی طرف ان لوگوں کو بلایا ہے

جواللہ ورسول پر ایمان ویقین رکھ کران کی بات مانتے ہیں۔

(۵) آیت (سورہ حدید:۱۹) میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جواللہ ورسول پر ایمان ویقین رکھ کر زندگی گزارتے ہیں ان کو سچے ایمان والے کا خطاب دیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ (الحدید:۱۹)

ترجمہ: اور جولوگ یقین لائے اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر وہی ہیں سچے ایمان والے۔(شیخ الہندؒ)

(۶) سورہ النساء آیت ۱۳۶، میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ (النساء:۱۳۶)

ترجمہ: اے ایمان والو یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل کی ہے اپنے رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل کی تھی پہلے۔(شیخ الہندؒ)

آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرمارہے ہیں کہ جو اسلام قبول کرے اور ایمان لے آوے اس کے لئے ضروری ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے تمام حکموں اور ارشادات پر دل سے یقین کے ساتھ حکم بجالاوے اور زبانی بات یا زبانی تصدیق کا اعتبار نہیں۔ زبانی تصدیق سے خود فریبی میں مبتلا نہ ہو۔

حق تعالیٰ نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ ایمان کا اعتبار اسی وقت ہوگا جب کہ اللہ ورسول کے تمام احکام پر کلی اور جزوی طور پر دل سے یقین کے ساتھ مانے اور دل کی گہرائی کے ساتھ یقین رکھے۔ اگر ان احکامات میں سے ایک پر بھی یقین نہ کرے گا تو اسلام وایمان عنداللہ معتبر نہیں۔ یہ تو محض زبانی ایک بول ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

قرآن کے الفاظ ومعانی دونوں ہی صاحب کتاب پر نازل ہوتے ہیں

ان تمام کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر جس طرح ایمان ضروری ہے اور ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات پر یقین کے ساتھ سرتسلیم خم ضروری ہے اور رسول پر ایمان لانے کے بعد رسول کے تمام دیئے ہوئے ارشادات و احکامات پر رسول اللہ کی حیثیت سے ان کے فرمودات پر یقین رکھنا اور ماننا اور اطاعت کرنا ایمان کے لئے ضروری ہے۔

اور یہ پہلے ہی لکھا جا چکا ہے کہ رسول کو اللہ سے جدا نہیں کیا جاسکتا اسی طرح قرآن سے حدیث کو علاحدہ نہیں کیا جاسکتا، اللہ کا تعارف رسول اللہ نے کرایا اور احادیث سے قرآنی آیات کی وضاحت ہوتی ہے۔ رسول کو بھیجا ہی اس لئے جاتا ہے کہ وہ آیات ربانی کی مراد کو زبان نبوت سے بیان کردے، گویا کہ احادیث قرآن کا بیان ہے۔ ظاہرسی بات ہے کتاب اللہ کی آیات کا بیان رسول اللہ ہی کرسکتے ہیں۔ جن پر قرآن نازل ہوا ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتلایا ہے کہ قرآن مجید کی آیات جس طرح نازل ہوئی ہیں معانی بھی اللہ تعالیٰ رسول پر نازل کرتا ہے جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ الفاظ بھی نازل ومحفوظ ہیں، اور معانی ومفہوم بھی نازل ومحفوظ ہیں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الفاظ قرآنی اور آیات ربانی کو سامنے رکھ کر غور فرماتے ہوں کہ اس آیت کا ایک مفہوم ومطلب یہ ہوسکتا ہے اور ایک یہ اور فلاں مطلب الفاظ کے قریب ہیں، لہٰذا یہی مراد الٰہی ہے، بلکہ آیات قرآنی کے بیان مراد اور معانی قرآنی کے کھول دینے کا ذمہ حق تعالیٰ نے خودلیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ عَلَيۡنَا جَمۡعَهٗ وَقُرۡاٰنَه (القیامہ:١٧)

ترجمہ: ہمارے ذمہ ہے اس قرآن کا (آپ کے سینہ میں) جمع کر دینا اور آپ کی زبان سے اسے پڑھوا دینا۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَه (القیامۃ:١٩)

ترجمہ: پھر ہمارے ہی ذمہ ہے اس قرآن کا بیان۔

آیت سے واضح ہو گیا کہ قرآنی آیات کا بیان بھی رسول کو اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے عطا کیا جاتا ہے۔

یعنی الفاظ و معانی اور بیان سب اللہ تعالیٰ صاحب قرآن کی زبان مبارک سے امت کو تعلیم فرماتا ہے یعنی سیدھی سی بات ہے کہ رسول پر یہ ذمہ داری منجانب اللہ ہوتی ہے کہ آیات قرآنی کی مراد ربانی سمجھ جائیں اور کھول کر بیان کر دیں۔ اور یہ منصب نبوت اور تبلیغ رسالت ہے۔

کیونکہ جس پر قرآن مجید نازل ہوا ہے وہی الفاظ کے ساتھ معانی اور مراد ربانی سے امت کو آگاہ کر دے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(١) وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (النحل:٤٤)

ترجمہ: اور آپ پر قرآن اتارا ہے تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ان کو آپ ان سے ظاہر کر دیں اور تاکہ وہ فکر کیا کریں۔ (تھانویؒ)

قرآن مجید سے صاحب قرآن کے بیان کی حجیت و جامعیت

آیت (سورہ نحل: ٤٤) میں حق تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ (النحل: ٤٤)

جو قرآن آپ پر نازل کیا گیا ہے اس کو کھول کھول کر امت کو بیان کر دیں تاکہ

آیات قرآنی سے اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان سے کیا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مراد کیا ہے۔ تاکہ لوگ اس سے واقف ہو جائیں۔

علامہ عثمانی لکھتے ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام یہ ہے کہ تمام دنیا کے لوگوں کے لئے اس کتاب کے مضامین خوب کھول کر بیان فرمائیں اور اس کی مشکلات کی شرح اور مجملات کی تفصیل کر دیں اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کا مطلب وہ ہی معتبر ہے جو احادیث رسول اللہ کے موافق ہو''۔ (تفسیر عثمانی)

الفاظ قرآنی کے ساتھ معانی قرآن کی حفاظت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صاف فرما دیا۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر: ۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوی فرائض میں ہے قرآن مجید کی آیات کی مراد اور مفہوم کو امت کے سامنے بیان کر دینا اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدرجہ اتم اس فریضہ کو ادا کیا۔ اگر آیات کی وضاحت و بیان میں جو احادیث صحیح آئی ہیں ان کو حجت نہ مانا جائے تو قرآن کے معانی کا ضائع ہونا لازم آتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے الفاظ کے ساتھ معانی کی بھی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے

وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر: ۹)

یا پھر یہ کہنا پڑے گا کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم قرآنی کی خلاف ورزی کی کہ مضامین قرآن کو بیان نہیں کیا۔ جب کہ یہ دونوں باتیں غلط اور نا قابل قبول ہیں یا پھر یہ کہا جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کر دیا تھا مگر وہ باقی یا محفوظ نہ رہ سکا تو اس کی بھی تردید

وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوۡن (الحجر: ۹)

سے ہوجاتی ہے۔ کیونکہ الفاظ اور معانی قرآن کی حفاظت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہورہی ہے حاصل یہ کہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی تشریح اور بیان ہے جو شخص سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسلام کی حجت ماننے سے انکار کرتا ہے درحقیقت وہ قرآن ہی کا منکر ہے اور حدیث کا انکار نبوت ورسالت کا بھی انکار ہے۔

احادیث رسول قرآن مجید کا بیان ہے

اسی لئے علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام کی تمام قرآن مجید اور کتاب اللہ کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم: ۴)

اور یہ بات حضرت عائشہ نے فرمائی کہ

وَ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ (مسند احمد: ۲۴۶۰۱)

آپ کی مکمل زندگی قرآن کا عملی نمونہ تھی

یعنی آپ کی زندگی قرآن مجید کے احکامات کا عملی نمونہ، اور مجمل قوانین کا بیان تھا جس کا حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم تھا خواہ وہ بیان قولی ہو یا عملی ہو یا تقریری ہو۔ الغرض سب کا سب قرآن مجید کی تشریحات تھیں اور کیسے نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۞ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (النجم: ۳،۴)

ترجمہ: اور نہ آپ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔ (تھانویؒ)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام عبادات، معاملات، اخلاق، عادات، سب کی سب وحی الٰہی اور قرآن مجید کا عملی بیان ہے، کیونکہ وحی کا لفظ

عام ہے، خواہ الفاظ کی وحی ہو جسے قرآن کہتے ہیں یا معانی کی ہو جسے سنت کہتے ہیں۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پوری حیات وزندگی میں جو بھی کیا وہ تمام کی تمام نگاہِ ربوبیت میں وحی الٰہی کی روشنی میں کیا اسی لئے نبی کی زندگی حجت ہوتی ہے، دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ
(النحل: ۶۴)

ترجمہ: اور ہم نے آپ پر یہ کتاب صرف اس واسطے نازل کی ہے کہ جن امور میں لوگ اختلاف کررہے ہیں آپ عام لوگوں پر اس کو ظاہر فرمادیں۔

آیت سے معلوم ہوا کہ اختلاف کو مٹانے اور ختم کرنے کا بیان نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو منجانب اللہ عطا کیا گیا ہے اور یہ بیان فرمان وارشادات نبوی سے ہی ہوسکتا ہے۔ خواہ یہ بیان قولی ہو یا عملی ہو یا تقریری قرآن مجید کی اصطلاح میں بیان ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اصطلاح میں اس کا نام حدیث یا سنت ہے۔ پھر حدیث یا سنت کی حجیت کا انکار تو سراسر قرآن مجید کا انکار ہے۔

حکیم الاسلام قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبندؒ لکھتے ہیں:

یہ بیان مبہمات قرآنی کے لئے ایضاح ہے مجملات قرآنی کے لئے تفصیل ہے۔

مشکلات قرآنی کے لئے تفسیر ہے۔

مخفیات قرآنی کے لئے اظہار ہے۔

کنایات قرآنی کے لئے تصریح ہے۔

جس کے بغیر اختلاف کا فیصلہ اور مرادات ربانی کی تعین کی کوئی صورت نہیں اس

لئے مجموعہ حدیث نبوی مجموعہ قرآن کے لئے یا ہر ہر حدیث نبوی الگ الگ کسی نہ کسی آیت کے لئے بیان ہے۔

اور آیتوں کے مضمرات چونکہ مختلف النواع ہیں اس لئے ان کے یہ بیانات مختلف النوع ہیں اور اس لئے ان کے اصطلاحی نام بھی جدا جدا ہو گئے۔ مثلاً

(۱) اگر آیت و روایت کا بعینہ ایک ہی مضمون ہے تو حدیث کو بیان تاکید کہا جائے گا۔

(۲) اگر آیت کے مختلف محتملات میں سے کسی ایک احتمال کو حدیث نے متعین کیا ہے تو بیان تعین کہا جائے گا۔

(۳) اگر آیت کا پیش کردہ حکم مقدار کے لحاظ سے مبہم ہے جسے حدیث سے مشخص کیا ہے تو بیان تقریر کہا جائے گا۔

(۴) اگر آیت کے کسی اجمال کو حدیث نے کھولا ہے اور پھیلایا ہے تو بیان تفصیل ہوگا۔

(۵) اگر آیت کے کسی چھوڑے ہوئے مضمون مثلاً کسی قصہ کے ٹکڑے کو، یا دلیل کے کسی مقدمہ کو حدیث نے اس کے ساتھ ملا دیا تو بیان الحاق کہا جائے گا۔

(۶) اگر آیت کے حکم کی وجہ حدیث نے ظاہر کی ہے تو بیان توجیہ کہا جائے گا۔

(۷) اگر آیت کے کسی کلیہ کا کوئی جزئیہ حدیث نے ذکر کر دیا تو بیان اصل ہوگا۔

(۸) اگر حکم آیت کی علت حدیث نے واضح کی ہے تو بیان تعلیل کہا جائے گا۔

(۹) اگر کسی قرآنی حکم کے خواص و آثار حدیث نے کھولے ہیں تو بیان تاثیر کہا جائے گا۔

(۱۰) اگر کسی حکم آیت کی حدود حدیث نے واضح کی ہوں تو بیان تحدید کہا جائے گا۔

(۱۱) اگر کسی عام کا کوئی فرد مشخص کر دیا ہو تو بیان تخصیص کہا جائے گا۔

(۱۲) اگر آیت کے کسی جزئیہ کے مشابہ کوئی جزئیہ کسی مشترک علت کی بنا پر حدیث نے پیش کیا ہو تو بیان قیاس کہا جائے گا۔

(۱۳) اگر آیت کے کسی اصول کلی سے حدیث نے کوئی جزئیہ مستنبط کر کے پیش کیا ہے تو بیان تفریع کہا جائے گا۔

(۱۴) اگر قرآن کے کسی جزئیہ سے حدیث نے کوئی کلیہ اخذ کر کے نمایاں کیا ہو تو بیان استخراج کہا جائے گا۔ (حدیث رسول کا قرآنی معیار، ص ۲۲)

حاصل ان تمام باتوں کا یہ ہے کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری حیات طیبہ قرآن مجید کا بیان عملی ترجمان تھی سنت کا انکار قرآن کا انکار ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع تو اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت و اتباع ہے

وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء: ۸۰)

جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، یہ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی قدر ہے، اس سے انحراف اور انکار ابدی ذلت و خسران کا باعث ہے۔ اطاعت پر تفصیلی کلام آئندہ اوراق میں آئے گا۔ انشاء اللہ۔

وہ لوگ جو سنت کو قرآن مجید سے جدا کر کے ایمان کا دعوی کرتے ہیں ان کا ایمان قرآن کی بعض آیتوں پر ہے اور بعض آیتوں پر نہیں اور ایسا ایمان اللہ تعالیٰ کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔

بعض آیت کو ماننا اور بعض کا انکار خطرہ سے خالی نہیں

اللہ کا ارشاد ہے:

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰى

اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ (البقرۃ: ٥٥)

ترجمہ: کیا تم لوگ کتاب الٰہی کی بعض باتوں کو مانتے اور بعض کا انکار کرتے ہو، ایسے شخص کی جزا سوائے اس کے کچھ نہیں کہ دنیا میں رسوائی ہو اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب کی طرف لوٹا یا جائے، تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے غافل نہیں۔

مذکورہ آیت سے بات صاف ہو جاتی ہے کہ بعض آیات واحکام کو مان لینا کافی نہیں جب تک کہ تمام آیات واحکام کو نہ مانے اور سب کی تصدیق نہ کرے۔ قرآن مجید کا بیان بھی جو حضور خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام نے بحکم ربانی فرمایا اس کو ماننا اور تصدیق کرنا بھی ایمان کے لئے ضروری ہے اور قطعیات اسلام میں سے ہے۔ اور یہ ایسا ہی ہے کہ رسول کی من چاہی باتوں کی تصدیق کی اور جو نفس کے خلاف ہوئی رد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اَفَكُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ
(البقرۃ: ٨٧)

ترجمہ: تو کیا پھر تم ایسے ہو گئے کہ جب کبھی رسول تمہارے پاس تمہاری خواہشات کے خلاف کچھ لے کر آیا تو تم نے سرکشی کی۔

فَفَرِيْقاً كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ (البقرۃ: ٨٧)

ترجمہ: پھر کسی کو جھٹلا دیا اور کسی کو قتل کرنے لگے۔

اللہ ورسول پر ایمان واطاعت میں تفریق ممکن نہیں۔ شروع میں لکھا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی قرآن مجید کی آیات بینات کے ذریعہ اہل ایمان سے ایمان باللہ، ایمان بالرسول، ایمان بالکتب، ایمان بالملائکہ، ایمان بالآخرۃ کا مطالبہ کیا ہے اور ایمان کے ذریعہ تمام ضروریات دین اور بنیادی باتوں پر راسخ یقین کے ذریعہ ہی

ایمان معتبر ہوتا ہے۔

قرآن مجید کی آنے والی آیت تنہائی وخلوت میں آخرت کے استحضار کے ساتھ پڑھ جایئے، اور اللہ ورسول پر ایمان کے بعد اطاعت باری تعالیٰ اور اطاعت رسول میں فرق کے جرم سے توبہ کیجئے اور دیدہ باطن میں ایمان کی حلاوت ولذت کی چاشنی سے محظوظ ومسرور ہوکر طمانیت وسکینت کی وجدانی روشنی سے لطف اٹھایئے۔

اللہ ورسول پر ایمان میں فرق کرنا کفر ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (النساء:۱۵۰،۱۵۲)

ترجمہ: جولوگ کفر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اوراس کے رسولوں کے ساتھ اور (یوں) چاہتے ہیں کہ اللہ کے اوراس کے رسولوں کے درمیان میں فرق رکھیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعضوں پرتو ایمان لاتے ہیں اور بعضوں کے منکر ہیں اور (یوں) چاہتے ہیں کہ بین بین ایک راہ تجویز کریں۔ایسے لوگ یقینا کافر ہیں اور کافروں کے لئے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کررکھی ہے۔اور جولوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے سب رسولوں پر بھی اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ ضروران کا ثواب دیں گے، اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے ہیں ، بڑے رحمت والے ہیں۔(تھانویؒ)

مذکورہ آیت میں حق جل مجدہ ایک بنیادی عقیدہ جو ایمان کے لئے ضروری ہے ارشاد فرمارہے ہیں کہ اللہ ورسول پر ایمان لانے میں تفریق کرنا کفر ہے۔ یعنی اللہ و رسول کے درمیان ایمان لانے میں تفریق کرنے کی کئی صورتیں ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کو مانے اور رسول کو نہ مانے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کو مانے اور کسی ایک رسول کو مانے اور دوسرے رسولوں کا انکار کردے جیسے یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں اور حضرت عیسیٰ اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں مانتے اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ اور دوسرے انبیاء کو مانتے ہیں مگر خاتم الانبیاء علیہ الصلاۃ والسلام کو نہیں مانتے۔

(۳) اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور تمام انبیاء ورسل پر بھی ایمان لائے جیسے مسلمان کہ اللہ تعالیٰ پر، اللہ کی تمام کتاب پر اور تمام ضروریات دین پر، تمام نبیوں اور رسولوں پر اور بطور خاص حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت پر تمام ارشادات و فرمودات پر جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ایمان لاتے ہیں اور مضبوط و پختہ یقین راسخ رکھتے ہیں یہ لوگ فوز وفلاح کے مستحق ہیں، اور یہ آیت ان کے لئے ہے:

أُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُمْ دَرَجَٰتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (انفال ۴:)

ترجمہ: سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں ان کے لئے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور ان کے لئے اہم مغفرت ہے اور عزت کی روزی۔ (تھانویؒ)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں وہی ایمان معتبر ہے جس میں اللہ کی ذات و صفات اور اللہ تعالیٰ کے تمام ارشادات اور فرمان پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح نبی ورسول کی نبوت ورسالت کے ساتھ نبی ورسول کے تمام ارشادات پر بھی ایمان

لانا ضروری ہے ورنہ ایمان کا اعتبار نہیں ہوگا چونکہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کا ارشاد ہے کہ ایمان باللہ اور ایمان بالرسول میں تفریق نہ کرو اور جو تفریق کرتے ہیں وہ

هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا (النساء: ۱۵۱)

وہ پکے کافر ہیں

کی فہرست میں داخل ہوں گے۔

(۴) ایک شخص اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر ایمان لاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی بعض آیات یا ارشادات کا منکر ہے یا حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبوت و رسالت کی تصدیق وتوثیق کرتا ہے مگر آپ کے بعض ارشادات وفرمودات یا سنت کی حجیت کا منکر ہے تو یہ بھی

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا (النساء: ۱۵۰)

کے تحت وعید میں داخل ہوگا۔ بات بہت ہی آسان وسہل ہے، اللہ تعالیٰ کے ہر حکم وارشاد پر جان قربان اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت وارشاد پر ہزار جان قربان اور جس طرح اللہ تعالیٰ سے رسول اللہ کو جدا نہیں کیا جاسکتا بعینہ اسی طرح قرآن مجید سے احادیث رسول کو جدا نہیں کیا جاسکتا ہے اور تفریق، ایمان باللہ اور ایمان بالرسول میں نہ کرنے کی تاکید اللہ تعالیٰ نے کردی ہے اور تفریق کرنے والا مومن نہیں ہوسکتا، اللہ کے ایمان کے ساتھ تمام نبیوں اور انبیاء علیہم السلام پر ایمان ضروری ہے۔

آیت سورہ النساء: ۱۵۲ کے تحت مولانا ادریس کاندھلویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ اور رسول کے درمیان تفریق

کرنا، اللہ کے کلام کو حجت سمجھنا اور پیغمبر کی حدیث کو حجت نہ سمجھنا قطعاً کفر ہے، اور جو شخص ایسا عقیدہ رکھے وہ پکا کافر ہے''۔

رسول اللہ کے فیصلہ پر راضی نہ ہونا کفر کی دلیل ہے

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (النساء: ۶۵)

ترجمہ: قسم ہے تیرے پروردگار کی لوگ ہرگز مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپ کو آپس کے جھگڑوں میں حکم اور منصف نہ بنائیں، اور پھر آپ کے فیصلہ کے بعد ذرہ برابر قلب میں کوئی انقباض نہ پائیں اور برضا ورغبت آپ کے فیصلہ کو اچھی طرح تسلیم کرلیں۔

معلوم ہوا کہ ایمان محض اقرار کرنے کا نام نہیں بلکہ شرط یہ ہے کہ پیغمبر کے حکم اور فیصلہ پر دل وجان سے راضی ہو اور برضا ورغبت اس کو تسلیم کرے اور کسی ایک بات کے تسلیم کرنے سے بھی انکار کردے تو قطعا کافر ہے۔

کفر کے لئے یہی ضروری نہیں کہ توحید ورسالت ہی کا انکار کرے جب ہی کافر ہو، جو حکم بھی دین کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی طور پر ثابت ہوا ہو اس کا انکار کفر ہے۔ مثلاً جس شے کی حکمت یا حرمت نصِ قرآنی یا حدیث متواتر سے ثابت ہو جیسے زنا اور لواطت اس کا انکار بھی کفر ہے۔

اللہ ورسول کی حرام کردہ حرام ہی ہیں

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا

حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہ (التوبۃ:۲۹)

ترجمہ: ان لوگوں سے ضرور جہاد وقتال کرو جو نہیں ایمان لائے اللہ پر اور یوم آخرت پر اور حرام نہیں سمجھتے ہیں اس چیز کو جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے۔ (معارف القرآن کاندھلویؒ ۱/ ۵۳)

قرآن مجید کی آیت کی تفسیر وتشریح قرآن ہی کی دوسری آیت سے واضح ہو تو اس کو قبول کرنا، ماننا اور یقین کے ساتھ عقیدہ راسخ رکھنا کمالِ ایمان اور رشد وہدایت کی دلیل ہے اور منہ کھولنا، غیر مناسب باتیں نکالنا اور شکوک وشبہات پیدا کر کے راہ فرار اختیار کرنا، نفاق وشقاق اور کفر والحاد کا راستہ ہے۔

سورہ توبہ کی آیت کی تشریح اگر سورہ حشر کی آیت سے کردی جائے تو بات بہت ہی کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ نبی ورسول کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے حکم شرعی بیان کرنے کی ہدایت دی گئی ہے تو تشریع رسول کو تشریع الٰہی کے متوازی قرار دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اٰتٰـکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَہٰـکُمْ عَنْہُ فَانْتَہُوْا (الحشر:۷)

ترجمہ: اور جو رسول لا کر دیں اس کو لے لو اور جس سے روک دیں اس سے رک جاؤ۔

سورہ توبہ کی آیت میں اللہ تعالیٰ اس شخص سے قتال کا حکم دے رہے ہیں جو اللہ ورسول پر ایمان نہ لائے اسی طرح اس شخص سے بھی قتال کا حکم ہے جو اللہ اور رسول کی حرام کی ہوئی اشیاء کو حرام نہ جانے۔ اللہ کی حرام کردہ اشیاء قرآن مجید کی آیات میں ملیں گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرام کردہ اشیاء حدیث نبوی میں ملیں گی اب اگر کوئی نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی حرام کردہ شئی کو حرام نہیں مانتا تو اس سے اللہ تعالیٰ کا

حکم ہے کہ قتال کرو کیونکہ وہ نبوت پر ایمان نہیں رکھتا کہ اگر ایمان رکھتا تو نبی کی حرام کردہ کو حرام ہی مانتا تو معلوم ہوا کہ وہ تمام احکام کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروع فرمایا ہے وہ آیت کا ہی بیان ہوگا جس کی رسول کو اللہ تعالیٰ نے خود احکام دینے کی ہدایت دی ہے۔

آیت کی تشریح میں اب حدیث کو ذکر کر دیا جائے تو کیا حرج ہے مثلاً:

اَلَا اِنِی اُوْتِیتُ الْقُرْآنَ وَ مِثْلَہٗ مَعَہٗ۔ (مسند احمد: ۱۷۱۷۴)

خبردار رہو، کہ مجھے قرآن کے ساتھ اس کا مثل بھی دیا گیا ہے۔

اور فرمایا گیا:

وَاِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلَ اللّٰہِ کَمَا حَرَّمَ اللّٰہُ (ترمذی: ۲۶۶۴)

اور یقینا رسول اللہ نے بعض چیزیں حرام کیں ہیں جیسے اللہ نے حرام کیں۔

مثلاً پورے قرآن مجید میں واشمہ (گودھنے والی) پر لعنت کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔مگر ہمارے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کی ہے تو یہ حدیث لعنت والی قرآن کی سورہ حشر کی آیت کا بیان ہوگا۔ چنانچہ ایک خاتون نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ قرآن میں تو اس کا تذکرہ نہیں ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے

وَمَآ آتٰکُمُ الرَّسُوْلُ (الحشر: ۷)

پوری آیت تلاوت کردی۔ خاتون حکم رسول سن کر خاموش ہوگئیں، تو یہ حکم رسول اس آیت کا بیان ہوکر قرآنی حکم ہوگیا اور ہمارے لئے لعنت سے بچنے کا ذریعہ ہوگیا۔ دراصل جو حجیت حدیث کے منکر ہیں وہ درپردہ منکر نبوت ورسالت ہیں انہوں نے رسالت ونبوت کے مقام کو نہیں پہچانا اور راہ سے بھٹک گئے۔ اللہ ایمان بالرسول کی حقیقت سے ایمان کو مستحکم فرما کر گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائے آمین۔

قرآن کے ساتھ حکمت وسنت کا ربط

قرآن مجید میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی بعثت کا مقصد بیان کیا گیا ہے اور حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہ السلام کی ایک دعا (سورہ بقرہ کی آیت ۱۲۹) میں حق جل مجدہ نے آیت ربانی بنا کر نقل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

(۱) رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ‌ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ (البقرہ:۱۲۹)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار اور اس جماعت کے اندر انہی میں کے ایک ایسے پیغمبر بھی مقرر کیجئے جو ان لوگوں کو آپ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کریں اور ان کو آسمانی کتاب کی اور خوش فہمی کی تعلیم دیا کریں اور ان کو پاک کردیں، بلاشبہ آپ ہی ہیں غالب القدرت کامل الانتظام۔ (تھانویؒ)

حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی دعا میں بعثت کے اہم مقاصد

حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ و السلام نے بارگاہ قدس میں دل کی گہرائی سے انسانیت کی خیرخواہی کے لئے اپنی ہی ذریت واولاد میں ایک نبی ورسول بھیجنے کی درخواست کی جو رب العزت نے قبول فرمایا۔ اس دعا میں منصبِ نبوت ورسالت کے فرائض منصبی بیان کئے گئے ہیں۔ ایک تلاوتِ آیات، کیونکہ تلاوت سے کتاب اللہ کے الفاظ اور کلمات کا علم ہوگا۔ نیز الفاظ کے بدل جانے سے معانی بدل جاتے ہیں اس لئے الفاظ قرآنی کی تلاوت نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے امت کے سامنے کی تاکہ الفاظ اور تلاوت بھی کلام اللہ کا من وعن محفوظ ہوجائے اور قرآن مجید کا ظاہر ہر

طرح کے تبدل وتغیر سے محفوظ ہو جائے۔

دوسرے

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ (البقرۃ:۱۲۹)

دوسرا مقصد نبوت و رسالت یہ ہے کہ وہ رسول امت کو اس کتاب کے معانی سکھائے اور الفاظ ربانی کے معانی کی تعلیم فرمائے اور آیات ربانی کی تعلیم وتعیین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرض منصبی میں داخل ہے تاکہ الفاظ قرآنی کو ٹھیک اسی لب ولہجہ میں جس میں وہ نازل ہوا ہے امت نبی ورسول سے سن کر محفوظ کرلے اور ان الفاظ کے معانی محض زبان دانی اور لغت سے زیادہ نبی کی تعلیم کو اساس و بنیاد بنائیں تاکہ معانی بھی تحریف سے مکمل محفوظ ہو کیونکہ تعلیم رسول سے ہی قرآنی تعلیم کا صحیح علم حاصل ہوسکتا ہے۔قرآن مجید کو تعلیمات رسول اور احادیث رسول سے جدا کرکے سمجھنا اور سمجھنے کی کوشش کرنا سخت ترین غلطی اور گمراہی کا دروازہ کھولنا ہے، اور بات بہت ہی سہل اور آسان ہے کہ عرب بھی فصحاء اور بلغائے عرب تھے، رسول کو بھیجنے اور تعلیم کی ضرورت ہی نہ تھی، مگر رب العزت نے تلاوت اور تعلیم کتاب کے بنیادی مقصد کے تحت ہی رسول کو بھیجا تاکہ امت گمراہی سے بچ سکے اور تعلیم کتاب کے لئے اس عظیم ذات کا انتخاب ہوا، جس کو حق تعالیٰ سے بذریعہ وحی ہم کلامی کا شرف ورتبہ عالیہ حاصل ہوا، جس کو اسلام کی اصطلاح میں نبی ورسول کہتے ہیں۔ نبی ورسول کے بھیجنے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ قرآن مجید کے معانی واحکام کی شرح وضاحت کے ساتھ بیان کردے۔جیسا کہ پہلے بھی لکھا جاچکا ہے کہ اللہ کا ارشاد ہے

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ ۔ (النحل:۴۴)

یعنی حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا ہی اس لئے گیا تھا کہ لوگوں کے روبرو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آیات کے مطالب اور مفہوم کھول کھول کر بیان کردیں جو

احادیث خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل میں آج بھی امت کے پاس موجود ہے۔

کیا بیانِ قرآنی بزبانِ نبوت ورسالت حجت نہیں؟

کیا بیان قرآنی بزبانِ نبوت ورسالت حجت نہیں؟ اگر یہ حجت نہیں تو پھر ایمان بالرسول کہاں رہا اور پھر آیت کی تکذیب لازم آتی ہے پھر بھی دھوکہ اور فریب یہ کہ ہم اول درجہ کے مسلمان اور محقق ہیں! ایسی تحقیق جو عاقبت وآخرت کو تباہ وبرباد کردے، اس سے اللہ کی امان وپناہ!۔

الغرض تلاوت کتاب اللہ اور تعلیم وتفہیم کتاب اللہ کے ذریعہ علم ظاہر اور علم باطن دونوں کو جمع فرمادیا گیا۔ تلاوت سے کتاب اللہ کے الفاظ اور کلمات اور لب ولہجہ کا علم ہوا اور کتاب اللہ کی تعلیم وتفہیم سے اس کتاب کے معانی اور حقائق اور معارف معلوم ہوئے اور ہر طرح کی ظاہری وباطنی تحریف سے بچالیا گیا۔

حکمت کے معنی اور مراد

بعثت ونبوت کا ایک اہم مقصد تعلیم حکمت بھی آیت میں آیا ہے اور حکمت کی تعلیم بھی ہنوز خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرض منصبی میں داخل ہے اب دیکھنا ہے کہ حکمت سے کیا مراد ہے اور حکمت کے کیا معنی ہیں عربی زبان میں حکمت کے مختلف معنی ہیں لیکن سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت میں دوسری آیات جس میں حکمت کا لفظ آیا ہے۔ جمہور صحابہ اور تابعین نے حکمت کی تفسیر وتشریح سنتِ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ جس طرح تلاوتِ قرآن اور تعلیم قرآن کا امر وحکم تھا اسی طرح نبوی تربیت کے ذریعہ مکارمِ اخلاق کے اصول وآداب سکھلانا اور بتلانا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی میں شامل تھا جس کو سنت رسول کہا جاتا ہے اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خلق عظیم دے کر بھیجا

تھا اس خلق عظیم کی تعلیم کو قرآن مجید نے حکمت کا نام دیا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الاخلاق (السنن الکبری: ۲۰۷۸۲)

یقیناً مجھے اعلیٰ اخلاق کی تعلیم وتربیت کے لئے بھیجا گیا ہے

اور اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً (سنن ابن ماجة: ۲۲۹)

میں تو معلم بنا کر ہی بھیجا گیا ہوں۔

اگر معلم جس کو خلق عظیم عطا کیا گیا ہو اس کی بات حجت نہ ہوگی اس کا خلق عظیم حجت نہ ہوگا، اس کی سنت وسیرت حجت نہ ہوگی تو پھر کس کی ہوگی اور جس کی سنت کی حجیت کے لئے قرآن مجید نے اعلان کر دیا ہو۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيْرًا (الاحزاب: ۲۱)

ترجمہ: تم لوگوں کے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے جو اللہ سے اور روزِ آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔ (تھانویؒ)

سبحان اللہ، حق جل مجدہ نے بہت جامع ترین اسلوب وانداز میں حجیت حدیث، سنت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء اور پیروی کے ذریعہ حق تعالیٰ کا قرب ورضا اور آخرت کی سعادت اور رشد وہدایت کی دعوت دی ہے اور یہ کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نمونہ، اسوہ اور حجت وہی خوش بخت وبانصیب بنائے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کی گرفت وپکڑ سے بچنا چاہتا ہے اور یہ سعادت ذکر کثیر کی برکت سے حاصل ہوگی۔ ذکر کثیر سے آخرت میں حضور حق کی پیشی اور حضور حق کی حاضری اور دیدار الٰہی کا شوق زندہ ہوگا اور ان تمام نعمتوں اور سعادتوں کا زینہ اسوہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے اور وہ یقیناً بلا ریب اہل ایمان کے لئے جنت سے بلند جنت پر

برہان ہے جس ذات کو حق تعالیٰ نے اسوہ بنایا، اگر ان کی بات ہی حجت نہیں تو دین و ایمان کی بنیاد ہی منہدم ہو جائے گی، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسوہ حسنہ رسولِ اعظم کو بنا کر فوراً فرمایا:

لِّمَنۡ كَانَ يَرۡجُوا اللّٰهَ وَالۡيَوۡمَ الۡاٰخِرَ (الاحزاب:۲۱)

اگر اسوہ رسولِ اعظم حجت نہیں تو نہ اللہ پر اس کا ایمان رہا نہ ہی آخرت پر ایمان رہا، اب وہ خود ہی فیصلہ کر سکتا ہے کہ اس کے پاس نجات کے لئے انکار حدیث اور سنت کی حجیت سے انحراف رہا اور وہ اسی پر خوش ہے تو رہے۔

سَيَعۡلَمُوۡنَ غَدًا مَّنِ الۡكَذَّابُ الۡاَشِرُ۔

قرآن مجید میں حکمت سے کیا مراد ہے؟

اب ہم قرآن حکیم میں حکمت کن کن مقامات پر آیا ہے وہ پیش کریں گے تا کہ حکمت سے سنت رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی حجیت پر دلوں کو شفا اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے عہدِ وفا مضبوط و مستحکم ہو، اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جلا بخشے۔ آمین

(۲) كَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا فِيۡكُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡكُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيۡكُمۡ وَيُعَلِّمُكُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُعَلِّمُكُمۡ مَّا لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ (البقرہ:۱۵۱)

ترجمہ: جس طرح تم لوگوں میں ہم نے ایک (عظیم الشان) رسول بھیجا تم ہی میں سے جو ہماری آیات واحکام پڑھ پڑھ کر تم کو سناتے ہیں اور جہالت سے ہم تمہاری صفائی کرتے رہتے ہیں اور تم کو کتاب الٰہی اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور تم کو ایسی مفید باتیں تعلیم کرتے رہتے ہیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی۔ (تھانویؒ)

حضرت ابراہیم علیہ والصلاۃ السلام نے جو دعا مانگی تھی جس کا تذکرہ سورہ بقرہ کی آیت میں ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی کہ کعبۃ اللہ کو مرجع خلائق اور قبلہ عالم بنایا اور دوسری دعا افضل الرسل ختم الرسول کی بعثت جو عظیم الشان رشد و ہدایت اور قیامت تک کے لئے نبی آخر الزماں ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دعا مانگی تھی حق جل مجدہ نے قبول فرمائی اور بارگاہ رب العزت سے جواب ملا:

قَدِ اسْتُجِيْبَ لَکَ هُوَ کَائِنٌ فِی آخِرِ الزَمَانِ۔ (تفسیر ابن کثیر)

تمہاری دعا قبول ہوئی اس شان کا نبی آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا۔

بیہقی کی روایت میں ہے:

عَنْ اَبِی اُمَامَۃَ قَالَ قُلْتُ یَا نَبِیَّ اللہِ مَا کَانَ أَوَّلُ بَدْءِ أَمْرِكَ؟ قَالَ: "دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ، وَبُشْرَى عِيسَى، وَرَأَتْ أُمِّي أَنَّهُ يَخْرُجُ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَتْ مِنْهُ قُصُورُ الشَّامِ (مسند احمد: ۲۲۲۶۱، درمنثور: ۱۲۹ ج ۱)

ترجمہ: حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی نبوت کی ابتدا کس طرح سے ہوئی حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ (سورۃ بقرہ آیت: ۱۱۹)

کا مصداق ہوں سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام نے میری بعثت کی دعا کی اور پھر میں اپنے بھائی عیسی بن مریم کی بشارت ہوں کہ انہوں نے میری آمد کی بشارت دی اور پھر میں اپنی ماں کا خواب ہوں کہ انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا کہ ان سے ایک نور نکلا ہے جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔

اور حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ خاتم

النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي عِنْدَ اللهِ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ، وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهِ، وَسَأُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِ ذَلِكَ، دَعْوَةِ أَبِي إِبْرَاهِيمَ (مسند احمد: ۱۷۱۶۳)

''میں اللہ تعالیٰ کے یہاں لوح محفوظ میں خاتم النبیین لکھا ہوا تھا اور آدم ہنوز مٹی اورگارے کے پتلے ہی تھے''۔ اور میں تمہیں اس کا تفسیر بتاؤں گا، یہ ہے میرے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا''۔

معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام نے جس نبی ورسول کے ظہور کی دعا کی تھی اس دعا کا مصداق خاتم النبیین سرور عالم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے بعد کوئی نبی نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سے ہی اللہ تعالی کے یہاں خاتم النبیین لکھے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السلام نے آپ کی بعثت کی دعا کی اور حضرت عیسی علیہ السلام نے خاتم الانبیاء کی آمد کی بشارت دی۔ (معارف القرآن کاندھلویؒ ۲۹۱ ج ۱)

مقصد کی طرف رجوع

عرض یہ کرنا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دعا مانگی تھی اس میں عرض کیا تھا آنے والے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب کے ساتھ حکمت وسنت بھی عطا کیجئے گا۔ جس کو حق تعالیٰ نے قبول فرمایا اور جب نعمتوں کے ذکر کا موقع آیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے نبی آخرالزماں کی بعثت کا ذکر کر کے یاددہانی کرائی اور

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (البقرۃ ۱۵۱)

کا بھی ذکر کیا۔ نبی کو کتاب کے ساتھ ساتھ حکمت وسنت یعنی کتاب کی آیتوں کی مراد ومعانی کا بیان بھی منجانب اللہ عطا کیا جاتا ہے اور حق تعالیٰ کتاب کی آیتوں کی وضاحت اور معانی کی تعیین بھی کردیتے ہیں، اسی کو قرآن مجید نے حکمت سے تعبیر کیا ہے۔ ظاہر سی بات ہے اللہ تعالیٰ کے کلام کی تشریح نبی ورسول نہ کرے گا تو کون کرے

گا۔اسی لئے قرآن مجید نے بار بار کتب کی تعلیم کے ساتھ حکمت وسنت کی تعلیم کو نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے فرائض میں بتلایا ہے،اس لئے اللہ ورسول پر ایمان کے ساتھ کتاب وحکمت پر بھی ایمان لانا ضروری ہے، آگے چل کر یہ بھی ذکر کیا جائے گا کہ کتاب جس طرح نازل ہوئی حکمت بھی نازل کی گئی ہے۔کتاب کو ماننا اور حکمت و سنت سے انحراف وانکار؟اس سے آیت کا انکار لازم آتا ہے۔

کتاب اللہ کے ساتھ سنت کی قرآنی حجیت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۳) وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

(البقرہ:۲۳۱)

ترجمہ: اور حق تعالیٰ کی جو نعمتیں تم پر ہیں ان کو یاد کرو اور خصوصاً اس کتاب اور مضامین حکمت کو اللہ تعالیٰ نے تم پر اس حیثیت سے نازل فرمائی ہیں کہ تم کو اس کے ذریعہ سے نصیحت فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔

مذکورہ آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نعمت کی یاددہانی کرا رہے ہیں، بطور خاص کہ اللہ تعالیٰ نے رشد وہدایت کے لئے کتاب اور حکمت کو اتارا یعنی قرآن کریم اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو عطا کی تا کہ کتاب کے ذریعہ اپنے علم اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اپنے عمل کی اصلاح اور درستگی کرو مثلاً نماز کا حکم تو اللہ تعالیٰ کا ہے اور نماز ادا کرنے کا طریقہ وسلیقہ ہم کو حکمت وسنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملا اور دونوں ہی ہمارے لئے باعثِ سعادت اور دونوں ہی بارگاہِ قدس میں قبولیت کے لئے حجت و برہان ہے کیا اللہ تعالیٰ کا حکم نماز کی ادائیگی کا بغیر سنت جو قرآن کی زبان میں حکمت ہے ممکن ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَنۡزَلَ عَلَیۡکُمۡ مِّنَ الۡکِتٰبِ وَالۡحِکۡمَۃِ (البقرۃ: ۲۳۱)

ایک مومن کے لئے جس طرح کتاب پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح حکمت پر بھی ایمان لانا ضروری ہے، ایک سے دوسرے کو جدا نہیں کیا جا سکتا اور دونوں ہی ایمان کی اساس و بنیاد ہیں۔

کتاب وحکمت پر اللہ تعالیٰ نے عہد لیا تھا

(۴) وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰہُ مِیۡثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیۡتُکُمۡ مِّنۡ کِتٰبٍ وَّحِکۡمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنۡصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقۡرَرۡتُمۡ وَاَخَذۡتُمۡ عَلٰی ذٰلِکُمۡ اِصۡرِیۡ قَالُوۡۤا اَقۡرَرۡنَا قَالَ فَاشۡہَدُوۡا وَاَنَا مَعَکُمۡ مِّنَ الشّٰہِدِیۡنَ (آل عمران: ۸۱)

ترجمہ: اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا انبیاء سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آوے جو مصدق ہو اس کا جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس رسول پر اعتقاد بھی لانا، اور اس کی طرفداری بھی کرنا، فرمایا کہ آیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا عہد قبول کیا وہ بولے ہم نے اقرار کیا، ارشاد فرمایا تو گواہ رہنا اور میں اس پر تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ (تھانویؒ)

فائدہ:۔ یہ عہد یا تو عالم ارواح میں لیا گیا یا جس وقت حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی ذریت کو نکالا گیا اور پھر عالم شہادت میں ہر نبی کے زمانہ میں اس عہد کی تجدید ہوئی۔

اور عہد میں کتاب کے ساتھ حکمت اور پھر رسول مبعوث پر ایمان اور اس کی

نصرت کا پختہ عہد لے کر حق تعالیٰ نے اپنی شہادت کی مہر لگا دی۔

اللہ تعالیٰ نے تین عہد لیا ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے تین عہد لیا ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے:

(۱) پہلا عہد، اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت واحدیت پر انسانیت سے لیا کہ یہ اسلام وایمان کی اہم ترین اساس اور بنیاد اور نجات ومغفرت کے لئے مضبوط عقیدہ و اہم ستون ہے۔اس کا تذکرہ سورہ اعراف کی آیت: ۱۷۲، میں ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ (اعراف، ۱۷۲)

ترجمہ: اور جب کہ آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی کے تعلق کا اقرار لیا، کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، سب نے جواب دیا کہ کیوں نہیں ہم سب تو اس واقعہ کے گواہ بنتے ہیں تا کہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس (توحید) سے (محض) بے خبر تھے۔

(۲) دوسرے عہد کا ذکر (سورہ آل عمران آیت: ۱۸۷) میں ہے، یہ عہد صرف اہلِ کتاب کے علماء سے لیا گیا تھا کہ وہ حق کو نہ چھپائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں جو احکام آئے ہیں ان کو سب کے سامنے بے کم وکاست کھول کر بیان کریں گے اور کسی حکم کو چھپائیں گے نہیں مگر انہوں نے اپنی دنیوی اغراض اور طمع نفسانی کی خاطر اس عہد کی پرواہ نہ کی، بہت سے احکام کو لوگوں سے چھپا لیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَاءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ (آل عمران: ۱۸۷)

ترجمہ: اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب سے یہ عہد لیا کہ اس کتاب کو عام لوگوں کے روبرو ظاہر کر دینا اور اس کو پوشیدہ مت کرنا سو ان لوگوں نے اس کو اپنے پس پشت پھینک دیا اور اس کے مقابلہ میں کم قیمت معاوضہ لے لیا سو بری چیز ہے جس کو وہ لوگ لے رہے ہیں۔ (تھانویؒ)

تیسرے عہد کا بیان (سورہ آل عمران کی آیت نمبر:۸۱) میں آیا ہے جو اوپر ذکر کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے یہ پختہ عہد لیا کہ جب تم میں سے کسی نبی کے بعد دوسرا نبی آئے جو یقینا پہلے انبیاء اوران کی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہوگا تو پہلے نبی کے لئے ضروری ہے کہ پچھلے نبی کی سچائی اور نبوت پر ایمان خود بھی لائے اور دوسروں کو بھی اس کی ہدایت کرے، سورہ آل عمران کی آیت:۸۱ میں رسول سے مراد محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی نبی بھی ایسا نہیں گزرا جس سے اللہ تعالیٰ نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور صفات کے بارے میں ایمان اور تائید ونصرت کا عہد نہ لیا ہو اور تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی امت کو محمد رسول اللہ خاتم النبیین پر ایمان لانے اور تائید ونصرت کی وصیت نہ کی ہو۔

نیز آیت سے یہ امر بھی خوب واضح ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عہد ومیثاق کتاب کے ساتھ حکمت پر بھی ایمان اور نصرت کا تھا اور کتاب کی جو تشریح اور توضیح زبانِ نبوت سے ہوگی اور قرآن کی مجمل آیت کا جو بیان بھی رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کریں گے وہ سب قرآن کی زبان میں حکمت ہے اور روزِ اول ہی اللہ تعالیٰ نے حکمت پر ایمان اور اس کی تصدیق اور اس کی مدد و نصرت یعنی سنت کی اشاعت و حفاظت کا عہد لے لیا تھا۔ اس لئے بجا طور پر یہ کہنا درست اور حق ہوگا کہ حکمت کا انکار قرآن کی آیت کا انکار ہوگا۔

حاصل کلام

مذکورہ مختصر وضاحت سے معلوم ہوا کہ پہلا عہد اللہ تعالیٰ نے تمام انسانیت سے اپنی احدیت و ربوبیت کا لیا اور دوسرا اہل کتاب سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو بغیر کسی کمی و زیادتی کے کھول کھول کر اللہ تعالیٰ کے بندوں کو پہنچا دیں گے اور تیسرا عہد تمام انبیاء علیہ السلام سے حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ میں لیا گیا کہ ان پر ایمان لائیں اور آنے والے کو وصیت کر جائیں کہ وہ جب حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہد و زمانہ پائیں تو ایمان لائیں اور ان کی ہر طرح نصرت و مدد کریں دین کی اشاعت میں۔

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا۔ قرآن مجید پر ایمان لانا اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احادیث وسنت پر ایمان لانا اور دین وشریعت محمدی علیہ الصلاۃ والسلام کے کامل و مکمل احکام جو قرآن میں یا احادیث وسنت سے ثابت ہیں ان پر ایمان لا کر اس کی نصرت و اشاعت کرنا یہ سب کا سب عہد میں داخل ہے۔ اسی مقصد کے تحت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَمَآ اٰتَیۡتُکُمۡ مِّنۡ کِتٰبٍ وَّحِکۡمَۃٍ

ایسا ہرگز نہیں کہ رسول کی اور کتاب کی تصدیق کی جائے اور حکمت وسنت کا انکار کر دیا جائے یا رسول پر ایمان لایا جائے اور رسول کی ثابت شدہ باتوں کا انکار کر دیا جائے یا غیر معتبر کہا جائے۔ اگر ایسا کوئی کرتا ہے تو اس کا ایمان و اسلام ہی غیر معتبر اور

نا قابل قبول ہو جائے گا اور عہد شکنی ہوگی۔

زبان نبوت سے قرآن کے بیان کو حکمت کا نام دیا گیا

اور اس کی نزاکت کو ذہن نشین کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ (آل عمران: ۸۱)

فرمایا کہ انبیاء سے یہ عہد لیا گیا تو امت کسی بھی طرح اس عہد سے علاحدہ نہیں ہوسکتی اور کتاب کی وضاحت رسول کے ذریعہ ہی ہوگی۔ ''یہی حکمت ہے'' گویا کہ رسول کی زبانی قرآنی آیات کے وضاحتی بیان کو قرآن کی زبان میں حکمت کہا گیا ہے اور حکمت پر ایمان اور اس کی نصرت واشاعت پر اللہ رب العزت نے عہد لیا ہے جس کا انکار خسارہ ونقصان کا باعث ہوگا۔ واللہ اعلم

آلِ ابراہیمؑ کو کتاب وحکمت

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ إِبْرٰهِيمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيمًا

(النساء: ۵۴)

ترجمہ: کیا دوسرے آدمیوں کی ان چیزوں پر جلتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں۔ سو ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کو کتاب بھی دی ہے اور علم بھی دیا ہے اور ہم نے ان کو بڑی بھاری سلطنت بھی دی ہے۔ (تھانویؒ)

آیت میں یہودیوں کے حسد کی تردید کی جارہی ہے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رسالت ونبوت محض اپنے فضل سے عطا کی تھی جو نعمت محض اللہ کے فضل سے ملی ہو اس پر حسد کرنا اور جلنا ایک نہایت غیر معمولی مذموم عمل اور

اپنے آپ کو حسد کی آگ میں جلانا ہے اور اللہ کے نعمت کی ناقدری بھی۔

دوسرے اللہ تعالیٰ نے اس بات کی بھی تردید کردی کہ حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آل ابراہیم کے ایک فرد جو خلق عظیم کی صفت سے مالا مال ہیں اولاد ابراہیم ہی تو ہیں جیسے یوسف، داؤد، سلیمان علیہم الصلاۃ والسلام، جس طرح ان لوگوں کو کتاب وحکمت عطا ہوئی اور تم مانتے ہو تو محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسد کیوں کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ فضل پر حسد کرنا غلط ہے، اس سے اگلی آیت (۵۵) میں اللہ تعالی نے واضح فرمادیا کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی کتاب اور حکمت وسنت پر ایمان نہیں لائے گا تو

"كَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا" (النساء: ۵۵)

سواس کے لئے کافی ہے جہنم کی بھڑکتی آگ۔

اس لئے یہ یادرکھنا چاہیئے کہ رسول پر، اس کی کتاب پر، اس کی حکمت وسنت پر ایمان لانا، یقین رکھنا ایمان کے لئے ضروری ہے، دنیا میں اس سے فرار آخرت کا خسران ہے۔ آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو حکمت وخطاب

وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَأٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ۔ (ص:۲۰)

ترجمہ: اور ہم نے ان کی سلطنت کو بڑی قوت دی تھی اور ہم نے ان کو حکمت اور فیصلہ کرنے والی تقریر عطا فرمائی تھی۔ (تھانویؒ)

یعنی حضرت داؤد علیہ السلام بڑے مدبر ودانا تھے۔ ہر بات کا فیصلہ بڑی خوبی سے کرتے اور بولتے تو نہایت فیصلہ کن تقریر ہوتی تھی۔ بہرحال حق تعالیٰ نے ان کو نبوت، حسن تدبیر، قوتِ فیصلہ اور طرح طرح کی علمی وعملی کمالات عطا فرمائے تھے۔ (تفسیر عثمانی)

حضرت داؤدعلیہ السلام کوبھی حق تعالیٰ نے حکمت سے نوازااورانبیاءعلیہم السلام کے مبارک بیان وارشادات کوقرآن مجید نے حکمت سے تعبیر کیا ہے۔سورہ بقرہ کی آیت ۲۵۱ میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے۔

وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ (بقرہ:۲۵۱)

ترجمہ: اوران کو (یعنی داؤدکو) اللہ تعالیٰ نے سلطنت اورحکمت عطا فرمائی اوربھی جوجومنظورہواان کوتعلیم فرمایا۔(تھانویؒ)

سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت میں حکمت سے مرادنبوت ہےاور وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ سے مرادبغیرآلات کےزرہ بنانااورجانوروں کی بولی سمجھانا،پرندوں اورچیونٹیوں کی بولی اورزبان سکھائی اورخوش آوازی عطا کی۔

اس لئے نبی کے کتاب پرایمان کے ساتھ نبی کی حکمت پربھی ایمان لاناضروری ہےاورنبی کوکتاب کے ساتھ حکمت بھی عطا کی جاتی ہےیعنی نبی کی تشریعی وضاحت کو حکمت کہتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ ابن مریم کوحق تعالیٰ نزول سے پہلے کتاب وسنت کاعلم عطاکرے گا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوبغیرمعلم کے کتاب وسنت کاعلم ہوگا۔انبیاءعلیہم السلام کا کوئی استاذ ومعلم نہیں ہوتابلکہ حق تعالیٰ کی جانب سے ان کوعلم عطاکردیاجاتا ہے۔

نیزحضرت عیسیٰ علیہ السلام جب قربِ قیامت آسمان سے نازل ہوں گے،تشریف لائیں گےتوتمام ترفیصلےشریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کےتحت کریں گےتوان کو حق تعالیٰ زمین پرنازل کرنے سے پہلے ہی قرآن مجیداوراحادیث رسول خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کاعلم عطاکردے گانہ کہ دنیامیں آنے کے بعدوہ شریعت محمدی خاتم

النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جستجو کریں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تورات وانجیل کے ساتھ قرآن وحدیث کا بھی منجانب اللہ تفصیلی وتشریعی علم عطا ہو چکا ہوگا۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (المائدہ:۱۱۰)

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے اے عیسیٰ ابن مریم میرا انعام یاد کرو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر ہوا ہے جب کہ میں نے تم کو روح القدس سے تائید دی۔ تم آدمیوں سے کلام کرتے تھے گود میں بھی اور بڑی عمر میں بھی اور جب کہ میں نے تم کو کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور تورات اور انجیل تعلیم کیں۔ (تھانویؒ)

سورہ آل عمران میں ارشاد ہے:

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ (آل عمران:۴۸)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ان کو تعلیم فرمادیں گے آسمانی کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور بالخصوص توریت اور انجیل۔ (تھانویؒ)

سورہ آل عمران اور مائدہ دونوں کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے تورات وانجیل کے علم کے ساتھ کتاب وحکمت کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تھے تو صرف تورات وانجیل ہی نازل ہوئی تھی قرآن مجید اور حکمت یعنی احادیث محمد رسول اللہ کا نزول اور ظہور ہی نہیں ہوا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے عیسیٰ کو تورات وانجیل کے ساتھ کتاب یعنی قرآن مجید اور حکمت یعنی سنت وشریعت محمدیہ کا علم عطا کیا تھا۔

تو معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب جب قیامت سے پہلے آسمان سے

نازل ہوں گے تو نزول سے پہلے اللہ تعالیٰ قرآن مجید اور حکمت یعنی سنت وشریعت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کامل ومکمل علم عطا کر دیں گے، جبھی تو بروز قیامت نعمتوں کو یاد دلا کر کتاب وحکمت کا تذکرہ فرمائیں گے۔

تو معلوم ہوا کہ حکمت سے مراد سنتِ خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام ہے اور اس کی اہمیت اس سے اور واضح ہوتی ہے کہ عیسی علیہ السلام جو اولوالعزم انبیاء ورسول ہیں ان کو بھی سنت کا علم عطا کیا جائے گا تا کہ نازل ہونے کے بعد سنت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے اور اپنی عیسوی نبوت کو مصطفوی حکمت وسنت سے منور ومجلی اور مزکی ومصفی کریں گے اور اس طرح ختم نبوت کے نور سے مستفیض ہوں گے۔

مومنین پر کتاب وحکمت کا احسان

اللہ تعالیٰ نے مومنین پر بے شمار احسانات کئے ہیں اور یہ امت اللہ تعالیٰ کے نظر عنایت ورحمت میں ہی دنیا وآخرت کی سعادتوں سے نوازی جائے گی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو نبی بھی رحمت والا بلکہ سراپا رحمت والا عطا کیا جس کو کلمۂ رحمت والا، دین وشریعت رحمت والی عطا کی، اور اس کی ہر شان کو رحمت ہی رحمت اور برکت ہی برکت بنایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

(ال عمران: ۱۶۴)

ترجمہ: حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جب کہ ان میں ان ہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں اور ان کو کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور بالیقین یہ لوگ قبل سے صریح غلطی میں تھے۔(تھانویؒ)

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (الجمعه: ۲)

ترجمہ: وہی ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں ان ہی کی قوم میں سے یعنی عرب میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو عقائد باطلہ و اخلاق ذمیمہ سے پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور دانشمندی کی باتیں سکھلاتے ہیں اور یہ لوگ آپ کی بعثت کے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔(تھانویؒ)

علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں:

آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار شانیں بیان کی گئی ہیں

(۱) تلاوتِ آیات، اللہ کی آیات پڑھ کر سنانا جن کے ظاہری معنی وہ لوگ اہل زبان ہونے کی وجہ سے سمجھ لیتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے۔

(۲) تزکیۂ نفوس، نفسانی آلائشوں اور تمام مراتب شرک و معصیت سے ان کو پاک کرنا اور دلوں کو مانجھ کر صیقل بنانا، یہ چیز آیات اللہ کے عام مضامین پر عمل کرنے اور حضور کی محبت اور قلبی توجہ و تصرف سے باذن اللہ حاصل ہوتی تھی۔

(۳) تعلیم کتاب وکتاب اللہ کی مراد بتلانا اس کی ضرورت خاص خاص مواقع میں پیش آتی تھی۔

مثلاً ایک لفظ کے کچھ معنی عام متبادر اور محاورہ کے لحاظ سے سمجھ کر صحابہ کو کوئی اشکال پیش آیا اس وقت آپ کتاب اللہ کی اصلی مراد جو قرائن مقام سے متعین ہوتی تھی بیان فرما کر شبہات کا ازالہ فرمادیتے تھے جیسے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ (الانعام: ۸۲)

کے متعلق صحابہ کو جب شبہ پیش آیا تو اس کا ازالہ فرمادیا کہ آیت میں ظلم سے مطلق معصیت مراد نہیں بلکہ شرک مراد ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان: ۱۳)

اور اس قسم کے بے شمار نظائر احادیث نبویہ میں موجود ہیں۔

(۴) تعلیم حکمت، حکمت کی گہری باتیں سکھلانا اور قرآن کریم کے غامض اسرار ولطائف اور شریعت کی دقیق وعمیق علل پر مطلع کرنا، خواہ تصریحاً یا اشارہ آپؐ نے اللہ کی توفیق واعانت سے علم وعمل کے اعلیٰ مراتب پر اس درماندہ قوم کو فائز کیا جو صدیوں سے انتہائی جہل وحیرت اور صریح گمراہی میں غرق تھی، آپؐ کی چندروزہ تعلیم وصحبت سے وہ ساری دنیا کے لئے ہادی ومعلم بن گئی، لہذا انہیں چاہئے کہ اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر پہنچانیں اور کبھی بھولے سے ایسی حرکت نہ کریں جس سے آپ کا دل متالم ہو۔ (تفسیر عثمانی)

مذکورہ دونوں آیت سے معلوم ہوا کہ نبی کا وظیفہ حکمت وسنت کی تعلیم امر الٰہی کو پورا کرنا ہے۔ آیات اللہ کی زبان نبوت سے جو وضاحت ہوگی اسی کو ہم حدیث کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی آیت میں وہ حکمت کے خوبصورت جامع لفظ سے تلاوت کیا جاتا ہے۔ حدیث کا انکار آیت میں حکمت کا انکار ہے اور در پردہ نبوت سے انحراف وانکار ہے۔

کتاب کے ساتھ حکمت کے نزول کی علت

قرآن حکیم سے پتہ لگتا ہے کہ کتاب کے ساتھ حکمت بھی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ
وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (النساء: ۱۳)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے نازل کی تجھ پر کتاب اور کام کی بات اور تجھ کو سکھایا جو تو نہ جان سکتا اور اللہ کا فضل تجھ پر بڑا ہے۔(کاندھلویؒ)

سورۃ بقرہ میں بھی آیا ہے۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ
وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ (بقرہ: ۲۳۱)

ترجمہ: اور حق تعالیٰ کی جو نعمتیں تم پر ہیں ان کو یاد کرو اور (خصوصاً) اس کتاب اور (مضامین) حکمت کو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر اس حیثیت سے نازل فرمائی ہیں کہ تم کو ان کے ذریعہ سے نصیحت فرماتے ہیں۔ (تھانویؒ)

اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو عالم کی رشد و ہدایت اور اندھیرے سے نور و روشنی، بدبو سے خوشبو، غلاظت سے نظافت، نجاست سے طہارت، کی طرف لانے کے لئے بھیجتا ہے اس لئے ان کو کتاب جس میں اللہ تعالیٰ کی مرضیات اور عبادت کے اصول اور فرائض سے باخبر کیا جاتا ہے۔

تو انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی مرضیات پر چلنے کی عملی شکل اور عبادت کی ہیئت اور فرائض کی ادائیگی کی عملی صورت کس طرح ہوگی اس کا بیان انبیاء و رسل فرماتے ہیں،

اور جو بھی آیات ربانی کی تشریح وتوضیح فرمائیں گے وہ حکمت ہوتی ہے، اور وہ قرآن و کتاب کا بیان ہوتا ہے، اس کی مثال تمام فرائض میں اور پوری شریعت کی وضاحت کی مکمل حکمت احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں محفوظ ہیں۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ کتاب چونکہ اللہ کی ہے اور رسول بھی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں، کتاب اللہ نے رسول پر نازل کیا تو رسول پر کتاب کے معانی ومفہوم بھی نازل کئے جاتے ہیں اور آیات کی مراد رسول ہی متعین کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ رسول پر الفاظ کے ساتھ معانی و بیان نازل کرتا ہے اور قرآن مجید کی زبان میں وہ حکمت اور ہماری اصطلاح میں وہ احادیث ہیں۔

اس لئے کسی بھی آیت کی مراد میں نبی ورسول کو شک یا تردد نہیں ہوتا ہے، اس آیت کا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے۔ نبی بلاتردد آیت کا معنیٰ متعین کر کے امت کو آگاہ کر دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے کلام کا معنیٰ نبی کے قلب و زبان پر جاری وساری کر دیتا ہے۔

ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ (القیامۃ: ۱۹)

پھر مجھ پر اس کا بیان ہے

اسی بیان الٰہی کے اظہار کو جو بزبان نبوت ہوتی ہے قرآن میں حکمت کہا گیا اور ہم احادیث کہتے ہیں، لہٰذا حکمت کا انکار قرآن مجید کی آیت کا انکار ہے اور حکمت کے انکار سے قرآن کے معانی کا انکار ہوگا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے الفاظ کے ساتھ معانی کی بھی حفاظت کی ہے، اور حفاظت ہوئی بھی ہے۔ اب اگر کسی کو تردد ہے، شک ہے تو وہ اپنی ایمانی حالت کا جائزہ لے کہ کیا وہ ایمان بالرسول رکھتا ہے یا شاید وہ اپنے جیسا شیطانی حملوں سے غیر محفوظ و مامون انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو جانتا ہے۔ عصمتِ انبیاء سے ناواقف ہے جس کی حفاظت وحراست نگاہِ ربوبیت میں ہوتی ہو۔

جس کے کلام و بیان کی عصمت

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى (النجم: ۳)

کے ذریعہ کی گئی ہو جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبوت و رسالت کے مقام پر فائز ہو کر

وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء: ۸۰)

کے مقدس و مطہر رتبہ پر مکین و امین ہو، اگر اس کی بات حجت نہیں ہوگی تو پھر کس کی حجت ہوگی۔

انبیاء پر حکمت کی بھی وحی نازل ہوتی ہے

اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو ربانی و رحمانی اخلاق وآداب سے مزین کر کے بھیجتے ہیں، اور جس قوم میں بھیجتے ہیں ان لوگوں کے لئے نبی کو کتاب بھی دیتے ہیں، کتاب کے ساتھ کتاب کا بیان بھی عطا کرتے ہیں اور ربانی و رحمانی اخلاق و آداب کی وحی نبی پر کی جاتی ہے، کبھی قرآن مجید اس کو بھی حکمت سے تعبیر کرتا ہے ،سورہ بنی اسرائیل آیت: ۲۳ میں حق تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو ہدایات دی ہیں کہ قرآن کے مطابق انسان کو کن کن صفات حمیدہ سے متصف اور مزین ہونا چاہئے اور ان کی تفصیلات بیان کر کے فرمایا گیا۔

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا

(بنی اسرائیل: ۳۹)

ترجمہ: یہ باتیں اس حکمت میں کی ہیں جو آپ کے رب نے آپ پر وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہے اور اللہ برحق کے ساتھ کوئی اور معبود تجویز مت کرنا ورنہ تجھے ملامت کر کے دھکے دے کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی زبان مبارک ومقدس سے امت کی صلاح وفلاح اور

ہدایت وسعادت کے جو بھی ارشادات صادر ہوتے ہیں وہ تمام کے تمام حکمت ہی حکمت ہوتے ہیں، اس سے انحراف وانکار اپنی سعادت، ہدایت کی راہ چھوڑنے کے علاوہ ایمان بالرسول اور ایمان باللہ کی راہ سے انحراف ہے۔ خواہ اپنے نفس کو خوش کرنے کے لئے جو بھی تاویل وتوجیہ فاسد کرلی جائے۔ بارگاہ رب العزت میں رسالت پر ایمان کے بعد ہی توحید قابل قبول ہوگی پھر نبی ورسول کی بات کو رد کر کے اور حجت نہ مان کر نبی ورسول پر ایمان کا دعویٰ کرنا اپنے آپ کو فریب دینا اور خوش فہمی میں مبتلا رہنا ہے اور کیا یہ دعویٰ عنداللہ قابل قبول ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ایمان بالرسول کی حقیقت سے ہمارے دیدہ باطن کو مطمئن اور منور کردے، رسول کی بعثت اسی لئے کی گئی ہے کہ امت ان پر اعتماد ویقین کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت نبی ورسول کی ہدایات پر اطاعت کی راہ اختیار کرلے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محبوبیت ومقبولیت حاصل کرلے اور اسی میں فوز وفلاح اور آخرت میں مغفرت کی ضمانت ہے۔

نبی ورسول کا ہر قول، فعل، عمل، اسوہ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بحیثیت نبوت و رسالت امت کے لئے باعث ہدایت اور برہان وحجت ہوتا ہے اور اسی کو قرآن مجید کی اصطلاح میں حکمت اور ہم اس کو سنت کہتے ہیں اس سے انکار وانحراف معصیت اور دارین کی فضیحت کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں راہ ہدایت وسنت پر استقامت عطا فرمائے اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کی توفیق کے ساتھ دل کو شیطانی شکوک وشبہات سے اپنی نگاہِ ربوبیت میں حفاظت وحراست فرمائے آمین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کا حکم

جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا گیا ہے کہ اللہ پر ایمان اسی وقت معتبر ہے جب کہ رسول پر بھی ایمان وایقان ہو، ورنہ ایمان کا اعتبار قطعاً نہیں ہوگا یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا

پیغام اور حکم نبی ورسول ہی کے واسطہ وذریعہ سے امت کو ملے گا، اگر نبی ورسول کی معصوم ذات پر اعتماد واعتقاد کرکے ان کی اطاعت کو امر الٰہی اور حکم الٰہی جان کر انقیاد و التزام کیا جائے تو یہ بالکل سو فیصد قرآن مجید کی آیت کے مطابق مومن کامل اور ایمان باللہ، ایمان بالرسول کی حقیقت کو پا چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ

(النساء: ٦٤)

ترجمہ: اور ہم نے تمام رسولوں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ بحکم الٰہی ان کی اطاعت کی جائے۔

آیت سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ نبی ورسول کی اطاعت بِاِذْنِ اللّٰهِ یعنی اللہ تعالیٰ کا امر اور حکم ہے، اب ظاہری بات ہے نبی ورسول، اللہ تعالیٰ کے اوامر کا حکم کرے گا یا منہیات ومنکرات سے روکے گا، معاشرے کی خرابیوں کی نشاندہی کرکے رشد وہدایت کی رہنمائی کرے گا۔ کیونکہ وہ اللہ اور بندہ کے درمیان پیغام رسانی کا فریضہ انجام دے رہا ہے، ان پر اعتماد اور اعتقاد رکھ کر ان کی ہدایات کو ماننا جس کو انقیاد کہتے ہیں اور ان کی رہنمائی کے موافق ومطابق زندگی بھر پابندی کرنا جس کو التزام کہتے ہیں ایمان کہلاتا ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم نبی ورسول کے ارشادات کو حجت مانیں گے۔ اگر ہم نے ان کی باتوں کو حجت نہیں مانتے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حکم

لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (النساء: ٦٤)

یعنی رسول کی اطاعت اللہ کا حکم ہے، اس کے منکر ہیں اور آیت پر ایمان سے انحراف کررہے ہیں۔

آیت کھلے طور پر بتلا رہی ہے کہ دل وجان سے نبی ورسول کے حکم کو مانا جائے محض

زبان سے رسالت کا اقرار کافی نہیں جیسا کہ منافقین عہد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں زبان سے اقرار رسالت کرتے اور دل وجان سے قبول نہیں کرتے۔ آج کے دور میں کچھ لوگ یہی کرر ہے ہیں کہ زبان سے رسالت کا اقرار اور حدیث کا انکار، اور انکار کی وجہ کبھی خبر واحد کہہ کر اور کبھی مختلف شکوک وشبہات پیدا کر کے راہ فرار اختیار کرتے ہیں، لیکن اللہ پاک نے آیت مذکورہ میں ان منافقین ومنکرین حدیث کی زجر وتوبیخ کی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے ناخوش تھے۔ یا حدیث صحیح کے منکر ہیں، اللہ تعالیٰ واضح کرر ہے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ کے رسول ہیں اور ہم نے جو بھی رسول بھیجا ہے وہ اسی لئے بھیجا ہے کہ لوگ اللہ کے حکم سے رسول کی اطاعت دل وجان سے کریں اور امت پر نبی ورسول کی اطاعت فرض ہے۔ لہٰذا جو نبی ورسول کا حکم نہیں مانتا وہ درحقیقت اللہ کا حکم ٹھکرار ہا ہے، رد کرر ہا ہے، ماننے سے انکار کرر ہا ہے، کیونکہ لفظ باذن اللہ کے معنی ہیں کہ نبی کی اطاعت بلا قیل وقال، بلا چون و چرا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرض ہے جس سے مومن کبھی راہ فرار اختیار نہیں کرسکتا، ہاں حضور کے عہد میں منافقین یا آج کے دور میں منکرین حدیث رسول کی اطاعت سے آزادی یا بیزاری اختیار کر کے اپنے آپ کو فریب ودھوکہ دے رہے ہیں۔ سچ ہے کہ توفیق بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اللہ نے جن لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اطاعت کی توفیق دی وہ بھی

لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللهِ (النساء: ۶۴)

کی ایک تفسیر ہے۔

یہاں یہ بات بھی واضح ہوگئی اور ان لوگوں کا رد ہو گیا جو نبی ورسول کو بحیثیت نبوت ورسالت نہ مان کر امیر وحاکم کہتے ہیں۔ یہ بھی ایک سخت گمراہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو کہہ رہے ہیں کہ نبی ورسول پر ایمان وایقان اور ان کی اتباع واطاعت اور ان کے سنت و

اسوہ کی پیروی بحیثیت نبوت ورسالت کرو کہ یہ تم کو اللہ کا حکم ہے اور گمراہی کے محقق کہتے ہیں کہ ان کی اتباع بحیثیت امیر وحاکم کی جائے۔ یہ گمراہ کن عقیدہ اتباع و اطاعت رسول خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے راہ فرار اختیار کرنے کے لئے اپنایا گیا ہے۔ کیوں کہ یہ عقیدہ اجماعِ امت اور سلفِ صالحین کے خلاف ہے۔ ہم اہل سنت و جماعت تو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کا رسولِ خاتم مان کر ان کی اتباع واطاعت کو اللہ تعالیٰ کا حکم وامر مان کر سعادت اور باعثِ ہدایت اور آخرت میں مغفرت اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علہ وسلم کی شفاعت کا ذریعہ اور وسیلہ جانتے ہیں۔ الحمد اللہ

رسول اللہ کی اطاعت عین اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے

قرآن مجید نے اہل ایمان کو جو ہدایات دی ہیں ان میں ایک اہم ترین عقیدہ غیر معمولی طور پر ذہن نشیں کرایا گیا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت ایک مستقل فرض ہے اسی طرح اطاعت رسول کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے جیسا کہ سورہ النساء کی آیت ٦٤ کے تحت زیر عنوان ''رسول اللہ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کا حکم ہے'' گزرا۔ اب آنے والی آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جو بحکم ربانی فرض تھا تو اس نے اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ‌ ۚ وَمَنۡ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا (النساء:۸۰)

جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جو شخص روگردانی کرے سو ہم نے آپ کو ان کا نگراں کر کے نہیں بھیجا۔ (تھانویؒ)

مذکورہ آیت میں واضح کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت بعینہ اللہ تعالیٰ

کی اطاعت ہے، اور رسول اللہ کی اطاعت موجب خیر و برکت اور باعث رحمت ہے، جو آپ کی اطاعت سے اعراض کرے گا تو وہ خیر و برکت اور رحمت وسعادت سے روگردانی کر کے اپنے آپ کو ہلاکت وخسران کی وادی میں داخل کر رہا ہے اور رسول اللہ کی اطاعت بغیر رسول کے قول وعمل اور حکم کو مانے ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ اطاعت وہی شخص کر سکتا ہے جو رسول کے بتلائے ہوئے رشد و ہدایت اور ارشادات نبوی کو دل وجان سے قبول کرے اور اللہ رب العزت کے فرمان اطاعت رسول سے کسی بھی طرح روگردانی نہ کرے۔

اور اگر کوئی اطاعتِ رسول سے منحرف ہو کر زندگی گزارتا ہے تو اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمارہے ہیں کہ آپؐ کو ایسے نافرمانوں کا نگراں ونگہبان بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ نبوت ورسالت کے ذریعہ رشد و ہدایت کا پیغام پہنچانا ہے اور حق و صواب کی خیر خواہی کرنا نہ کہ جبراً وقہراً حق کو منوانا ہے۔ نبی کی اطاعت سے منہ موڑنا خود کو ہی وبال میں مبتلا کرنا ہے، اور اس وبال سے اس کو کوئی نہیں بچا سکتا۔

ایک اہم بات جو گمراہی سے بچاتی ہے۔

جس طرح اللہ کے حکم کو ماننا اور اطاعت کرنا ہم پر فرض ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی علت تلاش کرنا اور وجہ وسبب کو ڈھونڈنا قطعاً درست نہیں۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم وفرمان کو ماننا اور ان کی اطاعت قبول کرنا ہم پر فرض ہے اللہ تعالیٰ کے حکم

لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ (النساء: ٦٤)

کے فرمان کے تحت اہل ایمان کو یہ حق ہی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور احکام کی اصل قرآن مجید میں تلاش کرتے پھریں کہ حق تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم قرآن مجید میں کہاں دیا اور کیسے دیا۔ یہ جستجو ہی غیر ایمانی اور

نا قابل قبول ہے کیونکہ نبی ورسول حق تعالیٰ کی بات اور پیغام پہنچانے میں بالکل امین اور معصوم ہیں۔اسی لئے ان کی نبوت ورسالت پر ایمان لانا فرض ہے، ایمان بالرسول کی وجہ سے ہمیں حق ہی نہیں کہ نبی ورسول کی کسی بات کی جانچ پڑتال کی جائے کہ یہ بات قرآن مجید میں کہاں ہے اور اگر ایسا کیا جائے گا تو قرآن کا کھلم کھلا انکار ہوگا، کیوں کہ قرآن مجید میں اطاعت اور اتباع کی صریح آیات موجود ہیں۔

ایمان بالرسول یہ نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا نبی ورسول جانے بلکہ ایمان بالرسول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی ورسول مان کر آپ کی ہر بات کو عقیدہ کے طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت جان کر ماننا اور اس کو سند جاننا اور دارین کی سعادت جاننا۔ کیونکہ نبی ورسول تمام باتوں میں معصوم اور معصیت سے بالکل ہی پاک وصاف ہوتا ہے، غلطی کا ذرہ امکان بھی ناممکن ومحال ہے، اور اس کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور رسول کی اطاعت عین اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور اللہ کی اطاعت میں نجات کی ضمانت ہے اور اصولی طور پر حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو حجت اور سند مانے بغیر ایمان کا وجود ہی نہیں اور نہ ہی وہ شخص مسلمان باقی رہ سکتا ہے۔اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو حجت وسند ماننا اساس اور ایمان کی بنیاد ہے، اور یہ ایک اہم ترین ایمانیمسئلہ ہے جس سے منہ موڑنا کفر ہے۔قرآن مجید نے بار بار تاکید کی ہے اطاعت رسول کی آخر کیوں؟

رسول اللہ کی اطاعت سے منہ پھیرنا کھلا ہوا کفر ہے

قرآن مجید نے اہل ایمان کو اطاعت رسول کی اہمیت وفرضیت کو مختلف انداز اور اسلوب میں ذہن نشین کرایا ہے تا کہ رسول کی پیغمبرانہ حیثیت کو امت ملحوظ رکھے، اورا للہ تعالیٰ کی حجت و برہان کو اپنی زندگی کے ہر موڑ پر حجت و برہان جان کر اللہ کی

اطاعت مان کران کی اطاعت لازم جانے اور اطاعت سے روگردانی کو کفر ومعصیت اور عذاب وعقاب کی وادی جانے۔

رسول کی اطاعت سے روگردانی کرنے والے کے کفر کی شہادت تو قرآن مجید نے دی ہے اس لئے یہ ایک نازک اور حساس مسئلہ ایمانی ہے اس کو ہلکا لینا اور ٹالنا بہت ہی نقصان وخسران کا باعث ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ

(آل عمران: ۳۲)

اور آپ (یہ بھی) فرما دیجئے کہ تم اطاعت کیا کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی پھر (اس پر بھی) اگر وہ لوگ اعراض کریں سو سن رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتے۔ (تھانویؒ)

حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسولِ برحق ہیں اور حق تعالیٰ کی اطاعت اور معرفت رسول برحق کے ذریعہ ہی امت کو بتلائے جاتے ہیں اور عبادت کے تمام طریقے رسول حق کے واسطے ہی تعلیم دیئے جاتے ہیں۔ بغیر رسول کی اطاعت کے نہ عبادت عبادت ہوگی نہ ہی معرفت ربانی کا سلیقہ وطریقہ جانا جاسکتا ہے، جس طرح توحید ربانی بغیر ایمان بالرسول کے معتبر نہیں بعینہ اسی طرح بغیر اطاعت رسول کے عبادت بے جان بے وزن ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ تو اطاعت سے منہ پھیرنے والے کو

لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ

کہہ رہے ہیں جو رسول کی اطاعت سے منہ موڑے تو اس کو معلوم ہو جائے کہ نبی کی اتباع اور اطاعت سے اعراض کرنا، منہ پھیرنا، روگردانی کرنا کھلا ہوا کفر ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ لوگ جو یہ گمان رکھتے ہیں کہ ہمیں رسول کی اتباع اور اطاعت

کی ضرورت نہیں اور احادیث رسول ہمارے لئے حجت نہیں قرآن مجید ہی ہمارے لئے کافی ہے تو وہ بغور آیت کو پڑھیں اور قرآن ہی کے فیصلہ کو خوب سمجھ لیں کہ اللہ و رسول اور اس کے محبوب کی اتباع واطاعت سے اعراض کرنا قرآن مجید کے فیصلہ اور حکم کے تحت کفر ہے اور اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بتلا دیا کہ کافر یعنی اطاعت رسول سے اعراض کرنے والا اللہ کے محبوب کی احادیث کی روشنی میں اتباع سے روگرانی کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب نہیں ہوسکتا۔ محبوب وہی ہوسکتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلاتردد بے چون وچرا بلا قیل وقال اتباع واطاعت کرے گا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض کم فہم اور وہ لوگ جو اطاعت رسول سے اعراض کرتے ہیں اور

فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡكٰفِرِيۡنَ

کی سخت ترین وعید کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ربانی والٰہی رشد وہدایت مقام نبوت ورسالت کی ربانی حیثیت میں دھوکہ کھا رہے ہیں نبی ورسول کی اطاعت نبوت ورسالت کی بنیاد پر حکم ربانی کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ (لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ نص قطعی ہے) نہ کہ حاکم کی حیثیت سے۔

نبی کو حاکم کہنا سخت گناہ وآخرت کا خسران ہے

(۱) کیونکہ حاکم کی اطاعت نہ کرنا ایک جرم تو ہوسکتا ہے کفر نہیں جب کہ نبی ورسول کی اطاعت سے منہ موڑنا قرآن مجید کے حکم کے تحت کفر ہے۔

(۲) آیت سے نبی ورسول کی حجیت کا عقیدہ ثابت ہو رہا ہے نہ کہ ایک حاکم کے حکم کی حجیت کو ثابت کیا جارہا ہے گمراہی کا راستہ شیطان یہیں سے ذہن میں ڈال رہا ہے کہ نبی ورسول کو بدعقیدہ لوگوں نے ایک حاکم کا مقام دے دیا ہے اور نبی ورسول

کے ارشادات واحکام کو حجت ماننے سے روگرانی اور انکار کا راستہ اختیار کرلیا، یاد رکھیں آیت نبی ورسول کی ذات اورارشادات کو حجیت کا عقیدہ بیان کررہی ہے۔

(۳) آیت سے نبی ورسول کی معصوم ذات ہونے کی وجہ سے امت پر اطاعت فرض ہے، اس لئے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہیں اور اللہ کے بندوں پر اللہ کی حجت ہیں اور نبی ورسول کی اطاعت سے روگردانی اور انحراف اللہ تعالیٰ کے نزدیک کھلم کھلا کفر صریح ہے۔

(۴) ایک اور بھی گمراہی کی بات رسول کی اطاعت سے روگردانی اور انحراف کے لئے کہی جاتی ہے کہ رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت کے ساتھ شرک ہے جب کہ رسول کی اطاعت اللہ کے حکم سے کی گئی ہے تو رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے کہ اس نے انسانیت کی ہدایت کے لئے رسول بھیجا اور حکم دیا کہ رسول کی نبوت ورسالت کو مانو اور ان کی اطاعت دل وجان سے کرو۔ لہٰذا حکم الٰہی اور ارشاد ربانی کی وجہ سے نبی ورسول کی ہر بات کو سعادت جان کر اصولاً اپنے لئے حجت اور سند سمجھنا کمال ایمان ہے اور اس سے منہ موڑنا، روگردانی کرنا کھلا ہوا کفر ہے، اور یہ انحراف نبوت ورسالت سے نہیں قرآن کی آیت سے انکار ہے۔ لہٰذا جب رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی گئی تو درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہوئی تو کیا اللہ کے حکم کو ماننا شرک ہوگا۔ جب کہ قرآن مجید خود ہی اعلان کررہا ہے

وَمَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء: ۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی

کیا اللہ تعالیٰ بھی رسول کی اطاعت کے ذریعہ شرک کا مطالبہ کررہے ہیں۔ یہ بہت ہی سنگین گمراہی ہے کہ رسول کی اطاعت کو شرک قرار دیا جائے، لوگوں کی عقل ماری گئی ہے عین ایمان کو گمراہی سمجھ رکھا ہے، پہلے ہی لکھا جاچکا ہے کہ انکارِ حدیث کا فتنہ انکار

نبوت و رسالت ہی نہیں آیات قرآنیہ کا کھلا ہوا انکار ہونے کی وجہ سے کفر ہے، خواہ نفس کو خوش کرنے کے لئے جو بھی تاویل کی جائے، اور بندہ اپنے گمراہی پر شاداں و فرحاں ہو بارگاہ قدس میں وہ مجرم ہی نہیں سنگین مجرم ہے

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ (آل عمران: ۳۲)

کا، قبر سے پہلے ہی اس پر گمراہی کا غلیظ پردہ منکشف ہوگا مگر اس وقت کا ایمان معتبر نہیں۔ اللہ ہمیں صحیح ہدایت عطا فرمائے فرمائے۔ آمین

قرآن مجید نے مختلف مقامات پر اللہ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ رسول کی اطاعت کو بیان کیا ہے وررسول کی اطاعت سے منہ پھیرنے والوں کو مختلف وعید سنائی ،آخر کیوں تا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضیات اور قرب اور عبادت کی ہیئت وشکل رسول کے واسطے سے ہی امت کو میسر ہوسکتی ہے اگر رسول کی ذات اور ارشادات حجت نہیں ہوتی تو قرآن مجید اس قدر اہمیت کے ساتھ کیوں بیان کرتا اور منہ موڑنے والے کو کافر کیوں کہتا۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ (آل عمران: ۳۲)

اگر وہ لوگ (طاعت رسول سے) اعراض کریں تو وہ لوگ اعراض کی وجہ سے کافر ہیں، اللہ کافروں سے محبت نہیں کرتے۔ شیطان لعین نے بھی آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کو جو حکم الہی تھا نہ مانا تو انجام کیا ہوا، ملعون ٹھہرا، کیوں کہ حکم ربانی اور امر الہی کو ٹھکرانے والا بنا، یہی حال ان لوگوں کا ہے جو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع کے منکر ہیں، اور مختلف تاویلات اور غیر اسلامی فکر ونظر کی اتباع اور اجماعی عقیدہ اہل سنت وجماعت سے روگردانی کرتے ہیں، اور قرآن مجید کے حکم سے انحراف وانکار کی راہ اختیار کرتے ہیں۔

اب ہم قرآن مجید میں اطاعت رسول کی جستجو کرتے ہیں

(۱) قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ
(ال عمران ۳۲)

ترجمہ: اورآپ (یہ بھی) فرمادیجئے کہ تم اطاعت کیا کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی پھر اس پر بھی لوگ اعراض کریں سو (سن رکھیں کہ) اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتے۔ (تھانویؒ)

اس آیت کی وضاحت ابھی ہوچکی ہے۔

(۲) وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (ال عمران:۱۳۲)

ترجمہ: اور خوشی سے کہنا مانو اللہ کا اور رسول کا امید ہے کہ تم رحم کئے جاؤ گے۔ (تھانویؒ)

سورہ آل عمران کی اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ دوزخ کی اس آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ اور بچو جو اصلاً بے ایمانوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ ورسول کی اطاعت کرو یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانو اور حکم عدولی اور نافرمانی اور اطاعت سے منہ مت موڑو تا کہ اطاعت رسول۔ اتباع رسول اور ارشادات رسول کو ہی حجت مان کر عمل کرو تا کہ اللہ تم پر رحم کرے۔

اگر تم نے اطاعت سے منہ موڑا تو یاد رکھو اس آگ میں جلنا ہوگا جو بے ایمانوں کے لئے تیار کی گئی ہے کیونکہ حکم عدولی کفر ہے جیسا کہ آیت آل عمران: ۳۲ میں آیا ہے اور اس آیت میں اطاعت کے حکم سے پہلے

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (آل عمران: ۱۳۱)

اور بچو اس آگ سے جو تیار کی گئی ہے بے ایمانوں کے لئے۔

آیا ہے۔ جو لوگ سنت کی حجیت سے منہ موڑ رہے ہیں اپنا بہت بڑا خسارہ کر رہے ہیں۔

(۳) (سورہ النساء آیت: ۵۹) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا

(النساء: ۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور اس کے رسول کے حوالے کر دیا کرو، اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو، یہ امور سب بہتر ہیں اور ان کا انجام خوشتر ہے۔ (تھانویؒ)

مذکورہ آیت میں چند امور کو کھولا گیا ہے

(الف) آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے اپنے مبارک کلام و آیت کی ابتداء

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

اے ایمان والو

سے کی ہے، پہلے ہی لکھا جا چکا ہے کہ ایمان باللہ بغیر رسول اللہ پر ایمان اور اعتقاد کے معتبر ہی نہیں۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ کو مانے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول کی حیثیت سے حجت مان کر ایمان و اعتقاد رکھے گا وہی اگلی بات اطاعت الٰہی اور

اطاعت رسول کی حجیت اور سند کو قبول کرے گا منافق و بدعقیدہ اگر یہ کہے کہ اللہ کی اطاعت جانتا ہوں اور رسول کی سنت وارشادات کو سند وحجت نہیں مانتا تو آیت کے پہلے جملہ

يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

میں وہ داخل ہی نہیں، کیونکہ ایمان کے لئے شرط اول ہے اللہ ورسول پر ایمان و اعتقاد رکھنا جس سے اس کا دامن خالی ہے۔ کیونکہ ایمان والا بہر صورت اللہ ورسول کی اطاعت کو بلا تفریق مانتا ہے، اور یہ حکم بھی اللہ تعالی کا ہی ہے جس کی تفصیل شروع اوراق میں گزر چکی ہے۔

وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللهِ وَرُسُلِهٖ (النساء:۱۵۰)

ترجمہ: اور چاہتے ہیں کہ اللہ کے اور اس کے رسولوں کے درمیان میں فرق رکھیں۔

اور ساتھ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرما دیا

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ (النساء:۱۵۱)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ تعالی پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے سب رسولوں پر اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے۔

معلوم ہوا ایمان والا ہی اللہ ورسول کی اطاعت کرے گا منکر رسالت یا انکار حدیث والا اطاعت رسول سے محروم ہے، جس طرح رسول کی رسالت حجت ہے اسی طرح رسول کی سنت اور ارشادات وہدایات حجت وبرہان ہیں، جس سے صاحب ایمان دنیا وآخرت کی سعادت اور خاتم النبیین کی شفاعت کا متمنی ہے۔ جو بغیر حدیث کی حجیت کے عقیدہ کے ناممکن ہے۔

سیدھی سادی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی قانون کے بنانے والے ہیں اور رسول اللہ حق تعالیٰ کے قانون کے شارح ہیں کیونکہ رسول جو بھی کہتا ہے وہ من وعن ہو بہو سب کا سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتا ہے اور قانون الٰہی کا بیان ہوتا ہے نبی ورسول کی زبان حکم ربانی کی ترجمان ہوتی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بار بار اطاعت رسول کی ہدایت دی اور اطاعت سے منہ موڑنے کو کفر قرار دیا۔

(ب) اس آیت میں حکام اور فرماں رواؤں کی بھی فرمابرداری کا حکم ہے تو یاد رکھیں اللہ ورسول کی اطاعت فرض ہے، اور حاکم اگر صاحب ایمان ہے، اللہ ورسول پر ایمان رکھتا ہے اور حکومت کا جو مقصود ہے یعنی احکام شرعیہ کی پابندی کرنا، وہ خود بھی کرتا ہے اور لوگوں میں شریعت کے قانون کو نافذ بھی کرتا ہے، اور لوگوں میں امانت اور عدالت کے ساتھ فیصلہ بھی کرتا ہے تو اس حاکم کی اطاعت واجب ہے۔ لیکن کسی وقت حاکم اور لوگوں کے درمیان کسی بات میں اختلاف ہو جائے کہ فلاں حکم اور فیصلہ اللہ اور رسول کے حکم اور فیصلہ کے مخالف ہے تو فیصلہ کی بنیاد یہ ہوگا کہ اس میں اللہ اور رسول کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ یعنی جس بات میں اختلاف ہو تو اس کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹاؤ اور آپس کا نزاع مٹاؤ۔ یہاں اہم بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی کتاب اللہ کی حجیت کے ساتھ سنت رسول اللہ کو فیصلہ اور نزاع ختم کرنے کے لئے حجیت قرار دیا ہے اور رسول اللہ کی نبوت ورسالت کی حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی روشنی میں فیصلہ کی حجیت کو

اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ (النساء: ٥٩)

اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو

کے ساتھ ذکر کیا گیا، یعنی اختلاف اور نزاع کا کتاب اللہ اور سنت رسول کی روشنی میں جبھی فیصلہ کر سکے گا جب کہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہوگا۔

(ج) تیسری بات آیت میں یہ بتلائی جارہی ہے کہ اطاعت ربانی جس طرح مستقل ہے اسی طرح اطاعت رسول ایک مستقل حکم ربانی ہے، مسلمان حاکم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحت فیصلہ کریں لیکن اگر کبھی اختلاف ہو جائے کہ فیصلہ موافق نہیں تو اصل فیصلہ کی بنیاد اللہ کا وضع کیا ہوا قانون ہے یا پھر حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی روشنی میں نزاع اور اختلاف طے کرلو، اور یہ بات ذہن نشین رہے کہ اللہ و رسول کی طرف نزاع واختلاف کے وقت رجوع وہی شخص کرے گا جو اللہ پر اور قیامت کے دن ایمان رکھتا ہے کہ اطاعت باری اور اتباع سنت نبوی ہی کی وجہ سے بہترین جزا آخرت میں ملے گی اور منہ موڑنے والے کو سزا ملے گی، یعنی اطاعت کرنے والے کی عاقبت محمود ہوگی اور اطاعتِ شریعت ہی بہتر اور خوش تر ہے۔

حاکم کی اطاعت اللہ و رسول کی اطاعت سے مقید ہے

(د) آیت میں تین اطاعت کا ذکر ہے (۱) اللہ کی اطاعت (۲) رسول کی اطاعت (۳) اولی الامر کی طاعت۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں حکمت دیکھئے لفظ اَطِیۡعُوۡا دو بار آیا ہے:

(۱) اَطِیۡعُوا اللّٰہَ

اور

(۲) اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ

کیونکہ اللہ کی اطاعت فرض ہے، اسی طرح رسول کی اطاعت فرض ہے اور اُوۡلِی الۡاَمۡرِ کی اطاعت کو اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ کے تحت رکھا گیا ہے کیونکہ اُوۡلِی الۡاَمۡرِ کی اطاعت مشروط ہے اللہ اور رسول اللہ کے احکام کے تحت، یعنی اولی الامر کا حکم اللہ و رسول کے قانون کے خلاف قطعاً نہ ہو موافق ہو۔ بات بہت صاف اور واضح ہے کہ

جس طرح اللہ تعالیٰ کا وضع کیا ہوا قانون ہر طرح کی خامی وخرابی سے مامون اور محفوظ ہے بعینہ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کیا ہوا حکم وفیصلہ اور سنت نبوی ہر طرح کی خامی وخرابی سے پاک اور صاف ہے کیونکہ نبی ورسول معصوم اور ان کی عصمت وحراست اور حفاظت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے ان کی ہر بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے سند وحجت ہوتی ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوْحٰى (النجم : ٣)

ترجمہ: اور نہ آپ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔ (تھانویؒ)

اس لئے لفظ

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (النساء: ٥٩)

کے ساتھ آیا ہے اولی الامر کو رسول کے تابع کر دیا گیا اور پھر نزاع کے وقت اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ یعنی اللہ ورسول کی طرف رجوع کا حکم دیا گیا۔ واللہ اعلم۔

ایک اہم تنبیہ

یہیں سے مقام نبوت ورسالت اور حاکم کا فرق واضح ہوتا ہے، اور جو لوگ نبی و رسول کو ایک حاکم کا مقام دیتے ہیں ان کی غلطی اور بدفہمی وکم فہمی کا غلاف چاک ہوتا ہے۔

رسول اللہ اور حاکم کی اطاعت کا واضح فرق

(١) حاکم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت شمار نہیں ہوتی جب کہ نبی ورسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت کہلاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے خود رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت کا مقام ورتبہ دیا ہے۔

مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء:۸۰)

ترجمہ: جو شخص فرماں برداری کرے رسول کی تو اس نے اللہ کی فرماں برداری کی۔(مفتی تقی عثمانی)

اس فرق کو ملحوظ رکھیں انکار حدیث یا حجیت حدیث وسنت کی گمراہی سے اللہ پاک بچالے گا۔ **الحمدللہ**

(۲) حاکم کی اطاعت ضروری نہیں کہ راہ ہدایت اور حق وصواب اور صحیح سمت کی رہنمائی کر رہی ہو۔

جب کہ نبی ورسول کی اطاعت یقینا راہ ہدایت اور صراط مستقیم اور بات حق و صواب اور دنیا وآخرت میں سعادت ونجات کی ضمانت ہے اور سو فیصد درست ہی نہیں حقیقت وصداقت کا حتمی ویقینی مہر اور بشارت کے ساتھ مغفرت کی ضمانت ہے۔

(الف) قُلۡ اِنَّنِىۡ هَدٰٮنِىۡ رَبِّىۡۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ (انعام:۱۶۱)

ترجمہ: آپ فرمادیجیے کہ بلاشبہ میرے رب نے مجھے سیدھے راستہ کی ہدایت دی ہے۔(مفتی تقی عثمانی)

(ب) وَاِنَّكَ لَـتَدۡعُوۡهُمۡ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ المومنون:(۷۳)

ترجمہ: اور بلاشبہ آپ انھیں صراط مستقیم کی طرف بلاتے ہیں۔(مفتی تقی عثمانی)

(ج) اِنَّكَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۙ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ (یٰسین:۳،۴)

ترجمہ: بلاشبہ آپ پیغمبروں میں سے ہیں۔ سیدھے راستہ پر ہیں۔ (مفتی تقی عثمانی)

(د) اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (الزخرف:۴۳)

ترجمہ: بلاشبہ آپ صراط مستقیم پر ہیں۔ (مفتی تقی عثمانی)

(ذ) وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

(الشوریٰ:۵۲)

ترجمہ: بلاشبہ آپ صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔ (مفتی تقی عثمانی)

ان آیتوں کی وضاحت شروع میں کر دی گئی ہے۔

(۳) حاکم کی اطاعت آخرت کی مغفرت اور رحمت کو لازم نہیں کرتی جب کہ نبی و رسول کی اطاعت سے آخرت میں مغفرت اور رحمت ملنی حتمی ویقینی ہے۔ (النور:۶۲)

(۴) حاکم کی اطاعت گناہوں کی بخشش کا ذریعہ وسبب نہیں جب کہ رسول اللہ کی اطاعت سے گناہ بھی بخشے جاتے ہیں۔ (النور:۶۳)

(۵) حاکم کی اطاعت نہ کرنے سے عذاب الٰہی نہیں ہوتا جب کہ رسول اللہ کی اطاعت نہ کرنے سے عذاب الٰہی اترنے کا اندیشہ ہے اور گمراہی ہے۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا

(احزاب:۳۶)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے سو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔ (مفتی تقی عثمانی)

(۶) حاکم کی اطاعت ایک مسئلہ انتظامی ہے۔ جب کہ رسول اللہ کی اطاعت کا اقرار مسئلہ ایمانی ہے۔ رسول کی اطاعت عین عبادت اور مغفرت کی ضمانت ہے۔ (احزاب:۳۶)

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ

لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (احزاب:۳٦)

ترجمہ: اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کے لیے اس کی گنجائش نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں تو انھیں اپنے کام میں اختیار باقی رہے۔(مفتی تقی عثمانی)

(۷) حاکم کی اطاعت صرف انتظامی امور تک محدود ہے، جب کہ رسول اللہ کی اطاعت زندگی کے ہر دائرے میں لازم وضروری ہے۔

(۸) حاکم کی اطاعت صرف زندگی وحیات میں ہوتی ہے نہ کہ مرنے کے بعد جب کہ نبی ورسول کی اطاعت اس کی موت کے بعد بھی احکام شریعت کے تحت لازم رہتی ہے۔

(۹) حاکم کے ہر فیصلے کے خلاف اپیل ہوسکتی ہے جب کہ نبی ورسول کے فیصلے کے خلاف کہیں اپیل نہیں ہوسکتی۔

(۱۰) حاکم سے اس کے فیصلے کی دلیل پوچھی جاسکتی ہے جب کہ نبی ورسول کے فیصلے کی دلیل مانگی نہیں جاسکتی کیونکہ رسول کا فیصلہ خود ایک دلیل ہے البتہ رسول سے کسی بات کی تشریح ووضاحت کی درخواست کی جاسکتی ہے، یہ علم ویقین میں اضافہ کے لئے ہوگا، ٹکراؤ اور حق ہونے میں تردد یا شک کی وجہ سے نہیں۔

(۱۱) حاکم کی بیوی سے وفات کے بعد شادی کی جاسکتی ہے جب کہ نبی کی ازواج سے اللہ تعالیٰ نے نکاح حرام قرار دیا ہے۔

وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا (الاحزاب:۵۳)

ترجمہ: اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بعد ان کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔

(۱۲) حاکم کو اذیت دینے پر گناہ تو ہوسکتا ہے مگر لعنت نہیں۔ جب کہ نبی کو اذیت

دینے پر اللہ تعالیٰ نے لعنت و پھٹکار کی وعید سنائی ہے اور آخرت میں ذلت کا عذاب۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا (الاحزاب: ۵۷)

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف واذیت پہنچاتے ہیں اللہ نے دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے ایسا عذاب تیار کر رکھا ہے جو ذلیل کر کے رکھ دے گا۔ (تقی عثمانی)

نبی علیہ السلام کی نافرمانی کے وبال سے بچو

(۴) اللہ تعالیٰ کا سورۃ المائدہ میں ارشاد ہے:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (المائدہ: ۹۲)

ترجمہ: اور تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول کی اطاعت کرتے رہو اور نافرمانی سے بچتے رہو اور اگر (رسول کے حکم سے) اعراض کرو گے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف یہ ہے کہ صاف صاف طریقے سے اللہ کے حکم کی تبلیغ کر دیں۔

آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ہدایت دی ہے کہ اللہ و رسول کے قانون کو یا اللہ تعالیٰ کا قانون جو بزبان رسول اللہ تم کو دیا گیا ہے اس کا نفع یا نقصان تم پر واضح ہو یا نہ ہو حکم رسول تمہاری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ ایمان کا حتمی تقاضہ یہ ہے کہ اللہ و رسول کے ہدایات اور احکام کا امتثال کرو، دل و جان سے اسے قبول کرو اور اس پر عمل کرو، اور قانون ربانی جو بزبان نبوت بیان کئے گئے ہیں اس کی خلاف ورزی اور انحراف سے بچتے رہو اور اگر تم نے منہ موڑا تو سن لو ہمارے رسول پر صرف تم کو کھول کھول کر بات پہنچا دینا تھا وہ ہو گیا۔ نافرمانی کے وبال کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔

یہاں

فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ (المائدۃ: ۹۲)

میں حجیت حدیث کی دلیل ہے کہ رسول نے رشد و ہدایت پہنچا دی اب اگر کوئی رسول کی بات کو حجت نہیں مانتا رسول کی سنت کو حجت نہیں تسلیم کرتا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے حجت قائم ہوگئی۔

فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡکٰفِرِیۡنَ (آل عمران: ۳۲)

اس لئے ہر حال میں اطاعت باری تعالیٰ کے لئے اطاعت رسول کی شاہراہ پر چلنا ہوگا۔

بدر کے موقع پر مال غنیمت کا حکم

(۵) یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَنۡفَالِ ؕ قُلِ الۡاَنۡفَالُ لِلّٰہِ وَ الرَّسُوۡلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَصۡلِحُوۡا ذَاتَ بَیۡنِکُمۡ ۪ وَ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ (الانفال: ۱)

ترجمہ: (اے رسول) لوگ آپ سے مال غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دیجیے کہ مال غنیمت (کے بارے میں فیصلے) کا اختیار اللہ و رسول کو حاصل ہے، لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور آپس کے تعلقات درست کرلو، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم واقعی مومن ہو۔

قرآن کی مذکورہ آیت میں ایک خاص واقعہ کی طرف رہنمائی کرکے ہدایت دی گئی ہے اور اللہ و رسول کی اطاعت کو ایمان حقیقی کہا گیا ہے واقعہ کی تفصیل تفسیر کی کتابوں میں دیکھ لیں۔

بدر میں جو مال غنیمت فتح ونصرت کے بعد ہاتھ آیا اس کے متعلق صحابہ کرام رضوان

اللہ علیہم اجمعین تین حصوں میں تقسیم ہو گئے۔

(۱) صحابہؓ کی ایک جماعت تو وہ تھی جو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت وحراست کر رہی تھی اور ساتھ تھی۔

(۲) دوسری وہ جماعت تھی جو آگے بڑھ کر لڑ رہے تھے اور دشمن کے تعاقب میں روانہ ہوئے تھے۔

(۳) تیسری جماعت تھی جو فتح ونصرت کے بعد مال غنیمت اکٹھا کیا تھا ان میں سے ہر ایک مال غنیمت کا مستحق اپنے کو تصور کر رہی تھی کیونکہ یہ پہلی جنگ تھی، مال غنیمت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ حق تعالیٰ نے بتلا دیا کہ فتح ونصرت صرف اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہے، مال کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، اور رسول اس کے بحکم الٰہی نگراں وقاسم ہیں۔ بہرصورت صحابہ کے آپس کا نزاع جو مال غنیمت کے سلسلہ میں ہو رہا تھا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب میں آیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ آیت میں بتلایا گیا کہ مال غنیمت کے بارے میں فیصلے کا مکمل اختیار اللہ اور اس کے رسول کو ہے اور آیت نازل ہوئی کہ تقویٰ اختیار کیا جائے اور آپس میں نزاع نہ کریں اور اس کا حل یہ ہے کہ اللہ ورسول کی اطاعت کریں یعنی حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان نبوت سے جو بھی ہدایت ملے اس کو حجت وسند مانیں اور دل وجان سے قبول کریں یہی تقویٰ ہے۔ اور جو رسول کی بات کو حجت وسند مانے گا وہ واقعی مومن ہوگا اور جو صفت ایمان سے خالی ہوگا حدیث کی حجیت اور سنت نبوی کی حجیت سے منہ موڑے گا، مومن اور غیر مومن کا فرق یہی ہے۔ انکار حدیث کا فتنہ دراصل انکار نبوت ہے، رسول کی اطاعت سے مومن کبھی بھی منہ نہیں پھیرتا۔ آخر اللہ اور بندے کے درمیان نبی ورسول کے مقدس واسطہ کے سوا کون سا ذریعہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی مرضیات اور علم شریعت کی صحیح رہنمائی کر سکے۔ رسول کی اطاعت کے بغیر اور رسول کی ہدایات کو حجت وسند مانے بغیر کیا

ممکن ہے کہ اللہ کی مرضیات انسان کو حاصل ہو جائے۔قرآن کا یہ اسلوب ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔

کتنا وقیع اور تہدیدی انداز ہے کہ اگر ایمان واقعی ہے تو پھر اطاعت رسول میں سب کچھ ہے ورنہ بے راہ کے لئے ہر دلیل نا کام ہے۔سچ اور حقیقت یہی ہے کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت واتباع ان پر بغیر ایمان لائے اور ایمان بغیر ان پر اعتماد واعتقاد کئے حاصل ہونا تو دور کی بات ہے،اس کا ایک حصہ بھی مشکل ہے۔حق جل مجدہ نے انبیاء ورسل کو اور خاص کر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دین وشریعت اور ہدایت ونعمت کے اکمال واتمام کے ساتھ بھیجا جو صرف اور صرف ان کی اطاعت واتباع کے ذریعہ ہی مومن کامل کو حاصل ہوتی ہے اور اس کا واحد ذریعہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات اور فرمودات کو حجت مان کر اس پر عمل کرنا ہے اس سے انحراف اور روگردانی کرنا اپنی عاقبت کو عافیت سے پھیر کر آخرت میں عذاب وعقاب کی شدت میں جھونکنا ہے کیونکہ حق جل مجدہ نے دوٹوک فیصلہ کا دن آنے سے پہلے سنا دیا کہ اگر ہمارے رسول کی ذات پر میرے حکم وفرمان کے باوجود تم نے اعتقاد واعتماد نہ کیا تو بغور سن لو اور کھلے طور پر تم پر واضح ہو جائے کہ تم نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں سے انحراف نہیں کیا ہے تم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انحراف کیا ہے تو اب فیصلہ عرش عظیم کے رب کا یہ ہے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ (آل عمران: ۳۲)

رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت تھی تو رسول کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا کون ہے۔اس حکم کو آیت میں سن لو غور کر لو۔

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ

اللہ تعالیٰ بے ایمان کو دوست نہیں رکھتا۔

ایمان تسلیمی ہو نہ کہ تحقیقی یا تنقیدی

ایک بات درمیان میں ضروری ہے جس کو زندگی کا قیمتی سرمایہ بنالیں، کہ تمام تر روحانی اور ربانی اور نصرت الٰہیہ اور تائید غیبی آپ کے ساتھ ہو گی اور منجانب اللہ آپ کی حفاظت وحراست کا غیبی نظام متحرک رہے گا، جس کے ذریعہ آپ کے قلوب کو شکوک وشبہات سے اور ہر طرح کے زیغ وضلال سے واردات خیر کے ذریعہ طمانیت و شرح صدر کی نعمت میسر ہو گی۔ انشاء اللہ

تسلیمی ایمان کے ذریعہ بندہ افکار وخیالات کی شیطانی ودجالی اور نفسانی وشہوانی تمام مداخل اور آماج گاہوں سے ملکوتی نگرانی میں آجاتا ہے، پھر ایمانیات اور الہیات میں ایسا رسوخ اور مستحکم یقین کی قوت عملی اس کو حاصل ہونے لگتی ہے جس سے نور فراست اور رشد وہدایت کی بصیرت گام بگام شرح صدر اور حق الیقین کی لازوال نعمت تک معین ونصیر ہوتی ہے، اس ذوقی ووجدانی حال وکیفیت کے حصول کے بعد شریعت کے ہر حکم میں مومن عبدیت کی لذت وحلاوت محسوس کرتا ہے۔ گویا کہ امر الٰہی یا امتثال اوامر اور ترک معاصی اور اجتناب نواہی کی علت وہ نہیں تلاش کرتا، بلکہ عبدیت کی راہ اللہ رب العزت سے قرب ومعرفت کی حلاوت اور اپنی نیستی وپستی اور خستگی کے اعتراف واقرار پیہم ومسلسل سے حق تعالیٰ کی قدوس و جبروت ہستی کے سامنے جھک جاتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ

يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ

کا مطالبہ روز اول سے اہل ایمان سے کیا گیا ہے۔

يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ

کے ذریعہ تسلیمی ایمان وایقان ہی کمال ایمان اور شعار اہل ایمان ہے۔

تحقیقی وتنقیدی مزاج کے نقصانات

جن لوگوں کا مزاج تحقیقی وتنقیدی ہوتا ہے ان کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن و احادیث مبارک سامنے آجانے کے بعد تحقیق آخر کیوں؟ ہم تحقیق کے مکلف نہیں بنائے گئے بلکہ ہم سے عمل اور سر تسلیم خم کرنے کا مطالبہ ہے، البتہ عملی قدم اٹھانے کی نیت سے بات سمجھنا اور عملی راہ متعین کرنا مذموم نہیں محمود ہے، اور اس کی نظیر قرآن و احادیث میں موجود ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے، اور علی العموم تحقیق کی بحث اس سے خارج ہے، تحقیق برائے تنقید یا تحقیق برائے نکیر یہ مذموم ہی نہیں بلکہ زیغ وضلال کی راہ کھولتی ہے، اور شیطانی قوت کو ایمانیات والہیات میں مختلف رکیک اور بے بنیاد موشگافیوں کے ذریعہ شکوک وشبہات کی راہ سے اور قرآن واحادیث سے جس یقین و ایمان کا مطالبہ ہے اس بنیاد کو کھوکھلی کر کے نصوص قطعیہ میں فاسد تاویلات کی راہ سے ایمان وایقان کی بنیاد منہدم کر دیتی ہے۔ بندہ اپنی اس بھیانک اور المناک مایہ ایمانی کے زوال پر تحقیق کے نام پر شاداں وفرحان ہوتا ہے حالانکہ وہ اب شیطانی اور نفسانی گرفت میں آچکا ہوتا ہے، اور یہ وبال محض تحقیق وتنقید سے اس پر مسلط ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات وفرمودات اسلام کے قطعیات اور ان مضبوط ومستحکم حقائق اور معارف میں سے ہیں جو عالم غیب میں ثبت ہیں، اور ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کی اساس و بنیاد ہیں۔

يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ

کا حق تعالیٰ نے آخر مطالبہ کیوں کیا ہے؟ تاکہ مومن روز اول سے

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔

اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔

کا پابند رہے، نفسِ اطاعت بغیر کسی تحقیق کے کمال ایمان ہے، رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات جو روایت و درایت سے ثابت شدہ ہیں ان کی تحقیق نفاق نہیں اس سے اوپر کی گمراہی ہے اور سخت ترین خسران کا باعث ہے، اگر کسی کو اس فانی دنیا میں سمجھ نہیں آتی تو باقی دنیا میں خسارہ سے پھر مفر بھی نہیں۔

يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ

میں شیطانی جولاں گاہ کا سد باب کیا گیا ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء:۸۰)

ترجمہ: جو شخص فرمان برداری کرے رسول کی تو اس نے اللہ کی فرمان برداری کی۔(مفتی تقی عثمانی)

رسول کی اطاعت بے چوں چرا، بغیر قیل وقال بغیر تحقیق کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہونے کا آخر راز کیا ہے؟

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق تعالیٰ کی جانب سے اسوہ ونمونہ ہیں، ظاہر و باطن، خلوت وجلوت، فکر ونظر اور زندگی کے ہر ہر لمحہ اور تمام تر احوال وافعال میں بارگاہ قدس سے ترجمان حق اور معلم حق اور خیر وہدایت کے مظہر اتم و اکمل ہیں، جبھی تو حق تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْراً (الاحزاب:۲۱)

یعنی رسول کی ذات قدسیہ اور صفات حمیدہ بلا تحقیق وجستجو خیر وبھلائی کا عمدہ واعلیٰ نمونہ ہے، اپنا وقت، اپنی عاقبت تحقیق میں ضائع نہ کرو، ان کو نمونہ بنا کر علم وعمل، فکر ونظر رنگ وڈھنگ میں اتارلو، ورنہ بغور سنو یہ نعمت اطاعت واتباع اسی کو نصیب ہوگی جو اللہ تعالیٰ سے خوش خرم ملنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ ملاقات کرنا چاہتا ہے اور آخرت

کے دن کے حساب وکتاب کے لئے اطاعت واتباع رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا تحقیق اسوہ ونمونہ بنا کر آخرت کا توشہ تیار کر لیا ہو اور آخرت کا سب سے بڑا توشہ اسوہ رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کثیر یعنی دائمی ذکر اور دوامی ذکر کیا ہے اور زندگی گزارنے کا نبوی اسوہ حسنہ کیا ہے؟ اس کی جستجو کر کے اپنی عملی زندگی کو اس طرز پر ڈھال لینا یہ محمود نہیں بارگاہ قدس میں مقبول ومشکور ہے۔

ایک نکتہ

ایک شخص نبوی اسوہ حسنہ کی جستجو عملی زندگی سنوارنے کے لئے نہیں کرتا، احادیث مبارکہ صحیحہ متواترہ کی تحقیق محض اپنے نفس کی تسکین اور استخفاف اور مختلف قسم کے شکوک وشبہات اور عدم حجیت کے عقیدہ اور باطنی فساد کے مزاج کے تحت اعتراض کرتا ہے اور احادیث مبارکہ صحیحہ سے تواتر کے ساتھ جو مفہوم ومعنی عہد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آج تک اہل حق نے جانا اور مانا اس سے انحراف وانکار کا شیوہ بنائے ہوئے ہے، ان تمام کفر والحاد کا راستہ غیر تسلیمی ایمان سے پیدا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدس اور صفات حمیدہ کو حجت اور برہان بنایا ہے پھر منہ کھولنا اور شارحِ قرآن کی بات کو حجت نہ ماننا یقیناً اسلام سے خارج کر دیتا ہے، یہ وہی شخص کر سکتا ہے جو اپنی دنیا وآخرت کو تباہ وبرباد کر کے آخرت کے خسران اور عذاب الیم کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔ پہلے ہی لکھا جا چکا ہے کہ اللہ ورسول پر ایمان نجات کے لئے پہلی شرط ہے۔

ہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر بھی ابوجہل خسارہ میں رہا

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کا تحفہ بارگاہ رب العزت سے نوازا گیا، اس واقعہ کی اطلاع بذات خود خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوجہل کو دی مگر وہ تنقیدی

طبیعت اور غیر تسلیمی مزاج کی وجہ سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بدگمانی و بدخیالی کا شکار تھا نہ تو خاتم النبیین ؐ سے عقیدت رکھتا نہ ہی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کو حجت مانتا تھا۔اس وبال نے اس کو ابدی جہنمی بنادیا، یہ ہے حدیث کو حجت نہ ماننے کا عذاب و عقاب، اس سے بچیئے۔ابوجہل کی راہ نہ چلیئے، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مطہر و مقدس اور صفاتِ حمیدہ اور احادیث صحیحہ حجت اور نورِ ہدایت وسعادت اور آخرت میں مغفرت وجنت کی حتمی اور قطعی ضمانت اور بالآخر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کی بشارت ہے۔یہی ہمارا ایمان ہے

یُؤمِنُونَ بِالغَیبِ

کی راہ سے ہمارے رب نے ہمیں ہلاکت سے بچنے کی محفوظ و مامون شاہراہِ غفران ورضوان باتباع واطاعت خیر الانام، خاتم النبیین سید الانس و الجان علیہ الف الف صلاۃ و سلام عطا کی ہے۔الحمدللہ

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبوت و رسالت کی شہادت کنکریوں سے دلوائی اور سنوائی مگر ابوجہل کا تنقیدی مزاج نور ہدایت سے محروم ہی رہا۔اس لئے کہ سینہ میں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور بات سے عشق ومحبت رکھیئے، یہ عقل کا مسئلہ نہیں عشق ومحبت کی بات ہے، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور بات سے سینہ میں کینہ نہ رکھیئے اس سے ایمان رخصت ہوتا ہے، کفر گہرا اور عمیق ہوتا ہے۔بچیئے۔بچیئے۔بچیئے۔

ابوبکر صدیق کا ایمان تسلیمی وتفویضی تھا

ابوجہل کو مخبر صادق خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اطلاع دی تھی مگر وہ اپنے جہل کے گرداب میں پھنستا رہا اور ظلمت کی گہرائیوں میں اترتا چلا گیا اور نہ معلوم نبی صادق و

مصدوق خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے بدعقیدگی اور بدگمانی میں کیا کیا سوچ رہا ہوگا راستہ چلتے ہوئے اسے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مل گئے، ابوجہل نے صدیق اکبرؓ سے کہا کچھ معلوم بھی ہے آپ کے ساتھی کیا کہہ رہے ہیں اور کتنا اونچا اور انوکھا دعوی کررہے ہیں، کہہ رہے ہیں کہ آج رات اسراء اور معراج کا تحفہ اللہ پاک نے عطا کیا ہے (ام ہانی کے گھر سے بیت اللہ میں آمد۔ پھر سینہ چاک ہونا، زم زم سے دھلنا، مکہ سے بیت القدس براق سے سفر طئے کرنا، صخرہ سے براق باندھنا، پھر تمام انبیاء کی امامت کرنا، وہاں سے رف رف کے ذریعہ ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ، سات آسمان، پھر آدم، یحییٰ و عیسیٰ، یوسف، ادریس، ہارون، موسیٰ، ابراہیم علیہم الصلاۃ والسلام، پھر بیت المعمو، اور سدرۃ المنتہی تک رسائی و باریابی اور حضور حق میں سجدہ، دیدار الٰہی کا مشاہدہ وغیر ذلک) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منکر رسالت اور کاذب نبوت سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معراج کی تصدیق کردی اور ادنیٰ تذبذب یا تردد سے کام نہیں لیا، یہ بھی نہیں کہا کہ میں ان سے معلوم کروں گا کیونکہ مخبر صادق خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات نبوت ورسالت اور صفات نبوت پر ایمان ویقین راسخ تھا، تسلیمی وانقیادی مزاج تھا، حضور پاک علیہ السلام کی ہر بات پر تائید وتفویض کی وجہ سے دیدۂ باطن میں انوار وتجلیات الہیہ اور فیضِ نبوت کی لذت وحلاوت سے آشنائی سے بھی آگے بڑھ کر مشاہدہ کا اکمل واتم مقام وحال صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِی وَ اَلْحِقْنِیْ مِنْهُمْ بِجَاهِ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ۔

ہم اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت وعقیدت کے ساتھ اطاعت کرتے ہیں، جو بات زبان نبوت سے نکلی وہ وحی الٰہی ہے، اب وہ ہماری ناقص فہم میں آئے نہ آئے ہم اس کے مکلف نہیں ہیں۔ ہم تو صرف **سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا** (ہم نے سن لیا اور سر تسلیم خم کردیا) کے مکلف ہیں، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل

سے ہمیں تسلیمی اور تفویضی ایمان سے نواز دے اور ہر طرح کی گمراہی سے حفاظت و حراست میں رکھے، آمین۔

وہ سننا کیا جو وہ سن کر اور سمجھ کر بھی قبول نہ کر سکے

سورہ انفال کی آیت نمبر بیس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

(٦) يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ (انفال: ۲۰)

ترجمہ اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اور اس سے مت پھرو سن کر۔ (شیخ الہندؒ)

آیت کے فوائد میں علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں۔

یعنی زبان سے کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ سننا ہی کیا جو آدمی سیدھی سی بات کو سن کر سمجھے نہیں یا سمجھ کر قبول نہ کرے۔ پہلے یہودیوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا

سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا۔ (البقرۃ: ۹۳)

ہم نے سن لیا مانا نہیں

مشرکین مکہ کا قول آگے آتا ہے۔

قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ (الانفال: ۳۱)

یعنی جو قرآن آپ سناتے ہیں بس ہم نے سن لیا اگر ہم چاہیں تو اسی جیسا کلام بنا کر لے آئیں۔ مدینہ کے منافقین کا تو شیوہ یہ تھا کہ پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کے سامنے زبانی اقرار کر گئے اور دل سے اسی طرح منکر رہے۔

بہر حال مومن صادق کی شان ان یہود اور مشرکین و منافقین کی طرح نہ ہونی چاہئے، اس کی شان یہ ہے کہ دل سے، زبان سے، عمل سے، حاضر و غائب، احکام

الھیہ اورفرامین نبوی پر نثار ہوتا رہے۔(الانفال آیت:۲۰۱)

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ (الانفال:۲۱)

اوران جیسے مت ہو جنھوں ے کہا ہم نے سن لیا اور وہ سنتے نہیں۔

آیت کے ذیل میں علامہ عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

پہلے فرمایا تھا کہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

اب ایمان والوں کو ہدایت فرماتے ہیں کہ ان کا معاملہ اللہ اور رسول کے ساتھ کیسا ہونا چاہئے؟ جس سے وہ اللہ کی نصرت وحمایت کے مستحق ہوں، سو بتلا دیا کہ ایک مومن صادق کا کام یہ ہے کہ وہ ہمہ تن اللہ ورسول کا فرمانبردار ہو، احوال وحوادث خواہ کتنا ہی اس کا منہ پھیرنا چاہیں مگر اللہ کی باتوں کو جب وہ سن کر سمجھ چکا اور تسلیم کر چکا تو قولاً وفعلاً کسی حال ان سے منہ نہ پھیرے۔سورہ انفال۔(عثمانیؒ)

بات بہت ہی صاف اور خوب واضح ہے کہ کمال ایمان کا وجود حقیقی کمال اطاعت و اتباع خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے پھر اللہ تعالیٰ کا حکم وفرمان اور اس کی وضاحت و بیان بزبان رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو چکی اور حکم ربانی اور فرمان نبوی سن چکا، سمجھ چکا، تو اب فرمانبرداری اور اتباع واطاعت ہی کے ذریعہ ایمان کے تقاضے کے تحت عملی ثبوت وظہور کا مقام ومرتبہ ہے۔قرآن مجید نے

وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنتُمْ تَسْمَعُونَ (الانفال:۲۱)

کیوں فرمایا؟

اس لئے کہ حق تعالیٰ کو معلوم تھا کہ فتنہ جنم لے گا، کئی طرح کے منکرین آئیں گے، منکرین اسلام، منکرین قرآن، منکرین حدیث، منکرین رسول، منکرین ختم نبوت وغیرہم۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہنا ماننے سے روگردانی مت کرنا جب کہ تم اعتقاد سے سن لیتے ہو، یعنی جب ان کو رسول اللہ مانتے

ہو، اعتقاد رکھتے ہو اور بات سن چکے تو اب پھر حدیثِ رسول کو حجت ماننے سے کیوں منہ موڑتے ہو، حدیث رسول سے عملی راہِ فرار کیوں اختیار کرتے ہو، جب تم نے رسالت ونبوت کو تسلیم کرلیا تو رسول کی ہدایت وفرمودات سے منہ نہ موڑو۔

وَلَا تَوَلَّوْا

یہ اللہ رب العزت کی ہمیں ہدایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایات سے منہ نہ موڑیں اور گر کوئی موڑتا ہے تو اگلی آیت میں اس کا ذکر ہے۔

سننے کے چار درجات ہیں

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ (انفال:۲۱)

ترجمہ: اور ان جیسے مت ہو جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور وہ سنتے نہیں۔

صاحب معاف القرآن لکھتے ہیں، حق سننے کے چار درجات ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ کوئی آواز صرف کانوں سے سن لی، مگر نہ اس کو سمجھنے کی کوشش کی، نہ سمجھا اور نہ اس پر اعتقاد واعتماد کیا اور نہ عمل کیا۔

حکم:۔ یہ طبقہ ودرجہ عام مشرکین وکفار کا ہے جنہوں نے کلمہ حق اور قرآن کی آیات کانوں سے تو سن لی مگر کبھی سمجھنے اور غور کرنے کی طرف دھیان ہی نہیں دیا۔

(۲) دوسرے یہ کہ کانوں سے سنا بھی اور سمجھا بھی مگر نہ اس پر اعتقاد کیا نہ عمل

حکم:۔ یہ منافقین کا درجہ ہے کہ قرآن کو سنتے بھی ہیں، سمجھتے بھی ہیں، اور ظاہر میں اعتماد اعتقاد وعمل کا دعوی بھی ہے مگر حقیقت میں عقیدہ اور عمل سے خالی ہیں۔

(۳) تیسرے یہ کہ سنا بھی اور سمجھا بھی اور اعتقاد واعتماد بھی کیا مگر عمل نہیں کیا۔ یعنی حق کا سننا، سمجھنا، اعتقاد کرنا تو موجود ہے مگر عمل نہیں ہے۔

حکم:۔ اس میں اگرچہ سننے کا اصل مقصد پورا نہیں ہوتا مگر اعتقاد بھی ایک خاص ا

ہمیت رکھتا ہے اس لئے وہ بھی بیکار نہیں۔ یہ درجہ گنہگار مسلمانوں کا ہے۔

(۴) چوتھے یہ کہ سنا بھی سمجھا بھی اور اعتماد بھی کیا، اور عمل بھی کیا، ظاہر ہے کہ سننے کا اصل مقصد پوری طرح چوتھے درجہ ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

حکم:۔ یہ مومنین کاملین کا مقام ہے، کہ سنتے بھی ہیں، سمجھتے بھی ہیں، اعتقاد واعتماد بھی رکھتے ہیں اور سننے کا اصل مقصد اطاعت وعمل ہے اس سے بھی روگردانی نہیں کرتے، دل وجان سے عمل کرتے ہیں۔ اس لئے آیت

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ

میں اللہ تعالیٰ نے کمال ایمان رکھنے والے مسلمانوں کو ہدایت دی ہے کہ تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو کہتے تو یہ ہیں کہ ہم نے سن لیا مگر درحقیقت سنا سنایا کچھ نہیں، کیونکہ یہ وطیرہ وشیوہ بے ایمان کا ہے جو سننے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر اعتقاد نہیں۔ یہ حال نزول قرآن کے عہد وزمانہ کا بیان ہوا ہے نہ کہ بعد کے زمانہ کا، کہ بعد والے تو نہ سنتے ہیں نہ ہی سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، اور آیت میں منافقین بھی داخل ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ غور وفکر اور صحیح سمجھ سے دونوں محروم ہیں اس لئے ان کا سننا نہ سننے کے حکم میں ہے۔

اس لئے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی شدید مذمت کی ہے جو حق بات کو غور وتدبر کے ساتھ نہیں سنتے اور اس کو قبول نہیں کرتے، ایسے ناعاقبت اندیش لوگوں کو قرآن مجید نے جانور سے بھی بدتر قرار دیا ہے۔

اللہ ورسول کی اطاعت سے روگردانی کرنے والا جانور سے بدتر ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ

(انفال:۲۲)

ترجمہ:۔ بیشک بدترین خلائق اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو بہرے ہیں، گونگے ہیں، جو کہ ذرا نہیں سنتے۔(تھانویؒ)

حضرت عثمانیؒ لکھتے ہیں

جنہیں اللہ نے بولنے کو زبان، سننے کو کان اور سمجھنے کو دل و دماغ دیئے تھے پھر انہوں نے یہ قوتیں معطل کر دیں، نہ زبان سے حق بولنے اور نہ حق کو دریافت کرنے کی توفیق ہوئی، نہ کانوں سے حق کی آواز سنی نہ دل و دماغ سے حق کو سمجھنے کی کوشش کی، الغرض اللہ کی بخشی ہوئی قوتوں کو اس اصلی کام میں صرف نہ کیا، جس کے لئے فی الحقیقت عطا کی گئی تھیں، بلاشبہ ایسے لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔

انسانیت کا کمال اللہ ورسول کی اطاعت ہے

ذیل کی آیت کا مفہوم ذہن نشیں کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسانی کمال اور اس کی فضیلت کا مدار کیا ہے؟ اس کے حصول کی پوری قوت کے ساتھ کوشش کرنی چاہیئے اور وہ ہے اللہ ورسول کی اطاعت قرآن وحدیث کو حجت مان کر اطاعت حق اور اللہ ورسول کی ہدایات کے سامنے سر تسلیم خم کرنا، کیونکہ جب انسان حق بات اور قرآن و حدیث کی صداقت وحقانیت کو سننے، سمجھنے اور ماننے سے اعراض کرنے لگتا ہے، شکوک وشبہات نکالنے لگتا ہے، قرآن واحادیث میں جو مغیبات کی بشارت یا وعیدیں آئی ہیں ان کا استہزاء یا تمسخر یا پھر عملی راہ فرار اختیار کرنے کی غرض سے مختلف قسم کی مو شگافیاں محض نفس پرستی کی خاطر کرتا ہے تو پھر اس سے توفیق ایزدی وہدایت کے ساتھ انعامات باری سلب ہوجاتے ہیں، اور وہ جانوروں سے بھی بدتر ہوجاتا ہے۔

کیونکہ انسان اپنی اصل خلقت کے اعتبار سے سب جانوروں سے افضل واعلی ہے، اور فرشتوں سے کم درجہ رکھتا ہے لیکن جب وہ اپنے سعی وعمل اور اللہ ورسول کی

اطاعت اور اتباع حق جو قرآن واحادیث نبوی سے واضح ہے اس کی روشنی میں عملی جدوجہد کرتا ہے تو فرشتوں سے بھی اعلی واشرف ہوجاتا ہے، اور اگر اللہ ورسول کی اطاعت اور اتباع حق جو قرآن واحادیث سے ثابت ہے اس سے روگردانی کرتا ہے تو پھر وہ اَسۡفَلَ السَّافِلِیۡنَ میں داخل ہوجاتا ہے، اور جانوروں سے بھی زیادہ بدتر ہوجاتا ہے اس کو قرآن مجید کی آیت

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الۡبُكۡمُ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡقِلُوۡنَ
(الانفال:۲۲)

میں بیان کیا گیا ہے کہ ایسے لوگ چوپائے نہیں، بدترین چوپائے ہیں کہ چوپائے بھی اپنے نفع نقصان کو جانتے اور مالک کو پہنچانتے ہیں، آگ سے بھاگتے ہیں، سردی سے بچنے کے لئے اپنے محفوظ مقام کی طرف شام کو لوٹتے ہیں، مگر یہ لوگ اتنا بھی شعور نہیں رکھتے۔

قرآن مجید کا انوکھا انداز

وَلَوۡ عَلِمَ اللّٰهُ فِيۡهِمۡ خَيۡرًا لَّاَسۡمَعَهُمۡ‌ؕ وَلَوۡ اَسۡمَعَهُمۡ لَتَوَلَّوْا وَّهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ (انفال: ۲۳)

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی خوبی دیکھتے تو ان کو سننے کی توفیق دیتے اور اگر ان کو آپ سنادیں تو ضرور روگردانی کریں گے بے رخی کرتے ہوئے۔

علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں:

یعنی اصل یہ ہے کہ ان لوگوں میں بھلائی کی جڑ ہی نہیں۔ کیونکہ حقیقی بھلائی انسان کو اس وقت ملتی ہے جب اس کے دل میں طلب حق کی سچی تڑپ اور نور ہدایت قبول کرنے کی لیاقت ہو۔ جو قوم طلب حق کی روح

سے یکسر خالی ہوچکی اوراس طرح اللہ کی بخشی ہوئی قوتوں کواپنے ہاتھوں برباد کرچکی ہو، رفتہ رفتہ اس میں قبول حق کی لیاقت واستعداد بھی نہیں رہتی۔ اسی کوفرمایا ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں میں قبول خیر وہدایت کی لیاقت نہیں دیکھی، اگران میں کچھ بھی لیاقت دیکھتا تواپنی عادت کے موافق ضروران کواپنی آیتیں سناکرسمجھادیتا۔ باقی بحالت موجودہ اگر انہیں آیات سنااورسمجھادی جائیں تو یہ ضدی اور معاندلوگ سمجھ کربھی تسلیم اورقبول کرنے والے نہیں۔ (تفسیر عثمانیؒ)

بات بہت ہی صاف وستھری ہے، سننے سنانے کا مقصد عملی زندگی سنوارنا ہے لیکن یہ لوگ اللہ ورسول کی اطاعت سے روگردانی کرکے مخالفت کی روش اورراہ اختیار کرتے ہیں ان کے اندر مخالفت کی مواظبت سے معصیت کی نحوست بڑھتی رہتی ہے اور پھراطاعت کی نورانیت ولذّت اوررشد وہدایت سے دوری اورنفرت پیدہوجاتی ہے، اورکبھی یہ معصیت کفرتک لے جاتی ہے جب کہ اللہ ورسول کی اطاعت واتباع کی برکت سے صاحب ایمان کے قلب میں معصیت وکفرسے نفرت اوراللہ ورسول کی محبت کی توفیق ملتی ہے، اورعبادت اورانابت کی شان پیداہوتی ہے اوریہی اطاعت سے مقصود ومطلوب ہے ورنہ سننا، سنانا بیکار محض ہے، اسی کوقرآن نے

وَلَوۡ اَسۡمَعَهُمۡ لَتَوَلَّوۡا

کہاہے، اللہ تعالیٰ نے

يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَيۡبِ

یعنی بن دیکھے بلاسمجھے بلاتحقیق کا مطالبہ کیااس لئے ایمان باللہ اورایمان بالرسول، ایمان بالقرآن، ایمان بالحدیث سب کا سبب جب تسلیمی ہوگا توایمان کی غیبی قوت اور الٰہی وربانی نورہدایت سے طمانینت وشرح صدرکی نعت عظمی اوریقین کی وہ لازوال

بصیرت ملے گی جس کو فراست مومن اور نور الٰہی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔اللہ محض اپنے فضل سے ہمیں عطا فرمائے۔آمین۔مگر ہاں ملتی ہے یہ عملی زندگی سے،اور عملی زندگی اللہ ورسول پر اعتقاد و اعتماد کر کے منزل کی طرف رواں دواں ہونے سے بنتی ہے،اور یہی ایمان و ایقان کا تقاضا ہے اور اسی میں ہماری سعادت دارین اور فوز و فلاح کی ضمانت۔

اللہ ورسول کا حکم بجالانے میں دیر نہ کرو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (الانفال:۲۴)

ترجمہ:۔اے ایمان والو،تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجالایا کرو جب کہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی کے اور اس کے قلب کے درمیان میں اور بلاشبہ تم سب کو اللہ ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔(تھانویؒ)

یعنی اللہ ورسول تم کو جس کام کی طرف دعوت دیتے ہیں مثلاً جہاد وغیرہ اس میں از سرتا پا تمہاری بھلائی ہے ان کا دعوتی پیغام تمہارے لئے دنیا میں عزت و اطمینان کی زندگی اور آخرت میں حیات ابدی کا پیغام ہے پس مومنین کی شان یہ ہے کہ اللہ و رسول کی پکار پر فوراً لبیک کہیں،جس وقت اور جدھر وہ بلائیں سب اشغال چھوڑ کر ادھر ہی پہنچیں۔(تفسیر عثمانیؒ)

حالت نماز میں بھی نبی کی پکار پر حاضر ہونا ضروری ہے

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَرَّ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰه عنهُ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَدَعَاهُ فَعَجَّلَ اُبَيٌّ فِيْ صَلَاتِهٖ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَامَنَعَکَ مِنْ اِجَابَتِیْ اِذْ دَعَوْتُکَ ؟ قَالَ کُنْتُ فِیْ الصَّلَاۃِ ، قَالَ اَلَیْسَ یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ، فَقَالَ لَا جَرَمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَا تَدْعُوْنِیْ اِلَّا اَجَبْتُ وَاِنْ کُنْتُ مُصَلِیاً۔ (روح المعانی ۵/۱۷۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس سے اور وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلایا، آواز دی، تو ابی ابن کعب جلدی جلدی نماز پوری کر کے حاضرِ خدمت رسول ہوئے۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب میں نے تم کو پکارا تھا تو میرے پکارنے پر آنے میں دیر کیوں کی؟ فوراً حاضر کیوں نہیں ہوئے، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نماز میں تھا، نماز میں جواب کیسے دیتا یا حاضری فوراً کیسے ہوتی، اس لئے تاخیر ہوگئی۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم کو اللہ تعالیٰ کا ارشاد معلوم نہیں ہے۔

اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ (الانفال: ۲۴)
یعنی حکم مانو اللہ کا اور رسول کا جس وقت بلائے تم کو اس کام کی طرف جس میں تمہاری زندگی ہے۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیشک رسول کی پکار و بلاوا پر فوراً بلا تاخیر حاضری ضروری تھی آئندہ جب کبھی آپ آواز دیں گے طلب فرمائیں گے، پکاریں گے حکم کی تعمیل ہوگی خواہ نماز کی حالت ہو اور آئندہ ان شاء اللہ ایسا نہ ہوگا۔ یعنی بحالت نماز بھی آپ بلائیں گے فوراً بلا تاخیر حاضر ہو جاؤں گا۔ افضل ترین عبادت استجابت رسول ہے۔

قرآن مجید کی آیت سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور پکارنے اور بلانے کو امت پر کس قدر ضروری قرار دیا ہے کہ کسی وقت اللہ کا رسول کسی کو آواز دے، پکارے بیشک وہ بارگاہِ قدس کی عبادت میں بحالت نماز ہو پھر بھی حکم رسول کی اہمیت وفضیلت یہ ہے کہ فوراً لبیک کہہ کر افضل ترین عبادت استجابت رسول ہے نماز کی ادائیگی نمازی کی اپنی خواہش وتمنا سے ہو رہی ہے اورر رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پکار پر حاضری اور فوراً حاضری اللہ تعالی کے حکم وفرمانبرداری سے ہو رہی ہے تو یقینا عقل وفہم اور فراست وبصیرت کا فیصلہ یہی ہے کہ اللہ ورسول کی اطاعت مومن کی ہر خواہش پر مقدم ہے اور بندہ بحالت نماز اللہ کی رضا کا طالب تھا، اب رسول کی استجابت سے مکمل تسلیم ورضا کا نمونہ بن گیا اور اس میں اطاعت رسول کی تسلیمی وتفویضی شان آگئی جو مطلوب رب العرش عظیم ہے آیت کے ذریعہ اطاعت واستجابت رسول کا حکم بیان کیا گیا ہے کہ جب رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کو بلائیں اور وہ نماز میں بھی ہو تو نماز کو قطع کر کے تعمیل حکم رسول کرے اور یہ اللہ کا حکم وامر ہے اور یہ خصوصیت صرف اور صرف امام الانبیاء خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے کہ پکار پر نماز توڑ کر جواب دے، یہی مقام نبوت و رسالت کی اطاعت ہے۔

استجابت واطاعتِ رسول حیات ایمان ہے

قرآن مجید نے

لِمَا يُحْيِيكُمْ

کہا ہے، یعنی جو تمہارے لئے حیات ہے اور جو، زندگی بخش ہے۔

بعض مفسرین کی رائے ہے وہ حیات بخش چیز ایمان ہے، بعض نے فرمایا وہ قرآن ہے جس میں دنیا وآخرت کی زندگی اور فلاح مضمر ہے۔ بعض نے کہا اتباع حق

ہے بعض نے کہا جہاد ہے، جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عزت بخشی۔ الغرض مراد ایمان ہو یا قرآن یا اتباع حق، ایسی چیزیں ہیں کہ جن سے انسان کا دل زندہ ہوتا ہے اور دل کی زندگی یہ ہے کہ بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جو غفلت وشہوت وغیرہ کے حجابات حائل ہیں وہ راہ سے ہٹ جائیں اور حجابات کی ظلمت دور ہو کر نور معرفت دل میں جگہ کر لے۔

اور ان تمام انوار وتجلیات کے حصول کا ذریعہ اطاعت واستجابت رسول خاتم صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اس لئے رسول کی پکار پر فوراً تعمیل کرو، تا کہ اطاعت رسول کی برکت سے ایمان کی حلاوت ولذت حاصل ہو جائے کیونکہ آیت کا اگلا جملہ بڑا ہی معنی خیز ہے۔

وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ یَحُوۡلُ بَیۡنَ الۡمَرۡءِ وَ قَلۡبِہٖ (الانفال: ۲۴)

ترجمہ: اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی کے اور اس کے قلب کے درمیان۔

یعنی حکم بجالانے میں دیر نہ کرو، شاید تھوڑی دیر بعد دل ایسا نہ رہے اور اپنے دل پر آدمی کا قبضہ نہیں بلکہ دل اللہ کے ہاتھ میں ہے، جدھر چاہے پھیر دے، بیشک وہ اپنی رحمت سے کسی کا دل ابتدا میں نہیں روکتا نہ اس پر مہر کرتا ہے۔ ہاں جب بندہ امتثالِ احکام میں سستی اور کاہلی کرتا رہے تو اس کی جزاء میں روک دیتا ہے، یا حق پرستی چھوڑ کر ضد وعناد کو شیوہ بنالے تو مہر کر دیتا ہے۔ کذا فی الموضح۔

بعض نے

یَحُوۡلُ بَیۡنَ الۡمَرۡءِ وَ قَلۡبِہٖ

کو بیان قرب کے لئے لیا ہے یعنی حق تعالیٰ بندہ سے اپنے اس قدر قریب ہے کہ اس کا دل بھی اتنا قریب نہیں۔

وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ (ق: ۱۶)

تو اللہ کی حکم برداری سچے دل سے کرو، اللہ تم سے بڑھ کر تمہارے دلوں کے احوال وسرائر پر مطلع ہے، خیانت اس کے آگے نہیں چل سکے گی، اسی کے پاس سب کو جمع ہونا ہے وہاں سارے مکنونات وسرائر کھول کر رکھ دیئے جائیں گے۔ (تفسیر عثمانیؒ)

اللہ تعالیٰ کے کلام میں بہت عظیم حکمت وموعظت پوشیدہ ہے کہ دیکھو جب کبھی نیکی کا ارادہ ہو فوراً نیکی کرلو، اطاعت رسول کا موقع ہو فوراً حکم بجالاؤ اور ایسے قیمتی وقت و فرصت کو ضائع نہ ہونے دو۔ نفحات ولحات قدسیہ کی قدر یہ ہے کہ غنیمت جان کر اعمال صالحہ سے وقت کو وصول لو، ورنہ یہ وقت پھر ملے نہ ملے۔ تم رہو نہ رہو، نیکی کا خیال دل میں آئے یا نہ آئے۔

اسی طرح جب کسی گناہ ومعصیت سے بچنے کا موقع آئے دیر نہ کرنا فوراً دامن بچالینا، یوسف علیہ السلام کو یادرکھنا کیونکہ انسان کے ارادہ وقلب کے درمیان اللہ تعالیٰ کی ذات حائل ہے۔ یعنی قضاء وقدر کے تحت نیکی کا موقع نہ ملے، کوئی بیماری یا موت آجائے اسی طرح برائی سے بچنے کا معاملہ ہے نہ بچوگے تو مزید نحوست کہیں بدبختی اور شقاوت کی طرف نہ لے جائے اس لئے دونوں حالت میں اطاعتِ رسول اور اتباع سنت کا طریقہ اختیار کرو اللہ تمہاری اس کاوش کو قبول کرکے تمہیں اہل سعادت میں داخل کرلے گا اور یقینا اسی کے پاس جمع ہونا ہے۔

قربِ الٰہی کا راستہ متابعتِ رسول ہے

اللہ تعالیٰ اپنے اہل قرب ومحبین کو متابعت رسول کی راہ سے اپنے قرب اور مشاہدہ کی دعوت دیتے ہیں لہٰذا تم کو چاہئے کہ اس کی دعوت کو قبول کروتا کہ تم کو حیات دائمی حاصل ہو، چنانچہ فرماتے ہیں اے ایمان والو! تمہارا ایمان جب مکمل ہوگا کہ جب تمہارا دل زندہ ہوجائے۔ لہٰذا اگر تم حیات روحانی اور حیات جاودانی حاصل

کرنا چاہتے ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی پکار کو قبول کرو جب اللہ کا رسول روحانی زندگی بخشنے کے لئے تم کو بلائے یعنی علوم حقہ اور ایمان اور اعمال صالحہ کی طرف بلائے جس سے دنیا میں تم کو روحانی زندگی حاصل ہو اور جنت میں حیات ابدی حاصل ہو ۔غرض جس دین کی طرف حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاتے ہیں وہ دل کو زندہ کرنے والا ہے اور دل کی زندگی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں، پھر کوئی وجہ نہیں کہ تم اس نعمت عظمی سے روگردانی کرو۔ (معارف کاندھلویؒ)

کامیابی کی کنجی

(۷) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوۡا فَتَفۡشَلُوۡا وَتَذۡهَبَ رِيۡحُكُمۡ وَاصۡبِرُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ (الانفال ۴۶)

ترجمہ: اور حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اور آپس میں نہ جھگڑو، پس نامراد ہو جاؤ گے اور جاتی رہے گی تمہاری ہوا اور صبر کرو، بیشک اللہ ساتھ ہے صبر والوں کے۔ (شیخ الہندؒ)

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ہدایت دی ہے کہ جب تمہارا مقابلہ کسی فوج سے ہو جائے تو ثابت قدم رہو، جم جاؤ اور ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کا دل جمعی سے خوب ذکر کرو تا کہ تم بامراد ہو، ذکر اللہ سے دل مضبوط اور مطمئن ہوتا ہے، اللہ کی طرف سے رحمت نازل ہوتی ہے، ذاکر پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت رہتی ہے اور اسی میں کامیابی ہے کہ ذکر اللہ سے ایک خاص قسم کی فرحت ولذّت اور غیبی قوت و طاقت ایسی ملتی ہے جس سے ذاکر کو فوز وفلاح میں مدد ونصرت حاصل ہوتی ہے کہ ذکر اللہ کی برکت سے اللہ ورسول کی اطاعت کی توفیق اور کشش پیدا ہوتی ہے اور یہ ایسی نعمت کبریٰ ہے جو ہر سعادت وخیر کی طرف انسان کو گامزن کرتی ہے کہ کامیابی و

کامرانی کا سارا راز ہی اطاعت رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ذکر اللہ میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ومنہمک رہنے والے کو نہ تو جھگڑے لڑائی سے واسطہ نہ ہی اطاعت رسول کو چھوڑنے کی ہمت وقوت اس لئے اطاعت رسول کی لگن اور ذکر اللہ کا نور ہدایت پر استقامت سے اعمال صالحہ اور وقت کے مطلوبہ کام میں ثابت قدمی، صبر واستقلال، قوت وطمانینت قلب کے ساتھ اتفاق واتحاد سے حاصل ہوتی ہے۔

اس لئے اہل ایمان کو کثرت سے ذکر اللہ کا اہتمام اور اپنے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل اطاعت و اتباع کا اہتمام کرنا چاہئے، اسی میں امت کی کامیابی وکامرانی اور فوز وفلاح کی ضمانت ہے۔ آج ہماری ناکامی کا راز یہی ہے کہ نفسِ ذکر اللہ ہی نہیں تو کثرت یادالٰہی کا سوال کس سے کیا جائے اور اطاعت رسول سے انحراف کے لئے حدیث کی حجیت کا انکار، مختلف قسم کی واہیات اور احادیث رسول پر اعتراضات کے ذریعہ نفس پرستی اور بدعملی اور بے راہ روی کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے اور نفس وشیطان نے دماغ میں خلل ڈالا ہوا ہے کہ ہم بہت دیندار ہیں اور ہم بہت بڑا کام کر رہے ہیں جب کہ شکل وصورت سے گمراہی اہل بصیرت پر واضح ہے، اللہ تعالیٰ محدثین کرام کو جزاء خیر دے انہوں نے ہمارے لئے عملی راستہ صحیح احادیث کو غیر صحیح سے جدا کر کے واضح کر دیا ہے، اب تو بس احادیث وسنت رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کر کے اپنی دنیا وآخرت، ایمان وایقان کو بنا لیجیے اور سنوار لیجئے، سامنے قبر ہے، وہاں کا سوال متعین ہے، بحث وحجت کا موقع نہیں ملے گا نہ ہی دیا جائے گا۔ آمنت باللہ ورسولہ۔

اتباع رسول اور حکم کی اطاعت میں ہی سعادت ہے

حضرت ہارون علیہ الصلاۃ والسلام نے بنی اسرائیل کو جب کہ بچھڑے کے پیچھے مفتون ہو گئے تھے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

(۸) وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ (طه: ۹۰)

ترجمہ: تمہارا رب تو رحمن ہے سو میری راہ چلو اور مانو بات میری۔

ہر عہد وزمانہ میں ہدایت پر استقامت کی راہ وقت کے نبی کی اتباع اور حکم کی بجا آوری ہے اور انبیاء ورسل کی بعثت کا مقصد ہی وہ چیز ہے جس سے ہم کو حق تعالیٰ کی مرضیات اور راہ حق نظر آتا ہے، جو لوگ ان کی اتباع کرتے ہیں وہی فوز وفلاح سے ہم کنار ہوتے ہیں اور جن لوگوں نے بھی ان کے حکم اور ہدایات سے روگردانی کی خواہ نافرمانوں کی نگاہ میں سبب جو بھی رہا ہو وہ دونوں جہاں میں ناکام رہے اور نقصان و خسران کے ساتھ ذلیل ورسوا ہوئے، اس لئے قرآن مجید نے ہدایت دی ہے کہ رسول کی اتباع اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرو اور رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت ہے، اللہ کی اطاعت کا راستہ رسول کی اطاعت سے ہٹ کر نہیں ہے، ایسا سوچنا سراسر گمراہی ورسوائی ہے، اور نفاق کی واضح دلیل ہے، اہل ایمان کو نفاق سے بچنا بہت ہی ضروری ہے تاکہ اطاعت رسول سے اللہ کی رحمت حاصل کر سکے۔ جس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نصیب نہ ہو اس کو اللہ تعالی کی اطاعت کیسے نصیب ہوگی، کیوں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی اللہ تعالی کی اطاعت ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

شوق ورغبت اور دل وجان سے رسول کی اطاعت کروگے تو ہدایت پاؤ گے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۹) قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۭ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ

اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ (النور:۵۴)

ترجمہ:۔اور آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو پھر اگر تم لوگ اطاعت سے روگردانی کروگے تو سمجھ رکھو کہ رسولؐ کے ذمہ وہی تبلیغ ہے جس کا ان پر بار رکھا گیا ہے اور تمہارے ذمہ وہ ہے جس کا تم پر بار رکھا گیا ہے اور اگر تم نے ان کی اطاعت کرلی تو راہ پر جالگوگے اور بہرحال رسولؐ کے ذمہ صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے۔ (تھانویؒ)

سورۃ نور کی اس آیت سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا حال بیان کیا ہے کہ زبان سے تو دعویٰ ایمان اور اطاعت کا ذکر کرتے ہیں مگر ان کے دل اطاعت اور یقین سے خالی ہیں، یہ گروہ منافقین کا ہے کہ باوجود واضح نشانیوں کے راہ راست پر نہیں چلتے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر دل سے راضی نہیں، ان کا ذکر اس طرح ہوا ہے۔

اطاعت رسول سے راہِ فرار والے مؤمن نہیں ہوسکتے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ (النور:۴۷)

ترجمہ:۔اور لوگ کہتے ہیں ہم نے مانا اللہ کو اور رسول کو اور حکم میں آئے پھر، پھرا جاتا ہے ایک فرقہ ان میں سے اس کے پیچھے اور وہ لوگ نہیں ماننے والے ہیں۔(شیخ الہند)

یہ آیت بشر نامی منافق کے بارے میں نازل ہوئی اس کا ایک یہودی کے ساتھ زمین کے متعلق جھگڑا تھا۔ یہودی نے کہا کہ ہم اپنا فیصلہ محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

پاس لے جاتے ہیں وہ جو فیصلہ کریں گے ہمیں منظور ہے اور بشر نے کہا نہیں ہم اپنا فیصلہ کعب بن اشرف یہودی کے پاس لے جائیں گے۔ الغرض صاحب ایمان و ایقان اور منافقین میں یہی فرق ہے کہ منافق زبان سے دعوائے ایمان و اطاعت کا کرتا ہے اور جب عمل کا وقت آتا ہے تو حیلہ و بہانہ کر کے اور شک وشبہ ڈال کر عمل سے منہ موڑ لیتا ہے، حدیث وسنت اور سیرت نبوی سے پھر جاتا ہے۔ سچی حقیقت یہی ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں شروع سے ایمان وانقیاد موجود ہی نہ تھا، جو کچھ زبانی جمع خرچ تھا امتحان وابتلاء کے وقت اس کی قلعی بھی کھل جاتی ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے صاف فیصلہ سنا دیا کہ

وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ

یہ لوگ مومن ہی نہیں

یہ ماننے والے نہیں، ماننے والے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے کچھ صفات کا ذکر کیا ہے پھر سچے پکے مومنین کا ذکر کر کے اطاعت رسول کی رغبت دی گئی ہے۔

کمال ایمان کی علامت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

(النور:۵۱)

ترجمہ: ایمان والوں کی بات یہی تھی کہ جب بلائے ان کو اللہ اور رسول کی طرف فیصلہ کرنے کو ان میں تو کہیں سن لیا اور حکم مان لیا اور وہ لوگ کہ انہی کا بھلا ہے۔ (شیخ الہندؒ)

علامہ عثمانی لکھتے ہیں:

یعنی سچے مسلمان کا کام یہ ہوتا ہے اور یہ ہونا چاہیئے کہ جب کسی معاملہ میں ان کو اللہ اور رسول کی طرف بلایا جائے خواہ اس میں بظاہر ان کا نفع ہو یا نقصان ایک منٹ کا توقف نہ کریں، فی الفور

سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا

کہہ کر حکم ماننے کے لئے تیار ہو جائیں اسی میں ان کی اصلی بھلائی اور حقیقی فلاح کا راز مضمر ہے۔

حاصل یہ ہے کہ مومن کی خاص ایمانی صفت یہ ہے کہ دل و جان سے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سنا اور بلا چون وچرا بسر وچشم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری اس لئے کیا کہ ان کو یقین تھا اور ہے کہ نبی ورسول کا قول حق اور صدق وسچائی کا اعلیٰ نمونہ ہوتا ہے اس لئے سمع اور اطاعت پر اللہ نے فرمادیا کہ یہی کامیاب اور فلاح پانے والے لوگ ہیں۔ہم تمام اہل ایمان کا ایمانی تقاضا یہ ہے کہ منافقین کی صفات سے مکمل اجتناب واحتراز کریں اور کسی کی شکل وصورت اور خوبصورت گفتگو میں نہ آئیں یہ بدعملی اور فتنے کا وقت ہے، صالحین واتقیا کی راہ چلنے کی پوری کوشش کریں اور اللہ تعالیٰ سے ہدایت پر استقامت کے طالب و بھکاری بنے رہیں۔فتنوں نے نئی نئی شکلیں اختیار کرلی ہیں کہیں منکرین اسلام کہیں منکرین الہ، کہیں منکرین قرآن، کہیں منکرین احادیث، کہیں منکرین حجیتِ حدیث، کہیں منکرین ختم نبوت، کہیں منکرین صحابہ کہیں منکرین ائمہ، کہیں مرزائیت، کہیں مہدویت وغیر ذالک اللہ ہماری ان تمام فتنوں سے حفاظت فرمائے آمین۔

فتنوں سے سلامتی کی راہ اطاعت رسول ہے

ان تمام فتنوں سے سلامتی اور حفاظت کی راہ صرف اور صرف اللہ اور محمد رسول اللہ

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں منحصر ہے، دشمنوں نے دیکھا کہ مسلمانوں میں اطاعت رسول ہی سے ربانیت اورشریعت کی استقامت پیدا ہوتی ہے اس لئے ان کو اطاعت رسول سے ہٹانے کی سازش کی گئی کہ اطاعت آتی ہے احادیث وسنت رسول سے، لہٰذا اسی سندی اور ربانی سلسلوں کو مشکوک بنادو تا کہ بدگمانی اور بدعقیدگی پیدا ہوجائے، اوراس نفس پرستی کے دور میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے اقرار کے ساتھ اقوال رسول اور افعالِ رسول کی حجیت کا انکار کردو اوراس طرح نفاق اورانحراف کا راستہ تلاش کیا گیا اور سازش میں کامیابی حاصل کی گئی، جب کہ محدثین اوراصحاب علم وفضل نے جرح وتعدیل کے اصول وضوابط اور روایت ودرایت کی صحت کے سخت ترین قواعد کے تحت احادیث رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمع کیا، ان کی شرحیں لکھیں، معانی ومطالب کی نشاندہی کی، اور پھراس رشد وہدایت کی راہ سے استقامت کے ساتھ گذر کراعلی درجہ کی ربانیت کا نمونہ دکھلا کر تمام دنیا کو بتلادیا کہ کامیابی وکامرانی صرف اورصرف اطاعت رسول اوراتباع رسول اوراسوہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں منحصر ہے، اوراللہ تعالیٰ کا وعدہ

وَمَنۡ یُطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزاً عَظِیۡماً۔ (الاحزاب:۷۱)

جورسول کی اطاعت کرے گا وہ یقینا بڑی کامیابی سے ہم کنار ہوگا۔

پورا ہوکر رہے گا۔ انشاء اللہ۔

سورہ نور کی آیت: ۵۴، میں اللہ تعالیٰ نے دو ذمہ داریوں کا اعلان کیا ہے ایک رسول خاتم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تبلیغ ورسالت کا بوجھ اور دوسرے امت پر تصدیق وقبول کی ذمہ داری۔

علامہ عثمانیؒ آیت النور: ۵۴ کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی پیغمبر پر اللہ کی طرف سے تبلیغ کا بوجھ رکھا گیا ہے سو اس نے پوری طرح ادا

کر دیا اور تم پر جو بوجھ ڈالا گیا وہ تصدیق وقبول حق کا ہے اور یہ کہ اس کے ارشاد کے موافق چلو، اگر تم اپنی ذمہ داری کو محسوس کر کے اس کے احکام کی تعمیل کرو گے تو کامیابی دارین کی راہ پاؤ گے اور دنیا وآخرت میں خوش رہو گے ورنہ پیغمبر کا کچھ نقصان نہیں، تمہاری شرارت وسرکشی کا خمیازہ تم کو ہی بھگتنا پڑے گا، پیغمبر تو اپنا فرض ادا کر کے عنداللہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو چکے۔ (عثمانیؒ)

دراصل اللہ تعالیٰ کے نزدیک انبیاء ورسل امین اور حق تعالیٰ کی طرف سے ترجمان حق اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کے مخبر صادق اور رشد وہدایت کے پہنچانے والے ہیں، اور اسی عظیم مقصد کے لئے ان کو بھیجا جاتا ہے۔ اور جب بعثت کا مقصد پورا ہو جاتا ہے تو ان کو بارگاہِ قدس میں بلا لیا جاتا ہے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اور عالم کی رشد وہدایت کے دستوری اور قانونی دفعات اور حدود شرعیہ، اوامر ونواہی کی تعیین، عبادات ومعاملات کی عملی وضاحت، آداب زندگی اور معاشرت کا عملی نمونہ، حلال وحرام کا بیان، طیب وخبیث کی شناخت الغرض پیدائش سے موت تک اور پھر مابعد الموت حشر ونشر۔ حساب وکتاب، اور حضور حق کی پیشی اور خسران اور انعام کی مکمل تفصیل کی تبلیغ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادی اور اللہ تعالیٰ نے اس کا اعلان فرمادیا۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدۃ: ۳)

ترجمہ: آج کافر تمہارے دین سے ناامید ہو گئے سو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔ آج میں نے پورا کر دیا تمہارا دین اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر اختیار کرنے کے لیے پسند کر لیا۔ (مفتی تقی عثمانی)

اب جن کو بات پہنچائی گئی ان کی ذمہ داری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معتمد اور امین اور مخبر صادق، معصوم محض، خلق عظیم، امام الانبیاء، سید الاولین والآخرین، خاتم الانبیاء والمرسلین، شافع محشر، مقام محمود پر فائز احمد ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر اعتقاد واعتماد کے ساتھ ایمان وایقان کے مضبوط ومستحکم یقین راسخ کے ساتھ اطاعت واتباع کرے اور اس اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت اور اپنی سعادتِ دارین کے عقیدہ اور مغفرت ونجات کا یقینی اور قطعی ذریعہ جانے

وَمَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء: ۸۰)

یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

اطاعت رسول پر حق تعالیٰ کی خوشنودی اور قبولیت کی ضمانت ہے اس لئے کبھی بھی اطاعت رسول اور اتباع رسول، اور سنت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو احادیث مبارکہ سے صحت کے ساتھ امت میں تواتر سے اور صحیح اسناد سے ثابت ہی نہیں بلکہ علماء وربانین کا معمول اور حرز جان رہی ہے، ان کو ہلکا سمجھنا اور ان کی ربانی حیثیت کو مجروح کرنا، کھلا ہوا نفاق اور خود کے ایمان کو داغدار کرنا ہے، انجام اس کا بہت خطرناک ہے، سنت نبوی ہی معیار قبولیت ہے اس سے ہٹ کر سب چیز ردی کی حیثیت رکھتی ہے۔ **اللھم ارزقنا اتباع خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم**

رسول کی اطاعت میں ہدایت کی ضمانت ہے

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا (النور: ۵۴)

اگر اس کا کہا مانو تو راہ پاؤ

رب العرش العظیم نے کتنی مبنی برحقیقت بات کہی، اور فوز وفلاح اور سعادت

دارین کی غیبی پر اسرار کامیابی اور کامرانی کی خبر مخبر صادق خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی ربانی میں نازل کی، اور حتمی وقطعی طور پر اہل ایمان جو اطاعت رسول کو حرزِ جان بناتے ہیں ان کو بشارت سنائی ہے کہ ہدایت پر وہی لوگ ہیں جو اطاعت کی راہ پر استقامت کے ساتھ جمے ہوئے ہیں۔ واضح طور پر جو ہدایت کا متمنی ہے وہی اطاعت کی توفیق پاتا ہے اور اطاعتِ رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں ہدایت کی دلیل اور آخرت میں مغفرت وجنت کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس عظیم خوشخبری کو جو اطاعتِ رسول پر ملنے والی ہے اس کو بیہودہ شکوک وشبہات اور واہیات وخرافات، ملحدین اور منکرین حدیث کی پیدا کی ہوئی باتوں میں آکر سعادت وہدایت جو اطاعت سے ملنے والی ہے اس کو چھوڑ کر گمراہی کی وادی میں بھٹکنا عقلمندوں کا کام نہیں، اور پھر اس بددینی اور بدعقیدگی پر شاداں اور فرحان رہنا دانائی نہیں سخت گمراہی ونادانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب کو ہدایت واطاعت پر جما دے اور گمراہی سے بچالے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوی سنت وسیرت کی ربانی ورحمانی محبت وعقیدت سے شرح صدر کی نعمت سے نواز دے ،آمین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حاصل یہ کہ ساری سعادت کا راز اطاعت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بات پہنچادی اور عنداللہ وہ بری ہو گئے۔ نبوت کی ذمہ داری پوری ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نبی کو اپنے پاس عالمِ شہادت، بارگاہ قدس میں بلا لیتا ہے اس مفہوم کو سورہ تغابن آیت: ۱۲ میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (تغابن: ۱۲)

ترجمہ: اور فرماں برداری کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی، سو اگر تم

اعراض کروتو ہمارے رسول پر پہنچا دینا ہے واضح طور پر۔ (مفتی تقی عثمانی)

آیت سورہ النور: ٥٦ میں اللہ تعالیٰ نے کیا خوبصورت بات اطاعت سے متعلق کہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

(النور: ٥٦)

ترجمہ: اور قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوۃ اور حکم پر چلو رسول کے تاکہ تم پر رحم ہو۔ (شیخ الہندؒ)

علامہ عثمانی لکھتے ہیں:

یعنی اللہ کی رحمت سے حصہ لینا چاہتے ہو تو تم بھی انہی مقبول بندوں کی روش اختیار کرو، وہ روش یہ ہی ہے، نمازیں قائم کرنا، زکوٰۃ دیتے رہنا، اور تمام شعبِ زندگی میں رسولؐ کے احکام پر چلنا۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا مُتَابَعَةَ رَسُوْلِكَ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِيْنَ۔ آمِيْنَ

آیت میں نماز قائم کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور نماز کی تکبیر تحریمہ سے سلام تک کی تفصیل حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے صحابہ نے، ان سے تابعین نے، ان سے تبع تابعین نے حاصل کی اس کے بعد سے آج تک مضبوط و مستحکم تواتر کے ساتھ نماز کی کیفیت صرف منقول ہی نہیں بلکہ عملی طور پر امت میں رائج ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے مگر اس کی مقدار پھر جانور کی زکوٰۃ کی تفصیل، یہ تمام وضاحت حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روشنی میں امت میں رائج ہے اور اسی پر عمل

کر کے اہل ایمان رضائے الٰہی حاصل کر رہے ہیں۔ اگر ان احادیث کو حجت نہ مانا جائے تو پھر نماز کی ادائیگی یا زکوٰۃ کی ادائیگی کی شکل کس طرح متعین کی جائے گی۔

حاصل کلام یہ کہ رسول کی اطاعت ہوگی تو اللہ رحم فرمائیں گے ورنہ اطاعت سے انحراف کرنے والا خود اپنی عاقبت کے خسران کا ذمہ دار ہے۔ اسی طرح کا مضمون سورۃ المجادلۃ: آیت ۱۳ میں موجود ہے دیکھ لیں۔

حکم شرع نہ ماننے سے بندہ کافر ہو جاتا ہے

(۱۰) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ (محمد: ۳۳)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو حکم پر چلو اللہ کے، اور حکم پر چلو رسول کے اور ضائع مت کرو اپنے کئے ہوئے کام۔ (شیخ الہندؒ)

علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں:

''یعنی جہاد، یا اللہ کی راہ میں اور کوئی محنت و ریاضت کرنا، اس وقت مقبول ہے جب اللہ و رسول کے حکم کے موافق ہو، محض اپنی طبیعت کے شوق یا نفس کی خواہش پر کام نہ کرو، ورنہ ایسا عمل یونہی بیکار ضائع ہو جائے گا۔ مسلمان کا کام نہیں کہ جو نیک کام کر چکا یا کر رہا ہے اس کو کسی صورت سے ضائع ہونے دے، نیک کام کو نہ بیچ میں چھوڑو نہ ریا و نمود اور عجب و غرور وغیرہ سے اس کو برباد کرو، بھلا ارتداد کا تو ذکر کیا ہے جو ایک دم تمام اعمال کو حبط کر دیتا ہے۔ العیاذ باللہ''

حضرت شاہ صاحب دہلویؒ نے آیت

طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ (محمد: ۲۱)

کے تحت بہت ہی عمیق الہامی بات لکھی ہے جس سے اطاعت کی شرعی حیثیت خوب واضح ہو جاتی ہے اور تمام افراد کی راہ کا حکم سامنے آ جاتا ہے اور

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (المائدة ۹۲)

کی تفسیر خود آیت سے نکھر کر سامنے آ جاتی ہے، لکھتے ہیں۔

حکم شرع کو نہ ماننے سے کافر ہو جاتا ہے اللہ کا حکم ہر طرح ماننا ہی چاہئے۔

حضرت تھانویؒ بیان القرآن میں لکھتے ہیں۔

اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور (چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ ہی کا حکم بتلاتے ہیں خواہ خاص طور پر وحی الٰہی میں اس کا حکم ہوا ہو یا وحی الٰہی میں کلی ضابطہ بیان فرمایا گیا ہو، اور اس خاص حکم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ضابطہ میں داخل ہونے کی بناء پر حکم دیا ہو، اس لئے) رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اطاعت کرو اور کفار کی طرح اللہ و رسول کی مخالفت کر کے اپنے اعمال کو برباد مت کرو۔ (تھانویؒ)

اللہ و رسول کی مخالفت کر کے اپنے اعمال کو برباد مت کرو

لَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ

اور اپنے اعمال کو برباد مت کرو۔

اس کی وضاحت آپ نے پڑھ لی تاہم اعمال کو برباد کرنے کی کئی صورتیں ہیں۔ مختصراً:

(۱) اعمال کو برباد کرنے کی ایک صورت کفر ہے کہ کافر کا کوئی عمل کفر کی وجہ سے مقبول ہی نہیں۔

(۲) اعمال کو برباد کرنے کی ایک صورت اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جانا ہے کہ زمانہ اسلام کے تمام اعمال صالحہ جو بارگاہِ قدس میں قبولیت کے لائق تھے مگر اس شخص کے کفر اختیار کرنے اور مرتد ہونے کی وجہ سے اکارت و برباد ہو گئے۔

(۳) اعمال کو برباد کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت میں اعمال صالحہ کی قبولیت کے لئے شرط ہے اخلاص وللّٰہیت یعنی وہ اعمال خالص اللہ جل مجدہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے ہونا چاہئے۔ یعنی ریا دکھلاوا، شہرت پسندی کی نیت وغرض نہ ہو۔

اگر اعمال میں یہ فساد نیت ہوگا تو اعمال صالح مقبول نہیں برباد اور ضائع ہے اور وہ عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک باطل ہوگا۔ کوئی اجر وثواب نہیں ملے گا۔

(۴) اعمال کو برباد کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ صدقہ وخیرات کیا اور اپنے صدقات وخیرات کا احسان جتلا کر غریب کو ایذا اور تکلیف پہنچایا، یا لوگوں کے درمیان رسوا کردیا۔ آپس میں کسی غیر مناسب موقع پر احسان فراموش، بے مروّت، طوطا چشم وغیرہ کلمات بول کر اعمال برباد کردیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم صاف واضح ہے۔

لَا تُبۡطِلُوۡا صَدَقٰتِکُمۡ بِالۡمَنِّ وَالۡاَذٰی (البقرۃ: ۲۶۴)

یعنی اپنے صدقات کو احسان جتلا کر یا غریب کو ایذا دے کر باطل نہ کرو، برباد نہ کرو۔

(۵) حضرت حسن بصریؒ نے

لَا تُبۡطِلُوۡۤا اَعۡمَالَکُمۡ

کی جامع ترین تشریح کی ہے، فرماتے ہیں کہ اپنی نیتوں کو گناہوں کے ذریعہ باطل اور اکارت نہ کرو۔

حضرت حسن بصریؒ کے قول کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ابطالِ اعمال سے مراد اعمال صالحہ کی برکات سے محرومی ہو کیونکہ گناہ اور معاصی کی کثرت اور زیادتی کی وجہ سے اعمال صالحہ کی کمی وقلّت ہوتی ہے جس کی بنا پر خوبی وبرکت نمایاں طور پر

ظاہر نہیں ہو پاتی اور معاصی کی سزا کے بعد نیکی کی خوبی ظاہر ہو گی، تو مفہوم یہ ہوا کہ نیکیوں پر معاصی کو غالب نہ ہونے دو۔ واللہ اعلم

(٦) اعمال کو اکارت کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ نیک عمل شروع کرے اور پھر مکمل ہونے سے پہلے اس کو فاسد کر دے مثلاً نفل نماز شروع کر دیا اور درمیان میں نماز توڑ دیا۔ اس کی قضا امام اعظمؒ کے نزدیک واجب ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اس کی قضا واجب نہیں، تفصیل کا یہ مقام نہیں۔

(٧) اعمال کو اکارت کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ سنتِ نبوی جو امت میں تواتر کے ساتھ ثابت ہے اس کو چھوڑ کر اپنی نفسانی خواہشات اور اپنی فرسودہ تحقیق جو فکر و نظر اور اسوہ رسول سے ہٹ کر ہو وہ اعمال بھی عند اللہ اکارت اور رائیگاں جائیں گے، کیونکہ قبولیت کی شرط فکر و نظر میں اتباعِ رسولِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنیادی اساس اور اہم ستون ہیں۔

ایک اہم اور غور و خوص کا مقام

حضراتِ مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے جو بھی لکھا وہ سب سرآنکھوں پر اور سبھی قابل قبول تفسیریں ہیں اور حقیقت پر مبنی معارف و اسرار میں انکار کی گنجائش نہیں تاہم

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ (محمد: ۳۳)

سے ذوقی طور پر جو بات دل کو چھوتی ہے وہ یہ کہ اللہ و رسول کی مخالفت کر کے اپنے اعمال کو برباد نہ کرو کیونکہ ابطال اعمال اطاعت باری اور اطاعتِ رسول کی صورت میں ممکن ہی نہیں ناممکن و محال ہے، ابطال و اعمال کی صورت محض مخالفت کی ہے خواہ حکم ربانی کی مخالفت ہو یا مخالفت رسول خاتم النبیین صلی اللہ علی وسلم ہو، اور وہ تمام قبولیت کی شرطیں بھی ملحوظ رہیں گی اطاعت کی صورت میں جو نمبر وار لکھی گئی ہیں۔

تو حاصل یہ کہ اصل چیز ہے اللہ و رسول کی اطاعت، اطاعت بذاتِ خود ایک عظیم علامتِ ایمان اور فکر و نظر کی اہم ترین عبادت ہے۔ یہی جذبہ ذرہ کو آفتاب بنا دیتا ہے بندہ کو آداب بندگی کی مومنانہ حقیقی حیات کی راہ پر گامزن کرتا ہے، اور اطاعت کے نور پھر معرفت کی سمت کشاں کشاں لاکر اس کے سامنے عبدیت کے راز کو عیاں کر دیتا ہے پھر بندہ اپنی نیستی و پستی اور حق سبحانہ کی باکمال اور پر جلال ہستی کا اپنی تقصیر کے ساتھ اعتراف کر کے

سُبْحَانَکَ مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ وَ مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ

کہہ کر عبدیت کی کیفیت میں کھو جاتا ہے۔ یہ دردِ نایافت بھی عجیب پر کیف ہے اور عبدیت کی لذّت کا پتہ دیتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیِّنَ صَلّٰی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ۔

تقویٰ کے حصول کا طریقہ اطاعت رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے

یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ قرآن و احادیث میں تقویٰ کو راس الطاعات کہا گیا ہے۔ یعنی اللہ کا لحاظ و خیال رکھنا، معصیت اور نافرمانی سے بچنا، گناہ و بدعملی سے دور رہنا، اور اللہ و رسول کی تعلیمات و ہدایات کی روشنی میں باطن کو آلائش سے بچا لینا، ایمان و ایقان کو داغدار نہ ہونے دینا۔ الغرض تمام منہیات سے استطاعت بھر اجتناب کرنا اور تمام مامورات کا امتثال حسب قدرت و استطاعت کرنا۔ ہمارے خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری شریعت میں تقویٰ کہلاتی ہے۔ اور یہی اہتمام اعمال صالحہ کا نتیجہ و ثمرہ ہے اور اسی پر ایمان کی ربانی و رحمانی شعوری حقیقت و معرفت تعمیر ہوتی ہے۔ یہ ایک ایمانی و باطنی کیفیت ہے جو مومن کو روحانی حیات بخشتی ہے اور بارگاہِ قدس میں اسی کی قیمت لگتی ہے۔ قرآن مجید نے صاف کہہ دیا ہے۔

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ
(الحج:۳۷)

ترجمہ:۔ اللہ کونہیں پہنچتا ان کا گوشت اور نہ ان کا لہو۔لیکن اس کو پہنچتا ہےتمہارے دل کا ادب۔(شیخ الہندؒ)

ظاہری و باطنی تمام اعمال صالحہ میں اطاعتِ رسول اور صالح نیت کے وجود سے تقویٰ کی صفات پیدا ہوتی ہیں اور اس پر استقامت و استقلال سے یہ حقیقت و کیفیت ترقی کرتی ہے یہ سب بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اطاعتِ رسول اور حسنِ نیت کے بعد ملتی ہے۔ایمان کی تمام خوبیاں تقویٰ سے ہی نمایاں ہو کر صاحبِ ایمان کو حق پرستی اور حق آ گاہ اور حق طلبی اور حق تعالیٰ کی رضا جوئی میں مسلسل منہمک اور مشغول کر کے وقت کو ضائع ہونے سے بچا لیتی ہے۔اب اللہ تعالیٰ کا کلام دیکھئے۔

(۱) اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ (نوح:۳)

ترجمہ: اور کہتا ہوں کہ تم اللہ کی عبادت یعنی توحید اختیار کرو اور اس سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔(تھانویؒ)

یعنی اللہ سے ڈر کر کفر و معصیت چھوڑ و اور اطاعت و عبادت کا راستہ اختیار کرو۔

تقویٰ کی بنیاد توحید کے بعد معصیت کا چھوڑنا اور اطاعتِ رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حرز جان بنانا۔

(۲) اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ () فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (الشعراء:۱۰۸،۱۰۷)

ترجمہ: میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں، سو اس کا مقتضا یہ ہے کہ تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔

(۳) فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (الشعراء:۱۱۰)

ترجمہ: سو تم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو۔

(۴) فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (الشعراء: ۱۳۱)

ترجمہ: سوتم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو۔

(۵) فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (الزخرف: ۶۳)

ترجمہ: سوتم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو۔

(۶) فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (ال عمران: ۵۰)

ترجمہ: سوتم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو۔

(۷) اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ () فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (الشعراء: ۱۲۶،۱۲۵)

ترجمہ: بلاشبہ میں تمہارے لیے امانت والا پیغمبر ہوں۔ سوتم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو۔

(۸) فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (الشعراء: ۱۴۴)

ترجمہ: سوتم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو۔

(۹) اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ () فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (الشعراء: ۱۶۳،۱۶۲)

ترجمہ: بلاشبہ میں تمہارے لیے امانت والا پیغمبر ہوں۔ سوتم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو۔

(۱۰) اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ () فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (الشعراء: ۱۷۹،۱۷۸)

ترجمہ: بلاشبہ میں تمہارے لیے امانت والا پیغمبر ہوں۔ سوتم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو۔ (مفتی تقی عثمانی)

(۱۱) فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ () وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ (الشعراء: ۱۵۱،۱۵۰)

ترجمہ: سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو اور ان حدود و بندگی سے نکل جانے والوں کا کہنا مت مانو۔ (تھانویؒ)

عقلمند اور ہوشمند انسان وہی ہے جو اس دنیا میں بے مُہار لوگوں کی راہ پر نہ چلے اور ظاہری کروفر اور عیش وعشرت اور دل ربا خوشحالی اور آرام وراحت اور باغ وبہار کی حالت دیکھ کر دھوکہ وفریب نہ کھائے کیوں کہ ہم فانی اور چند روزہ زندگی میں ہمیشہ اسی عیش وآرام سے نہیں رہیں گے، تجربہ بھی یہی ہے اور اللہ ورسول نے اسی حقیقت کو آشکارا کیا ہے، اصل چیز تو اللہ اور رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے یہی ایک ابدی سرمایہ حیات ہے، اللہ کی جناب میں اس کی قدر و قیمت قرآن مجید کا بار بار

فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ

انسانیت کو وحی ربانی میں مخبر صادق خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سنایا گیا ہے اور اسی یقین کی طرف رہنمائی اور اسی کا عملی طور پر مطالبہ ہے، وہ لوگ جو کسی بھی وجہ سے اطاعتِ رسول اور حجیت حدیث کا بہانہ بنا کر اطاعت شریعت وسنت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منہ موڑتے ہیں وہ قرآن کی اصطلاح اور زبان میں مسرفین کی راہ اختیار کر رہے ہیں۔ یہ دنیا ہے، مکمل آزادی ہے مسرفین کو مگر جو متبعین اور مطیعین ہیں ان کو اللہ ورسول کی حدودِ شریعت اور نہج نبوت وسنت کی پیروی میں جو ایقان وایمان کی حلاوت باطنی نصیب ہوتی ہے اس سے مسرفین مکمل محروم ہیں، ہم اطاعتِ رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی غیر متناہی حمد وشکر کرتے ہیں اور اس میں بھی اپنی تقصیر کا صد عجز وافتقار کے ساتھ اعتراف کرتے ہیں۔

سُبْحَانَکَ وَلَکَ الحَمْدُ لَااُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ۔

اللہ اور رسول کی اطاعت پر حق تعالیٰ کی بشارت

ماضی میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت حتمی اور یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، اور یہ بھی آپ کے علم میں آ چکی ہے کہ رسول کی اطاعت کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ‌ۚ وَمَنۡ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا (النساء:۸۰)

ترجمہ: جس شخص نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جو شخص روگردانی کرے سو ہم نے آپ کو ان کا نگراں کر کے نہیں بھیجا۔ (تھانویؒ)

اس آیت پر ماضی میں وضاحت ہو چکی ہے یہاں محض اطاعت کی اہمیت اور عنداللہ قدر و منزلت اور حصولِ سعادت کے سبب اور تذکیر کی نیت سے پیش کر دیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں رسول کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت کی آیت نازل فرما کر دوسری آیت میں خوب قوت اور تاکید کے ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا، اے ایمان والو اللہ تم کو حکم دیتا ہے، اور رسول پر جس طرح ایمان کے بغیر اللہ تعالیٰ پر ایمان کا دعویٰ سراسر غلط ہے اسی طرح رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا دعوی بھی سراسر غلط اور تمہارے نفس کا دھوکہ اور فریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ (النساء:۶۴)

ترجمہ: اور ہم نے تمام رسولوں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ بحکم الٰہی ان کی اطاعت کی جائے۔

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے، لہذا وہ لوگ جو اطاعت رسول سے منہ موڑتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو توڑتے ہیں جب کہ اپنے نفس کے دھوکہ اور فریب سے یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم نے عدم اطاعت رسول سے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا حالانکہ یہ سب سے بڑا شیطانی مکر اور کید ہے جو ان کو ہلاکت کی طرف لے جا رہا ہے۔

اللہ اور رسول کی اطاعت والے ہی کامیاب وکامران ہوں گے

قرآن مجید حق تعالیٰ کا کلام ہے اور تصور وسوچ سے بلند غیب کی حقیقت کو منکشف کرتا ہے، ظاہری اور باطنی دونوں اعمال کی جزا اور سزا کو بھی بہت ہی صاف اور واضح طور پر کھول دیتا ہے تاکہ حجت تمام ہوجائے اور کسی بھی طرح کا ادنی خفا بھی باقی نہ رہے، اور بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجائے۔ یہ محاسن اسلام میں سے ہے۔ فالحمد اللہ علی ذالک۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱۱) وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِيۡمًا (الاحزاب:۷۱)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔ (تھانویؒ)

حقیقت میں اللہ ورسول کی اطاعت ہی میں حقیقی کامیابی کا راز چھپا ہوا ہے جس نے یہ راستہ اختیار کیا مراد کو پہنچ گیا۔ (تفسیر عثمانیؒ)

آیت میں ربانی کتنی عظیم اللہ ورسول کی اطاعت پر بشارت اور فوز وفلاح کی حتمی ضمانت کا الٰہی پیغام سنایا ہے جو مومن ومطیع کے ایمان وایقان میں نور بصیرت کے عملی جد وجہد کو استقامت کے ساتھ اللہ ورسول کی اطاعت پر کھڑا کر دیتا ہے۔ اتنی عظیم

کامیابی کی راہ کو عقلمند نہیں چھوڑ سکتا ہے۔

ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱۲) وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَيَخۡشَ اللّٰهَ وَيَتَّقۡهِ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ (النور: ۵۲)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کہا مانے اور اللہ سے ڈرے اور اس کی مخالفت سے بچے بس ایسے لوگ بامراد ہوں گے، (تھانویؒ)

یعنی فی الحال فرمانبردار ہو، گذشتہ تقصیرات پر نادم ہو اور اللہ سے ڈر کر توبہ کرے اور آئندہ برے راستہ سے بچ کر چلے، اسی کے لئے دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔ (تفسیر عثمانیؒ)

کامیابی وکامرانی کا مدار تین چیزوں پر ہے

اول اطاعت، یعنی احکام شریعت کی دل و جان سے بجا آوری۔ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ اللہ و رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت سے اللہ کی نصرت و قوت اور زمین پر سکینت و برکت کا نزول ہوتا ہے، اللہ کے بندوں کے قلوب میں اطاعت کی وجہ سے وہ تمام باطنی امراض، حسد، کینہ، غرور وتکبر، جاہ طلبی، خود پسندی اور عجب سے پاکی اور طہارت قلب کی نعمت ملتی ہے۔ انہی باتوں سے معاشرے میں خیر کا وجود اور فساد معدوم ہوتے ہیں، اہلِ اطاعت میں قدرتی طور پر انابت الی اللہ کا جذبہ غالب رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ مایہ ایمان اور نورِ اعمال کی ہمہ وقت جستجو میں منہمک اور مشغول رہتے ہیں ان کو فرصت ہی نہیں ملتی کہ دوسری جانب توجہ کریں اور فرصت اور وقت کو ضائع کریں۔ اس لئے ہر لمحہ اور ہر وقت اطاعت کے ذریعہ طینت وطہارت قلب کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

دوم خشیت ۔یعنی دل سے اللہ کی عظمت اور ہیبت ۔اللہ ورسول کی اطاعت کے اہتمام سے مومن کے دل میں حق تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کی ہیبت پیدا ہوتی ہے جس کا نتیجہ خشیت الٰہی ہے اور جب خشیت آتی ہے تو حق تعالیٰ کی محبت جاں گزیں ہوتی ہے یعنی معصیت سے نفرت کا سبب مالک حقیقی اور معبود حقیقی کی ناراضگی سے بچنے کا جذبہ ہوتا ہے نہ کہ عذاب وعتاب کا ڈر، اسی طرح عبادت وریاضت سے اللہ کی مرضیات اور خوشنودی کے حصول کا جذبہ دل میں موجزن ہوتا ہے نہ کہ دوسری کوئی اور شئی ۔یعنی نیکی واعمال صالحہ کا بجالانا عبدیت اور حق تعالی کی محبت کے عالم میں ہوتا ہے اسی طرح معاصی سے اجتناب اور احتراز بھی اللہ کی محبت سے ہوتا ہے اور یہ صفت کمالِ تقویٰ اور کمال ایمان کا پتہ دیتا ہے۔ واللہ اعلم۔

سوم تقویٰ: یعنی معصیت سے اجتناب، پرہیز گاری، دوری ۔بار بار قرآن مجید نے تقویٰ کی ہدایت دی ہے، تقویٰ کی تفصیل پہلے ہو چکی ہے۔

ایک واقعہ عجیبہ

حضرت فاروق اعظمؓ ایک روز مسجد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کھڑے تھے، ایک رومی دیہاتی آدمی بالکل آپ کے برابر میں آکر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا:

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت فاروق اعظمؓ نے پوچھا کیا بات ہے؟

اس نے جواب دیا میں اللہ کے لئے مسلمان ہو گیا ہوں۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے پوچھا اسلام لانے کا سبب کیا بنا؟

دیہاتی نے جواب دیا کہ بات یہ ہے کہ میں نے تورات، انجیل، زبور اور انبیائے سابقین کی بہت سی کتابیں پڑھی ہیں، میں نے ایک مسلمان قیدی سے

قرآن مجید کی ایک آیت پڑھتے ہوئے سنی تو معلوم ہوا کہ اس چھوٹی سی آیت نے تمام کتب قدیمہ کو اپنے اندر سمولیا ہے تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے پوچھا کہ وہ کونسی آیت ہے؟

تو اس رومی نے

وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَيَخۡشَ اللّٰهَ وَيَتَّقۡهِ فَاُولٰٓٮِٕكَ هُمُ الۡفَآٮِٕزُوۡنَ

تلاوت کی، اور اس کے ساتھ اس کی تفسیر بھی عجیب وغریب اس طرح بیان کی۔

وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ

فرائض الہیہ کے متعلق ہے۔

وَرَسُوۡلَهٗ

سنتِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق ہے۔

وَيَخۡشَ اللّٰهَ

گذشتہ عمر کے متعلق ہے۔

وَيَتَّقۡهِ

آئندہ عمر سے متعلق ہے

جب انسان ان چار چیزوں کا عامل ہو جائے تو اس کو

فَاُولٰٓٮِٕكَ هُمُ الۡفَآٮِٕزُوۡنَ

کی بشارت ہے اور فائز وہ شخص ہے جو جہنم سے نجات پائے اور جنت میں اس کو ٹھکانہ ملے حضرت فاروق اعظمؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کلام میں اس کی تصدیق موجود ہے۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے: اُوْتِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے جامع کلمات عطا فرمائے ہیں جن کے الفاظ مختصر اور معانی نہایت وسیع ہیں۔ (قرطبی معارف القرآن ۶ / ۴۳۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱۳) وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ يُدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا‌ ؕ وَذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ (النساء: ۱۳)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کی پوری اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایسی بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ (تھانویؒ)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

(۱۴) وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ يُدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ‌ ۚ وَمَنۡ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبۡهُ عَذَابًا اَلِيۡمًا (الفتح: ۱۷)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ و رسول کا کہنا مانے گا اس کی ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جو شخص حکم سے روگردانی کرے گا اس کو دردناک عذاب کی سزا دے گا۔ (تھانویؒ)

اہل اطاعت کو انبیاء کی معیت کی بشارت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱۵) وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓـئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ‌ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓـئِكَ رَفِيۡقًا (النساء: ۶۹)

ترجمہ: جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا سو وہ ان کے ساتھ ہیں

جن پر اللہ نے انعام کیا کہ وہ نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت ہیں اور اچھی ہے ان کی رفاقت۔ (شیخ الہندؒ)

(۱) نبی وہ ہیں جن پر اللہ کی طرف سے وحی آئے یعنی فرشتہ ظاہر میں آ کر پیغام کہہ جائے۔

(۲) اور صدیق وہ کہ جو پیغام واحکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبروں کو آئے ان کا جی آپ ہی اس پر گواہی دے اور بلا دلیل اس کی تصدیق کرے۔

(۳) اور شہید وہ کہ پیغمبروں کے حکم پر جان دینے کو خاص رہیں۔

(۴) اور صالح اور نیک بخت وہ کہ جن کی طبیعت نیکی ہی پر پیدا ہوئی ہے اور بری باتوں سے اپنے نفس اور بدن کی اصلاح اور صفائی کر چکے ہیں۔

مطلب یہ کہ یہ چار قسمیں مذکورہ جوامت کے باقی افراد سے افضل ہیں ان کے ماسوا جو مسلمان ہیں اور درجہ میں ان کے برابر نہیں لیکن اللہ ورسول کی فرمانبرداری میں مشغول ہیں وہ لوگ بھی انہی کی شمار اور ذیل میں لئے جائیں گے اور ان حضرت کی رفاقت بہت ہی خوبی اور فضیلت کی بات ہے اس کو کوئی حقیر نہ سمجھے۔

فائدہ:۔ اس آیت میں اشارہ ہو گیا کہ منافقین جن کا ذکر پہلے سے ہو رہا ہے وہ اس رفاقت اور معیت سے محروم ہیں۔ (تفسیر عثمانیؒ)

انبیاء واولیا کی رفاقت محض اللہ کا فضل ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا (النساء:۷۰)

ترجمہ: یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔ (شیخ الہندؒ)

فضلِ الٰہی سے ہی اطاعتِ رسول نصیب ہوتی ہے

یعنی اللہ اور رسول کا حکم ماننے والوں کو انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کی رفاقت میسر آئی جو اللہ کا بڑا انعام اور اس کا محض فضل ہے اور ان کی اطاعت کا معاوضہ ہے، جس سے منافقین بالکل محروم ہیں۔

اور اللہ کافی ہے جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے، وہ ہر ایک مخلص اور منافق اور ہر مطیع کی اطاعت اور اس کے استحقاق اصلی اور مقدار فضل کو بالتفصیل جانتا ہے، تو اب کسی کو ان امور کی تفاصیل کی وجہ سے وعدہ الٰہی کے پورا ہونے میں خلجان پیدا نہ ہو۔ (عثمانیؒ)

اللہ رب العزت نے مطیعین یعنی جو اپنی جد وجہد اور فکر ونظر سے اللہ اور رسول کی اطاعت کو حرز جان بناتے ہیں ان کو خوشخبری سنائی جارہی ہے کہ وہ کاملین کے ساتھ کردیئے جائیں گے کیونکہ استحقاق سے زیادہ ملنا یا کچھ دے دینا فضل ہے اور جذبہ اطاعت رسول بھی تو اعلیٰ درجہ کا فضل ہے، منافقین اس نعمت سے یکسر محروم ہیں، امت کے طبقۂ صدیقین اور شہداء اور صالحین نے جن احادیث کو حجت مان کر عملی قدم اٹھایا اور اعلیٰ مراتب ایمان پر فائز ہوگئے اور عملی نمونہ اطاعت رسول کی راہ پر استقامت کے ساتھ زندگی گزار دی۔ آج ان بزرگ اور قدوہ ہستیوں پر نقد وتبصرہ کر کے ان کو اور ان کی زندگیوں پر طعن کرنا ایمان نہیں نفاق کی دلیل ہے۔ اسی طرح احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تاریخی حیثیت دینا بھی نفاق اور کجی کی علامت ہے، جب کہ قرآن کے ساتھ احادیث کا مقام متعین ہے، حدیث قرآن مجید کی آیات کا بیان ہے، قرآن کے ساتھ احادیث کا انکار واضح نفاق اور درحقیقت قرآن مجید کا ہی انکار ہے۔ اطاعت رسول بغیر احادیث رسول کے کیسے ممکن ہوگا، اللہ تعالیٰ نے بھی فرمادیا کہ یہ

محض اللہ کا فضل ہے کہ بندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطیع وفرمانبردار ہو۔ بغیر اللہ کے فضل کے ناممکن ہے اور فضل اسی کو ملے گا جو احادیث رسول کی حجیت کو مان کر عمل رسول کی پیروی کرے گا۔ دین کی ہر وضاحت حدیث رسول میں ہی ملے گی، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد اور ہدایات سے ہی دین پر چلنا آسان اور ممکن ہے بغیر اس کے ممکن نہیں۔

اللہ ورسول کی اطاعت سے دنیا وآخرت میں ظاہری وباطنی کیا کیا ابدی اور سرمدی نعمتیں حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے عطا کرتے ہیں آپ نے مختصر پڑھ لیا، اب کچھ ان لوگوں کا بھی احوال قرآن مجید کی آیات میں پڑھتے اور دیکھتے ہیں جن کو اللہ ورسول کی طاعت سے محرومی ہے یا پھر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا دم بھرتے ہیں ور رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت سے مختلف بہانے بنا کر راہ فرار اختیار کرتے ہیں اور اس کو اپنے لئے ذریعہ نجات تصور کئے ہوئے ہیں، جو سراسر نفاق اور دین متین سے انحرف ہے جب کہ **لا الہ الا اللہ** بغیر **محمد رسول اللہ** کے بارگاہِ قدس میں مقبول ہی نہیں ہے، توحید بھی بغیر رسالت کے مقبول نہیں ہے، بلکہ عقیدہ توحید بھی اپنی تحقیق سے بغیر رسالت کی تشریح کو قبول کئے ہوئے مقبول نہیں، اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات وہدایات کے بغیر معتبر نہیں، نجات کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایک حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہنے اور بتلانے سے مانے، یہ اسلام کے قطعیات اور مسلمات میں سے ہے اور یہ بنیادی اور اہم ترین عقیدہ ہے۔ الغرض ایمان باللہ بغیر رسالت پر ایمان لائے معتبر نہیں اور تمام انبیاء کی نبوت ورسالت پر ایمان لانا ضروری ہے، اور حضور خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت کے ساتھ عقیدۂ ختم نبوت ایمان باللہ کے لئے ضروری اور شرط ہے، اور پہلے لکھا جا چکا ہے کہ ایمان نام ہی ہے نبی ورسول پر

اعتماد واعتقاد کے ساتھ تمام باتوں کو یقینی ماننا اور سر تسلیم خم کردینے کا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کامل نصیب فرمائے، اور تمام شیطانی شکوک وشبہات سے اپنی ربوبیت میں لے کر مکمل حفاظت فرمائے، آمین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اللہ ورسول کی نافرمانی صریح گمراہی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيۡنًا (الاحزاب:٣٦)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ کا اور اس کے رسولؐ کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔ (تھانویؒ)

آیت کے اس حصہ کو واضح طور پر ذہن نشیں کرنے کے لئے پوری آیت اور اس کا پس منظر جاننا چاہیئے تا کہ رسول کی اطاعت اور عدم اطاعت کا عصیان ونافرمانی دونوں کا مفہوم آپ کے سامنے آجائے اور بات کھل کر روشن ہوجائے۔ پوری آیت اس طرح ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤۡمِنٍ وَّلَا مُؤۡمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗۤ اَمۡرًا اَنۡ يَّكُوۡنَ لَهُمُ الۡخِيَرَةُ مِنۡ اَمۡرِهِمۡ ؕ وَمَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيۡنًا (الاحزاب:٣٦)

ترجمہ: اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں ہے جب کہ اللہ اور اس کا رسولؐ کسی کام کا حکم دے دیں کہ وہ پھر ان (مومنین) کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار (باقی) رہے۔ (تھانویؒ)

صحابہ رضوان اللہ میں اطاعتِ رسول کی ربانی صفت

آیت میں:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ

سے مراد حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ ہیں اور

وَلَا مُؤْمِنَةٍ

سے مراد حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا ہیں۔ معارف القرآن کے خلاصہ تفسیر میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

''اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں جب کہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا (گو وہ دنیا ہی کی بات کیوں نہ ہو وجوباً) حکم دیدیں کہ (پھر) ان (مومنین) کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار (باقی) رہے (یعنی اس اختیار کی گنجائش نہیں رہتی کہ خواہ کریں یا نہ کریں بلکہ عمل ہی کرنا واجب ہو جاتا ہے''

علامہ عثمانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا امیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن اور قریش کے اعلیٰ خاندان سے تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ ان کا نکاح زید بن حارثہ سے کردیں۔

یہ زید اصل سے شریف عرب تھے لیکن لڑکپن میں کوئی ظالم ان کو پکڑ لایا اور غلام بنا کر مکہ کے بازار میں بیچ گیا تھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خرید لیا اور کچھ دنوں بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہبہ کردیا، جب یہ ہوشیار ہوئے تو ایک تجارتی سفر کے موقع پر اپنے وطن کے قریب سے گزرے وہاں ان کے اعزہ کو پتہ لگ گیا، آخر ان کے والد، چچا اور بھائی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے کہ آپ معاوضہ لے کر ہمارے حوالہ کردیں۔ فرمایا کہ معاوضہ کی ضرورت نہیں اگر تمہارے ساتھ جانا چاہے تو خوشی سے لے جاؤ۔

انہوں نے حضرت زید سے دریافت کیا حضرت زید نے کہا کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے جانا نہیں چاہتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اولاد سے بڑھ کر عزیز رکھتے ہیں اور ماں باپ سے زیادہ چاہتے ہیں، حضرت نے ان کو آزاد کر دیا اور متبنیٰ بنالیا۔ چنانچہ لوگ اس زمانہ کے رواج کے مطابق زید بن محمد کہہ کر پکارنے لگے تاانکہ آیت

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ

نازل ہوئی۔ اس وقت زید بن محمد کی جگہ پھر زید بن حارثہ رہ گئے، چونکہ قرآن کے حکم کے موافق ان کے نام سے اس نسبت عظیمہ کا شرف جدا کرلیا گیا تھا۔ شاید اس کی تلافی کے لئے تمام صحابہ کے مجمع میں صرف ان کو یہ خاص شرف بخشا گیا کہ ان کا نام قرآن میں تصریحاً وارد ہو۔

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا

پھر جب زید تمام کر چکا اس عورت سے اپنی غرض۔

یعنی زید نے طلاق دیدی اور عدت بھی گزر گئی زینب سے غرض مطلب نہ رہا۔

بہرحال حضرت زینب کی خاندانی حیثیت چونکہ بہت ہی بلند تھی اور زید بن حارثہ بظاہر داغ غلامی اٹھا کر آزاد ہوئے تھے اس لئے ان کی نیز ان کے بھائی کی مرضی زید سے نکاح کرنے کی نہ تھی۔

لیکن اللہ ورسول کو منظور تھا کہ اس طرح کی موہوم تفریقات وامتیازات نکاح کے راستہ میں حائل نہ ہوا کریں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زینب اور ان کے بھائی پر زور دیا کہ وہ اس نکاح کو قبول کرلیں۔

اسی وقت یہ آیت اتری اور ان لوگوں نے اپنی مرضی کو اللہ ورسول کی مرضی پر قربان کر دیا اور زینب کا نکاح زید بن حارثہ سے ہوگیا۔ (تفسیر عثمانیؒ)

ایک بنیادی اوراہم ترین علامت ایمان

اسلام میں اللہ رب العزت کی الوہیت وربوبیت، عظمت وکبریائی اورجلال و ہیبت کے بعداہل ایمان سے مطالبہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم ومحبت اورمکمل اطاعت اوراتباع کے ساتھ ساتھ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوکسی بھی قسم کی اذیت اورتکلیف نہ پہنچائے،اسی طرح اطاعت رسول کے ذریعہ اظہار محبت کاحکم الٰہی ہےاوراس پرقرآن کی آیت شہادت دیتی ہے۔

محبت کامعیاراطاعت رسول ہے

قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ (ال عمران:۳۱)

ترجمہ: (اے پیغمبرلوگوں سے) کہدوکہ اگرتم اللہ سے محبت رکھتے ہوتو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اورتمہاری خاطرتمہارا گناہ معاف کردے گااوراللہ بہت معاف کرنے والا بڑامہربان ہے۔

پھردوسری آیت آرہی ہے:

قُلۡ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ‌ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡكٰفِرِيۡنَ
(ال عمران:۳۲)

ترجمہ: کہہ دوکہ اللہ اوررسول کی اطاعت کروپھربھی اگرمنہ موڑیں گےتو اللہ کافروں کوپسندنہیں کرتا۔(تقی عثمانیؒ)

پچھلےاوراق میں لکھاجاچکاہے، یہاں تومحض اس کی طرف توجہ دلانی ہے کہ محبتِ رسول کامعیاراطاعتِ رسول خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہےاورجواطاعت سے منہ موڑےاس کے بارے میں قرآن مجیدنےحکم لگادیاکہ اللہ تعالیٰ کافروں کوپسندنہیں کرتا۔

یعنی اطاعت رسول سے انحراف کافر ہی کرسکتا ہے جسے نہ رسول اللہ خاتم النبیین سے محبت ہے نہ ہی اطاعت کا سوال۔

دنیاوآخرت کی لعنت کاوبال

اسی طرح رسول کی ایذاء وتکلیف پہنچانے کی ممانعت اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔
اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا (الاحزاب:۵۷)

ترجمہ: جولوگ ستاتے ہیں اللہ کواوراس کے رسول کوان کو پھٹکارا اللہ نے دنیامیں اورآخرت میں، اور تیار رکھاہے ان کے واسطے ذلت کاعذاب۔

اللہ تعالیٰ کوایذا پہنچانا کیاہے

اللہ رب العزت خالقِ کائنات ہیں، تمام اموراورحالات سب کاسب اللہ تعالیٰ کے حکم اورامر سے وجود میں آتاہے خواہ وہ احوال شخصی ہوں یا اجتماعی۔ اتارو چڑھاؤ، بلندی وپستی، عزت وذلت تنگی وفراخی، مصیبت ونعمت، غمی، وخوشی الغرض ہرچیز کی فاعلِ حقیقی حق جل مجدہ کی واحدذات ہے۔ اللہ تعالیٰ کوایذادینایہ ہے کہ اللہ رب العزت کی شان میں ایسی نازیبابات بولنایاالفاظ منسوب کرناجوحق جل مجدہ کی کبریائی وقدوسیت کے خلاف ہو۔ مثلاً یہود کہتے تھے:

یَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ (المائدة ۶۴)

''اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں''

اِنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِیَاءُ (آل عمران: ۱۸۱)

''بے شک اللہ فقیر ہے اور ہم تونگر ہیں''

نصاری کہتے ہیں حضرت مسیح عیسی علیہ السلام اللہ کے بیٹے وفرزند ہیں۔ استغفر اللہ۔ مشرکین کہتے تھے، فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور بتوں کو معبود، اللہ کا شریک کہتے تھے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ آدم کا بیٹا مجھے اذیت دیتا ہے کہ ''دَھر'' وزمانہ کو گالیاں دیتا ہے اور برا بھلا کہتا ہے، زمانہ تو میں ہوں کیونکہ حالات کا ادلنا بدلنا میرے دست قدرت سے ہوتا ہے، حالات اور گردشوں کو پیدا کرنے والا میں ہوں، آدمی جب زمانہ کو برا بھلا بولتا ہے تو یہ بات دراصل بارگاہِ رب العزت تک پہنچتی ہے اس سے بچنا چاہئے، بعض روایت میں ہے کہ جاندار چیزوں کی تصویریں بنانا، اللہ تعالیٰ کی ایذاء کا سبب ہے۔ حاصل کلام یہ کہ ہر وہ افعال و اعمال جس سے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا کہ ان کے بولنے سے بات حق تعالیٰ کی بے نیاز ذات تک پہنچتی ہے، ایسے کلمات بولنا اللہ تعالیٰ کی شان کے مناسب نہیں اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی ایذاء وناراضگی کا سبب بن جاتی ہے۔

رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء پہنچانا لعنت وکفر ہے

جس سے رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا وتکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آپ نے پڑھ لیا:

وَمَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی

لہٰذا رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دینے والا دنیا وآخرت میں قرآن مجید کی آیت کے تحت ملعون ہے اور ایسے شخص کے لئے رسوا کرنے والا عذاب تیار ہے۔ لعنت کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو اپنی رحمت سے اتنا دور کر دیتا ہے کہ ان

میں اور کافروں میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ آیت بالا میں اللہ تعالیٰ نے درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذا سے روکنے کے لئے ایسا کرنے والے پرسخت وعید نازل کردی، اس وعید کا مقصود بھی یہی ہے کہ ہم اس سے بچیں، اور عنوان بھی ایسا پرعظمت اختیار کیا گیا کہ معلوم ہوجائے کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا پہنچانا درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کو ایذا پہنچانا ہے اور قرآن مجید کے سیاق وسباق سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

امام ترمذیؒ نے بھی ایک روایت نقل کی ہے جو اکثر جمعہ کے خطبہ میں پڑھی جاتی ہے:

مَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِيْ وَ مَنْ آذَانِيْ فَقَدْ أُذَى اللّٰهَ وَ مَنْ آذَى اللّٰهَ فَيُوْشِكُ اَنْ يَاخُذَهٗ۔ (رواہ الترمذی: ۴۲۰۰)

یعنی اور جس نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ایذاء پہنچائی اس نے مجھے ایذاء دی، اور جس نے مجھے ایذاء دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذاء دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی گرفت کرے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات یا صفات میں عیب نکالنا لعنت وکفر ہے

جو شخص رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی بھی طرح ایذاء پہنچائے یا آپ کی ذات یا صفات میں کوئی عیب نکالے خواہ صراحتاً ہو یا کنایتہً وہ کافر ہوگیا اور مذکورہ آیت کی رو سے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت دنیا میں بھی ہوگی اور آخرت میں بھی۔ (تفسیر مظہری بحوالہ معارف القرآن ۲۲۹/۴۴)

ترمذی کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ صحابہ کرام میں سے کسی کو ایذاء پہنچانا یا ان کی شان میں گستاخی کرنا رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء پہنچانا ہے اور رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دینا اللہ تعالیٰ کی ایذاء

ہے، اسی لئے آیت میں لعنت نازل کی گئی، یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں، بہت ہی احتیاط اور زبان و ایمان کی حفاظت کی فکر کا مقام ہے۔

آیت کے شان نزول کا سبب

سب سے پہلی بات تو یہ کہ یہ آیت ہر ایسے معاملہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جس سے ہمارے محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچے۔

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس زمانہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھا گیا تو عبداللہ بن ابی منافق کے گھر میں کچھ لوگ جمع ہوئے اور اس بہتان کو پھیلانے کی باتیں کرنے لگے۔ اس وقت رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علہ وسلم نے صحابہ سے شکایت فرمائی کہ یہ شخص مجھے ایذا پہنچاتا ہے۔ (مظہری)

(۲) بعض روایات میں ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے وقت کچھ منافقین نے طعن کیا، اس کے متعلق نازل ہوئی۔

(۳) حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کے وقت طعن و تشنیع کے وقت نازل ہوئی۔

نیز اس میں دوسرے صحابہ کرام کو برا کہنا اور ان پر تبرا کرنا بھی اس وعید میں داخل ہے۔ واللہ اعلم

رسول اللہ کی بدگوئی کرنے پر عذاب کی وعید ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ

يُؤْذُونَ رَسُولَ اللهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (التوبة: ٦١)

ترجمہ:۔اور بعضے ان میں بدگوئی کرتے ہیں نبی کی اور کہتے ہیں کہ یہ شخص تو کان ہے، تو کہہ کان ہے تمہارے بھلے کے واسطے، یقین رکھتا ہے اللہ پر اور یقین کرتا ہے مسلمانوں کی بات کا، اور رحمت ہے ایمان والوں کے حق میں تم میں سے، اور جو لوگ بدگوئی کرتے ہیں اللہ کے رسول کی ان کے لئے عذاب ہے دردناک۔(شیخ الہندؒ)

خلق عظیم کی اعلیٰ مثال

علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں:

منافقین آپس میں بیٹھ کر اسلام و پیغمبر اسلام کے متعلق بدگوئی کرتے، جب کوئی کہتا کہ ہماری یہ باتیں پیغمبر اسلام تک پہنچ جائیں گی تو کہتے کیا پرواہ ہے، ان کے سامنے ہم جھوٹی تاویلیں کرکے اپنی برأت کا یقین دلا دیں گے، کیونکہ وہ تو کان ہی کان ہیں، جو سنتے ہیں فوراً تسلیم کر لیتے ہیں، ان کو باتوں میں لے آنا کچھ مشکل نہیں۔

بات یہ تھی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حیاء و وقار اور کریم النفسی سے جھوٹے کا جھوٹ پہچان لیتے، تب بھی کچھ نہ بولتے، خلق عظیم کی بناء پر مسامحت اور تغافل برتتے، وہ بے وقوف جانتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمجھا ہی نہیں۔

حق تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ اگر وہ کان ہی ہیں تو تمہارے لئے یہ بہتر ہی ہے، جو تمہارے حق میں بہتر ہے، نہیں تو اول تم پکڑے جاؤ گے۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس چشم پوشی اور خلق عظیم پر کسی وقت مطلع ہو کر تمہیں ہدایت ہو جائے۔تمہاری جھوٹی باتوں

پر نبی علیہ السلام کا سکوت اس لئے نہیں کہ انہیں واقعی تمہارا یقین آجاتا ہے۔یقین تو ان کو اللہ پر ہے اور ایمانداروں کی بات پر، ہاں تم میں سے جو دعوائے ایمان رکھتے ہیں ان کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاموشی واغماض ایک طرح کی رحمت ہے کہ فی الحال منہ توڑ تکذیب کر کے رسوا نہیں کیا جاتا۔

باقی منافقین کی حرکات شنیعہ اللہ سے پوشیدہ نہیں، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ پیچھے جو بدگوئی کرتے ہیں، یا

هُوَ اُذُنٌ

کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا پہنچاتے ہیں وہ اس پر سخت سزا کے منتظر رہیں۔(تفسیر عثمانیؒ)

تمام باتوں کا حاصل یہ ہے کہ مومن جب رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آیا تو پھر قیل قال اور چوں و چرا نہیں کرسکتا۔ایمان بالرسول نبی و رسول کے اعتماد و اعتقاد پر عملی قدم اٹھا کر یقین کی قوت اور فراست وبصیرت ایمانی کی روشنی کی تلاش میں رہتا ہے اور حقیقت ملتی بھی انہیں خوش نصیب کو ہے جو اطاعتِ رسول کی راہ بلا جھجھک چلتے ہیں، جو تحقیق کے در پے رہتے ہیں، اکثر دیکھا گیا کہ عملی قوت سے محروم رہتے ہیں۔شکوک وشبہات میں پھنس کر منزل سے دور رہتے ہیں اور نفس وشیطان کی آماجگاہ بنے رہتے ہیں، یہی تجربہ اور مشاہدہ ہے۔

اللہ ورسول کی نافرمانی کا وبال ذلت کا عذاب ہے

قرآن مجید نے جس طرح محبت واطاعت رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نجات و مغفرت کے لئے مطالبہ کیا ہے اسی طرح نبی ورسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی اور معصیت سے روکا اور پھر باز نہ آنے کی صورت میں سزا وعقاب بھی سنا دیا۔تا کہ

منزل آخرت کی طرف جانے والے بے خبر نہ رہیں باخبر رہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوۡدَهٗ يُدۡخِلۡهُ نَارًا خَالِدًا فِيۡهَا ۖ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ (النساء: ۱۴)

اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا نہ مانے گا اور بالکل ہی اس کے ضابطوں سے نکل جائے گا اس کو آگ میں داخل کردیں گے کہ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا، اور اس کو ایسی سزا ہوگی جس میں ذلت بھی ہے۔

مذکورہ آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حقوق اور حدود، میراث، یتامیٰ اور وصیت کے تفصیلی احکامات اور قانون الٰہی جس پر اللہ ورسول کی رضا مرتب ہوتی ہے اس کا بیان فرما کر فرمایا کہ جو اللہ ورسول کے تمام احکامات وقانون میں اطاعت کرے گا اس کے لئے جنت میں ہمیشگی کی رہائش ملے گی اور یہ بڑی کامیابی وکامرانی ہے پھر تہدیدی حکم سنایا کہ اگر کوئی اللہ ورسول کی نافرمانی کرتا ہے یعنی یتامیٰ کے حقوق، اور وصیت اور میراث کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کے جو مقرر فرمودہ ضابطے اور قاعدے ہیں اس کی نافرمانی کرتا ہے تو ہمیشہ ذلت کے عذاب میں نار جہنم میں رہے گا۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو آیت پر عمل کی توفیق دے۔

آج کے دور میں میراث میں بہت ہی سستی اور بے التفاتی کا معاملہ ہے۔ اللہ ہمیں اپنے بہنوں کے حقوق کی دائیگی کی فکر آخرت کے تحت توفیق دے۔ اصل مسئلہ اطاعتِ رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔

سورۃ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيۡنًا (الاحزاب: ۳۶)

اور جو اللہ اور رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔

آیت کی تشریح عبداللہ بن جحش اور زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کے تحت ہو چکی ہے۔

سورہ الجن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا
(الجن: ۲۳)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہیں مانتے تو یقینا ان لوگوں کے لئے آتش دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اطاعت رسول سے منہ موڑنا اتنا سنگین وبال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نار جہنم میں

خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَداً

کی وعید سنائی ہے۔

مقام اور حقوق نبوت کے تقدس کو ماننا ایمان ہے

اللہ رب العزت کی ذات وصفات میں کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیت میں کوئی شریک نہیں۔ اللہ رب العزت نے تمام روئے زمین کے انسانوں سے ایمان باللہ کا مطالبہ کیا ہے، اس لئے کہ وہ اکیلا اور تنہا، رب العلمین ہے، اس کی ہر شان حاکمیت و مالکیت اور بے نیازی کی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ہی قرآن مجید میں ایمان باللہ کے ساتھ ساتھ ایمان بالرسول کا مطالبہ کیا ہے، اور جس طرح اللہ پر ایمان اس کی ربوبیت و مالکیت کی شان خالقیت اور قیومیت، احدیت، فردیت، صمدیت اور جملہ صفات ازلیہ اور ابدیہ کے انوکھے شان کبریائی کے مناسب ہے اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان ان کی شانِ نبوت ورسالت اور خاص صفت خاتمیت کے ساتھ ضروری اور واجب ہے۔

رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نبوت اور رسالت کی خاتمیت کی شان حق تعالیٰ نے روز اول ہی عطا کیا اور تمام انبیاء ورسل سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد اور ایمان کا عہد لیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورۃ اعراف: ۳۵)

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (اعراف: ۳۵)

ترجمہ: یعنی اے آدم علیہ السلام کی اولاد دیکھو تمہارے پاس تم میں سے ہی رسول آئیں گے جو میری آیتیں تمہیں پڑھ کر سنائیں گے جس نے تقویٰ کی راہ اختیار کی اور نیک رہا تو اس پر نہ گذشتہ کا خوف ہوگا نہ آئندہ کا غم۔

مذکورہ آیت عالمِ ارواح میں عہد و پیمان کو یاد دلاتی ہے اور اس عہد میں نبی ورسول سے بحیثیت نبوت ورسالت عہد لیا گیا ہے نہ کہ نبی ورسول کے عہد کو حاکم اور امیر ہونے کی حیثیت سے اللہ نے مطالبہ کیا ہے۔ لہٰذا نبی ورسول کو بحیثیت نبوت ورسالت سے نیچے اتار کر حاکم وامیر کی حیثیت دینا مقام نبوت اور حقوق نبوت ورسالت سے تمام تر جہالت اور ناواقفیت اور نبوت ورسالت کے ساتھ بے ادبی اور سخت ترین جسارت ہے۔

یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی یہ کہے کہ

اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ضروری ہے اور رسول پر ایمان لانا ضروری نہیں اور

وَرَسُوْلِهٖ

کی کوئی من گھڑت تاویل کرے۔

اور

اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ

میں اللہ کی اطاعت کو ماننے اور رسول کی نبوت ورسالت کی حیثیت سے انحراف و انکار کر کے رسول کی اطاعت کو حاکم وامیر کی حیثیت دیدے۔ یہ جسارت وہی شخص کرسکتا ہے جو مقام نبوت ورسالت کی ربانی حقیقت اور حقوق نبوت ورسالت کو پامال کرنے کی سازش کا مرتکب ہوگا۔ پورے قرآن کی ہر آیت نبوت ورسالت کی شہادت وصداقت پیش کرتی ہے، کسی ایک مقام پر بھی نبی ورسول کو نبوت ورسالت ملنے کے بعد صفتِ نبوت ورسالت سے جدا کر کے حاکم وامیر کی صف میں نہیں رکھا گیا ،اور یہ بات بھی ذہن نشیں رہنی چاہئے کہ بعد از نبوت ورسالت نبی ورسول سے صفتِ نبوت ورسالت کو حق تعالیٰ نے جدا نہیں کیا تو منکر حدیث کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے صفتِ نبوت ورسالت کو ان سے علاحدہ کر کے ان کو ایک عام انسان کی صف میں شمار کرے، اور نبوت ورسالت کے تقدس کو پامال کرے اور نبی ورسول کی نبوت ورسالت سے جو احکام شریعت کو تشریعی مقام ورتبہ حاصل ہے اس کو اپنی گمراہی اور نفسانی وشہوانی ہوس کو پورا کرنے کے لئے تاریخی حیثیت دے۔ صاحبِ وحی کے تقدس وطہارت کے اعلی معیار کو اللہ رب العزت کے سوا کون جان سکتا ہے۔اس لئے قرآن مجید میں حق جل مجدہ نے بھی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منصبِ نبوت کے ساتھ ہی خطاب کیا ہے، اگر کسی حاسد و بدخواہ کو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منصبِ نبوت ورسالت سے تکلیف واذیت ہے تو وہ اپنے ایمان بالرسول کا جائزہ لے اور قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ کا مطالبہ کیا ہے پہلے اس حقیقت کو حاصل کر کے اگلی منزل کی طرف قدم اٹھائے۔ ایمان بالرسول کے بعد اطاعتِ رسول کا مقام ہے۔آئندہ اوراق میں ایمان بالرسول اور اطاعتِ رسول پر تفصیلی کلام آرہا ہے۔

نبی ایمان والوں سے ان کی جان سے زیادہ قریب ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱)اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّہَاتُہُمْ ۔(الاحزاب:۶)

ترجمہ: نبی سے لگاؤ ہے ایمان والوں کو زیادہ اپنی جان سے، اوران کی بیبیاں اہل ایمان کی مائیں ہیں۔

اللہ رب العزت نے آیت مذکورہ میں ایک روحانی وربانی، عمیق وگہرا رشتہ جو نبی علیہ الصلاۃ والسلام اوراہل ایمان کے درمیان ہے اس کی عظمت وحرمت کوغیر معمولی اہمیت کے پیش نظرعرش اعظم سے نازل فرما کرہم اہل ایمان پراحسان فرمایا ہے ،تاکہ اہل ایمان ایمانی شعوروآگہی اور بیدار مغزی کے ساتھ اس ربانی تحفہ ونعمت کی قدرکریں، اور نبی ورسول سے بحیثیت نبوت ورسالت ہمہ وقت مستفید ہوں اور ،ہرلمحہ نبوی فیوض شریعت اوراتباع سنت کے نور سے دل کومعمور رکھیں، اوراپنی فکر ونظرکو ہرطرح کی نافرمانی کی آلودگی سے پاک وصاف رکھیں، اطاعت رسول اوراتباع رسول سے انحراف وانکارنہ کریں۔ کیوں کہ پوری شریعت مطہرہ اورنظام حیات وممات اور مابعدالموت عفوومغفرت اورخلد بریں کی فوزوفلاح، اورعافیت وسعادت، جنت وبہشت، دیدارالٰہی کی لذت وغیرہ ازاول تا آخر جوبھی اہل ایمان یا مومنین کوفضل ربانی سے ملے گی، سب کی سب حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین علیہ الف الف تحیۃ وسلام پرایمانی ہدایات وتعلیمات پرعمل کی برکت کاظہور ہوگا، اسی وجہ سے قرآن مجید نے آیت ربانی میں

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (الاحزاب:۲۱)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہراعتبار سے تمہارے لئے حسنۃ (نیکی ہی

نیکی) ہے۔

تو محسن اعظم کی ذات گرامی کو رب العزت نے حسنۃ بنادیا وہ مومن کی اپنی جان سے قریب تر ہی ہونی چاہئے، یا یوں تعبیر کر لیجئے کہ جن کی ہدایات وتعلیمات سے روحانیت وربانیت کا نور پیدا ہوا وہ ذات نبوی عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مومن کے روح کی زندگی کا اصل سرمایہ اور جان جاناں ہے، اور بارگاہ رب العزت میں اپنی کوئی قدر ومنزلت ذرہ برابر بھی نہیں، اگر قدر ومنزلت بارگاہ قدس میں ہے تو اسی نبوی قرب نور نبوت کا فیض ہے، جو حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مومنین کو عطا کر دیا ہے، فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

قرآن مجید کی فہم وبصیرت رکھنے والے پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (التحریم: ۸)

ترجمہ: جس دن کہ اللہ ذلیل نہ کرے گا نبی کو اور ان لوگوں کو جو یقین لائے ہیں ان کے ساتھ۔ ان کی روشنی دوڑتی ہے ان کے آگے اور ان کے داہنے، کہتے ہیں، اے رب ہمارے، پوری کر دے ہم کو ہماری روشنی، اور معاف کر ہم کو، بیشک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

نبی کی معیت کے نور کا ظہور

اللہ اکبر! نبی کا تو کیا کہنا، اس کے ساتھیوں کو بھی معیت رسول اور نبوی قرب واتصال نور نبوت کی برکت سے اعزاز واکرام سے فضل وشرف کے اعلیٰ وبلند مقام پر فائز کیا جائے گا، اور ذلت ورسوائی سے حق تعالیٰ بفیض معیت نبی آخرت میں بھی

بچالے گا، اوراس روحانی وربانی نورکاظہور بھی ہوگا، منافقین کانور جب بجھتا ہوا دیکھیں گےتو نُوْرُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ سے دعا کریں گے۔

رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا

یعنی ہمارانور آخرتک قائم رکھئے، بجھنے نہ دیجئے، کیوں کہ منافقین کے پاس ایمان نہ ہونے کی وجہ سے وہ نور بجھ جائے گا۔ اوروہ اندھیرے میں کھڑے رہ جائیں گے ،نورِایمان دل میں ہوتا ہے، پھردل سے پھیلتا وبڑھتا ہے،توسارے بدن پھرگوشت وپوست میں سرایت کرتا ہے،سورہ تحریم کی آیت کی تشریح اپنے مقام پرہوگی۔

سورہ احزاب کی آیت:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (الاحزاب:۶)

حق تعالیٰ کا کلام ہے، اورحق ہی حق ہے، اللہ تعالیٰ نے اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ ارشاد فرما کر یہ بات واضح کردی کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا ربانی وروحانی قرب واتصال مومنین کے ساتھ ہے نہ کہ منافقین کے ساتھ، کیوں کہ جن لوگوں کے قلوب میں نبوت ورسالت کی الٰہی حیثیت وعظمت بحیثیت نبی نہیں، وہاں ایمان ہی نہ ہوگا، جواصل مدار ہے نبی سے قرب واتصال کا۔

یہاں پرایک بات اوربھی کھل کرسامنے آجاتی ہے، کہ اصل ایمان جس کی طاقت سے لوگ قرآن واحادیث یااطاعت رسول اوراتباع رسول پرجان قربان کرتے ہیں، اس کا داعیہ وجذبہ وہی ربانی وروحانی قرب نبی کی داخلی قوت ہوتی ہے، جو ہرطرح کے شکوک وشبہات اورشیطانی ودجالی افکاروخیالات سے حفاظت وحصار کے ذریعہ، اور اعمال صالحہ، اتباع سنت اوراطاعتِ رسول جوقرآن واحادیث کی ہدایات وتعلیمات کی روشنی میں آمادہ عمل کرتی ہے۔اس جذبہ خیرکوطاقت وقوت روحانی وربانی قرب نبی سے غیبی طورپرفراہم کی جاتی ہے، تاکہ شروفساداورشکوک وشبہات کومغلوب ومسدودکردے

اور آدمی اطمینان قلب کے ساتھ اسلام وایمان کی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے، اور یہی مطلوب ہے ایمان باللہ اور ایمان بالنبی سے۔ آپ نے دیکھا ہوگا، جن لوگوں کے عملی قدم استقامت کے ساتھ جمے ہوتے ہیں ان کو شکوک وشبہات کم ہوتے ہیں، یہ عمل کا میدان ہے، نہ کہ بحث وتکرار کا، وقت ضائع نہ کیجیے، رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آنکھ بند کر کے بھروسہ واعتماد واعتقاد جمائیے، اور اللہ تعالیٰ کی رضا پائیے۔ اللہ تعالیٰ نے جن کو ہمارے لئے نمونہ واسوہ حسنہ بنایا ہے، ان کی ہدایات وارشادات پر جس طرح امت کے علماء وصلحاء، ابرار واخیار، اتقیاء واصفیاء، فقہاء ومحدثین نے عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی، اور راہ یاب ہوئے آپ شکوک وشبہات پیدا کر کے نفاق وشقاق کی راہ پر نہ جائیے، یہی سلامتی ہے اور یہی ہدایت کی راہ ہے۔

آفتاب نبوت سے مومن کا ربط وتعلق

علامہ عثمانی لکھتے ہیں:

مومن کا ایمان اگر غور سے دیکھا جائے تو ایک شعاع ہے اس نور اعظم کی، جو آفتاب نبوت سے پھیلتا ہے، آفتاب نبوت خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام ہوئے، بنا بریں مومن من حیث مومن اگر اپنی حقیقت سمجھنے کے لئے حرکت فکری شروع کرلے تو اپنی ایمانی ہستی سے پیشتر خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام کی معرفت حاصل کرنی پڑے گی۔

اس اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ نبی کا وجود مسعود خود ہماری ہستی سے بھی زیادہ ہم سے نزدیک ہے، اور اگر اس روحانی تعلق کی بنا پر کہہ دیا جائے کہ مومنین کے حق میں نبی بمنزلہ باپ کے بلکہ اس سے بھی بمراتب بڑھ کر ہے تو بالکل بجا ہوگا۔ چنانچہ سنن ابی داوود میں

اِنَّمَا اَنَا لَکُمْ بِمَنْزِلَةِ الوَالِدِ (سنن ابی داؤد: ٨)

اور ابی بن کعب وغیرہ کی قراءت میں آیت

هٰذا النَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ الخ

کے ساتھ

وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ

کا جملہ اسی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے۔

باپ بیٹے کے تعلق میں غور کرو تو اس کا حاصل یہی معلوم ہوگا کہ بیٹے کا جسمانی وجود باپ کے جسم سے نکلا ہے، اور باپ کی تربیت وشفقت طبعی اوروں سے بڑھ کر ہے۔

لیکن نبی اور امتی کا تعلق کیا اس سے کم ہے، امتی کا ایمانی وروحانی وجود نبی کی روحانیت کبریٰ کا ایک پرتو اور ظل ہوتا ہے، اور جو شفقت وتربیت نبی کی طرف سے ظہور پذیر ہوتی ہے، ماں باپ تو کیا تمام مخلوق میں اس کا نمونہ نہیں مل سکتا، باپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو دنیا کی عارضی حیات عطا فرمائی تھی، لیکن نبی کے طفیل ابدی ودائمی حیات ملتی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری وہ ہمدردانہ اور خیرخواہانہ تربیت فرماتے ہیں جو خود ہمارا نفس بھی نہیں کرسکتا ہے، اس لئے پیغمبر کو ہماری جان ومال میں تصرف کرنے کا وہ حق پہنچتا ہے جو دنیا میں کسی کو حاصل نہیں۔

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ نبی نائب ہے اللہ کا، اپنی جان ومال میں اپنا تصرف اتنا نہیں چلتا جتنا نبی کا چلتا ہے، اپنی جان دہکتی آگ میں ڈالنا روا نہیں، اور اگر نبی حکم دے دے تو فرض ہو جائے۔

انہی حقائق پر نظر کرتے ہوئے احادیث میں فرمایا کہ تم میں کوئی آدمی مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک ماں، باپ، بیٹے اور سب آدمیوں بلکہ اس کی جان سے بھی بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔ (تفسیر عثمانی)

نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا مومنوں پر حق اور اطاعت واجب ہے، یعنی مومنوں کو جو تعلق ایک دوسرے کے ساتھ ہے ان سب سے زیادہ نبی کا مومنوں سے تعلق ہے، اور تمام لوگوں کے حقوق کے مقابلہ میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا مومنوں پر حق ہے ، اسی تعلق اور حق کی وجہ سے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا حکم مومنوں پر بحیثیت نبوت ورسالت نافذ ہے اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سب پر واجب ہے، ماں باپ کا حکم بھی اگر نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے حکم کے خلاف ہو تو اس کی مخالفت بھی لازم ہے، اسی تعلق اور حق کی وجہ سے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو بھی جہاد پر بھیجنے کا اور اللہ تعالیٰ کے نام پر جان قربان وخرچ کرنے کا حکم دینے کا حق حاصل ہے۔

اس عمیق حقیقت کو دل کی گہرائیوں میں اتاریئے، اور لذت ایمان کی چاشنی سے لطف اٹھایئے، آخر رب العزت نے عرش اعظم سے آیت

اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ

کیوں نازل کی ہے۔اس پر غور کیجیے اور منصب نبوت کی قدر ومنزلت کو ملحوظ رکھئے۔ یہ ایمان کی دلیل ہے، منافقین کی راہ نہ چلئے، حق تعالیٰ نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی مومنین کے ساتھ قربت کو

اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ

سے ہی واضح کیا ہے۔اس قرب کی لذت کو غیر مومن محسوس ہی نہیں کرسکتا، ایمان وایقان اور اعتقاد واعتماد (بالنبی الخاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دل میں بسایئے اور اصل سعادت کی نعمتوں سے حصہ پایئے۔

نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی اطاعت اپنی مرضی پر مقدم واولیٰ ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عطا نے آیت مذکورہ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جب نبی علیہ الصلاۃ والسلام کسی کو کسی کام کی دعوت دیں اور اس کا نفس کسی دوسری بات کا

خواہش مند ہوتو اپنے نفس کی خواہش چھوڑ کر نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی اطاعت ہر حال میں ضروری واولیٰ ہے، اور یہ ایمان بالرسالت کا تقاضا اور حق ہے جس سے ایمانی قوت وبصیرت پروان چڑھتی ہے۔ کیوں کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام تمام مسلمانوں کے مصالح اور مفاسد سے بذریعہ وحی الٰہی خوب واقف ہیں، نبی مومنوں کے لئے اسی بات کو پسند کرتے اور اسی کا حکم دیتے ہیں جس میں مومنوں کی بہبودی اور کامیابی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوْفٌ رَحِيْمٌ (التوبة: ۱۲۸)

ترجمہ: حریص ہے تمہاری بھلائی پر، ایمان والوں پر نہایت شفیق، مہربان ہے۔

یعنی تمہاری خیر خواہی اور نفع رسانی کی خاص تڑپ ان کے دل میں ہے، لوگ دوزخ کی طرف بھاگتے ہیں، آپ ان کی کمریں پکڑ پکڑ کر ادھر سے ہٹاتے ہیں، آپ کی بڑی کوشش اور آرزو یہ ہے کہ اللہ کے بندے اصلی بھلائی اور حقیقی کامیابی سے ہمکنار ہوں۔

وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوْفٌ رَحِيْمٌ۔

ترجمہ: ایمان والوں پر نہایت شفیق مہربان ہے۔

یعنی جب نبی علیہ الصلاۃ والسلام تمام جہاں کے اس قدر خیر خواہ ہیں تو خاص ایمان والوں کے حال پر ظاہر ہے کس قدر شفیق ومہربان ہوں گے۔

حاصل کلام یہ کہ انسان کا نفس ہمیشہ بدی وبرائی کا حکم دیتا ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ جس نفس پر رحم کردے اور نفس اپنی جبلت میں نادان ہے، ناعاقبت اندیش ہے۔

اس لئے بہت ہی اہم اور ضروری ہے کہ اہل ایمان رسول اللہ خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام سے غایت درجہ محبت واطاعت کریں اور رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کو اپنی خواہشات وچاہت پر غالب رکھیں، بلکہ نبی علیہ الصلاۃ

والسلام کی فکر ونظر میں فنائیت کا مقام حاصل کریں، کیوں کہ وہ ہمارے دونوں جہاں میں مشفق اور خیر خواہ ہیں، اللہ رب العزت نے آیت: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ میں مومنین پر صاحب وحی کے احکام کی تعمیل واجب کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس ربانی وایمانی قرب کی قدر اور محبت واطاعت رسول کی فدائیت کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت کو ملحوظ رکھ کر خطاب کیا ہے۔

(۲) یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ

(الانفال: ۶۴)

ترجمہ: اے نبی تمہارے لئے تو بس اللہ اور وہ مومن لوگ کافی ہیں جنہوں نے تمہاری پیروی کی ہے۔ (تقی عثمانیؒ)

اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ربانی حقیقت سے مطلع کر دیا کہ حقیقت یہی ہے کہ بس ایک اللہ آپ کے لئے کافی ہے اگر چہ کوئی بھی آپ کے ساتھ نہ ہو اور جس کے قبضہ قدرت اور قوت میں سارا جہاں ہے وہ آپ کا ناصر ومعین ہے پھر غم وہم کیسا اور کس چیز کا، یہ اس لئے کہ آپ منصب نبوت ورسالت پر اللہ کے امر اور حکم شریعت کو نافذ کرنے والے ہیں۔ آپ کی شان تشریعی ہے نہ کہ حاکم وامیر کی۔ اس لئے

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ

سے خطاب ہوا ہے۔

دوسرے اگر اسباب ظاہری پر نگاہ ڈالیں تو جو خوش نصیب اور سعادت مند آپ پر ایمان وایقان کے ساتھ اتباع اور پیروی کرنے والے ہیں وہ آپ کی اور آپ کے دین حق کی مدد کے لے کافی ہیں، نبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع واطاعت کی برکت سے اہلِ ایمان وایقان کی تھوڑی سی جماعت فضل الٰہی سے بے ایمانوں کے

لشکر پر غالب آسکتی ہے، اور شکست دے سکتی ہے۔ نظام تو حق تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام پر ایمان لایا جائے اور پھر بحیثیت نبوت ورسالت نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی اتباع کی جائے، نبی کو حاکم و امیر کہنا دراصل نبوت کا انکار اور پھر اطاعت واتباع سے بآسانی راہ فرار ہے، یہ وہی کہہ سکتا ہے جس کو اپنی آخرت برباد کرنی ہو، یہ دنیا ہے، اختیار ہے، آخرت کی سعادت ومغفرت محض نبی ورسول کی اطاعت واتباع بحیثیت نبوت ورسالت میں منحصر اور اسی پر موقوف ہے۔

(۲) اے نبی بحیثیت نبوت ورسالت مومنین کو اسلام سے دفاع کا خوب شوق دلائے۔

يَآيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ (الانفال:۶۵)

ترجمہ: اے نبی مومنوں کو جنگ پر ابھارو۔

آیت میں حق تعالیٰ نے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی کہہ کر مخاطب کیا ہے، دراصل نبی ورسول کو نبوت ورسالت عطا ہونے کے بعد یہ وصف ان سے کبھی جدا نہیں کی جاتی ہے نہ ہوتی ہے نہ ہی نبوت ورسالت کی تاریخ میں اس کی کوئی نظیر ہے کہ فلاں نبی کو نبوت ملی اور بعد میں لے لی گئی۔ البتہ دوسرے نبی کی آمد پر پہلے نبی کو وصفِ نبوت پر باقی رکھا جاتا ہے اور بعد والے نبی کی شریعت رائج ہوتی ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد وہ وصف نبوت پر ہوں گے اور شریعت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رائج ونافذ کریں گے۔ مع ہذا وہ حضور کے خلیفہ ہوں گے اور نبی کو وصفِ نبوت سے جدا کر کے امیر وحاکم شمار کرنا، یا ان کی اطاعت سے انحراف کی راہ نکالنے کی غرض سے یہ گندی چال چلنا غیر ایمانی طریقہ اور نفاق ہے، اس جرم کا وبال

موت کے وقت اور بعد الموت معلوم ہوگا۔ یہاں دونوں ہی راہ اختیار کرنے کی حق تعالیٰ نے کھلی اجازت دی ہے۔

اللہ ہمیں اپنی اور اپنے رسول کی مرضیات پر چلنے کی توفیق بخشے، آمین۔

اے نبی بدر کے قیدیوں کو پیغام الٰہی سنا دیجئے

(۳) يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (انفال: ۷۰)

ترجمہ: اے نبی تم لوگوں کے ہاتھوں میں جو قیدی ہیں اور جنہوں نے مسلمان ہونے کا ارادہ ظاہر کیا ہے ان سے کہہ دو کہ اگر اللہ تمہارے دلوں میں بھلائی دیکھے گا تو جو مال تم سے فدیہ میں لیا گیا ہے اس سے بہتر تمہیں دے دے گا اور تمہاری بخشش کر دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔ (مولانا تقی عثمانیؒ)

اللہ تعالیٰ آیت میں بدر کے قیدیوں کو لسان نبوت سے بحیثیت نبوت ورسالت آگاہ کر رہے ہیں کہ جن لوگوں نے مسلمان ہونے کا اعلان کیا ہے اگر خلوص دل کے ساتھ کیا ہے تو ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ انہوں نے اپنی آزادی کے لئے جو مال خرچ کیا ہے اس سے بہتر بدلہ انہیں دنیا وآخرت میں دے دیا جائے گا۔ بتائے یہ واقعہ بحیثیت نبوت ورسالت ہے یا بحیثیت حاکم وامیر، کیا دنیا کی تاریخ میں کوئی غیر نبی اللہ تعالیٰ کی جانب سے اللہ تعالیٰ کے پیشگی آنے والے امر سے باخبر قطعی طور پر کر سکا ہے۔؟ پھر نبی ورسول کو امیر وحاکم کہنا کتنی سنگین گستاخی ہے اور مقام نبوت اور حقوق نبوت سے جہالت وناواقفیت کی دلیل ہے۔

بحیثیت نبوت منکرین ومنافقین سے نرمی نہ برتیے

(۴) یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ (التوبة:۷۳)

ترجمہ: اے نبی کفار سے (بالسّنان) اور منافقین سے (باللّسان) جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے (یہ دنیا میں تو اس کے مستحق ہیں) اور آخرت میں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔ (تھانویؒ)

جہاد کے معنی کی تشریح علامہ عثمانی فرماتے ہیں۔

جہاد کے معنی ہیں کسی ناپسندیدہ چیز کے دفع کرنے میں انتہائی کوشش کرنا یہ کوشش کبھی ہتھیار سے ہوتی ہی، کبھی زبان سے، کبھی قلم سے، کبھی کسی اور طریق سے، منافقین جو زبان سے اسلام کا اظہار کریں اور دل سے مسلمان نہ ہوں ان کے مقابلہ میں جہاد بالسیف جمہور امت کے نزدیک مشروع نہیں، نہ عہد نبوت میں ایسا ہوا، اسی لئے جہاد کا لفظ اس وقت عام رکھا گیا ہے، یعنی تلوار سے، زبان سے، قلم سے، جس وقت جس کے مقابلہ میں جس طرح مصلحت ہو جہاد کیا جائے۔

بعض علماء کی رائے ہے کہ اگر منافقین کا نفاق بالکل عیاں ہو جائے تو ان پر جہاد بالسیف کیا جا سکتا ہے۔

بہرحال غزوۂ تبوک نے چونکہ منافقین کا نفاق بہت آشکارا کر دیا تھا اس لئے اس آیت میں ان کی نسبت ذرا سخت رویہ اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فطری طور پر نہایت نرم خو واقع ہوئے تھے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (ال عمران:۱۵۹)

ترجمہ: ان واقعات کے بعد اللہ کی رحمت ہی تھی جس کی بناء پر آپ نے

ان لوگوں سے نرمی کا برتاؤ کیا، اگر آپ سخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو
یہ آپ کے آس پاس سے ہٹ کر تتر بتر ہو جاتے۔
پھر حق تعالیٰ کی طرف سے حکم تھا۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (شعراء:٢١٥)

ترجمہ: اور جو مومن آپ کے پیچھے چلیں ان کے لئے انکساری کے ساتھ اپنی شفقت کا بازو جھکا دو۔ (مولانا تقی عثمانیؒ)

چونکہ منافقین بھی بظاہر مومنین کے زمرہ میں شامل رہتے تھے اس لئے حضور خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ بھی درگزر، چشم پوشی اور نرم خوئی کا معاملہ فرماتے تھے، تبوک کے موقع پر جب منافقین نے کھلم کھلا بے حیائی، عناد اور دشمنی کا انداز اختیار کر لیا تو حکم ہوا کہ اب ان کے معاملہ میں سختی اختیار کیجئے، یہ شریر خوش اخلاقی اور نرمی سے ماننے والے نہیں ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

غزہ تبوک سے واپسی میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لشکر سے علاحدہ ہو کر ایک پہاڑی راستہ کو تشریف لے جا رہے تھے، تقریباً بارہ منافقین نے چہرے چھپا کر رات کی تاریکی میں چاہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہاتھ چلائیں اور معاذ اللہ پہاڑی سے گرا دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خذیفہ اور عمّار تھے۔ عمار کو انہوں نے گھیر لیا تھا، مگر حذیفہ نے مار مار کر ان کی اونٹنیوں کے منہ پھیر دیئے۔ چونکہ چہرے چھپائے ہوئے تھے، حضرت حذیفہ وغیرہ نے ان کو نہیں پہنچانا، بعد میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حذیفہ و عمار رضی اللہ عنہما کو نام بنام ان کے پتے بتا دیئے، مگر منع فرما دیا کہ اس راز کو ظاہر نہ کریں اور ایسا ہی ہوا۔

اللہ رب العزت انبیاء ورسل کو جب بھی مخاطب کرتے ہیں تو بحیثیت نبوت و

رسالت ہی مخاطب کرتے ہیں۔تبوک کے موقع پر منافقین کے سلسلہ میں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو ہدایات ملی ہیں وہ بحیثیت نبوت ورسالت ہی دی گئی ہیں۔لہٰذا نبی کو امیر و حاکم کہنا کتنی بڑی گستاخی و جسارت ہے۔

بحیثیت نبوت تقویٰ اختیار کیجیے اور کفار و منافقین کی بات نہ مانیے

(۵) یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا (الاحزاب:۱)

ترجمہ:۔اے نبیؐ ڈر اللہ سے اور کہا نہ مان منکروں کا اور دغابازوں کا۔ مقرر اللہ ہے سب کچھ جاننے والا حکمتوں والا۔(شیخ الہند)

آیت کا شان نزول:

(۱) حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آس پاس کے یہودی جو آباد تھے رَحْمَةٌ لِلْعٰلَمِیْن خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلی تمنا اور خواہش تھی کہ یہ لوگ مسلمان ہو جائیں اور یہی نبوت ورسالت کا مقصد الٰہی ہے۔ چنانچہ چند یہودی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور منافقانہ طور پر اپنے کو مسلمان ظاہر کرنے لگے، جب کہ دل میں ایمان نہ تھا۔خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو غنیمت جانا تاکہ دوسروں کو ایمان کی دعوت دینا ان کے ذریعہ آسان وسہل ہو جائے، اس لئے آنے والوں کے ساتھ خاص مدارت اور اکرام کا معاملہ کرتے اور اگر ان سے کوئی غیر اخلاقی وایمانی بات ظاہر ہوتی تو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظر انداز اور چشم پوشی فرماتے۔اس واقعہ کے بعد سورہ احزاب کی ابتدائی آیات نازل ہوئی۔

(۲) ہجرت کے بعد کفار مکہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک تجویز پیش کی کہ ہم قریش، مکہ کے آدھے اموال آپ کی خدمت میں حاضر کر دیں گے اس شرط پر کہ آپ اپنے دعوی کو چھوڑ دیں، اور اس سے دستبردار

ہو جائیں۔

اور مدینہ منورہ کے منافقین اور یہود نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دھمکی دی کہ اگر آپ نے اپنی دعوت سے رجوع نہ کیا تو ہم آپ کو قتل کر دیں گے۔ اس موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

(۳) حدیبیہ میں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کفار مکہ کے درمیان جنگ نہ ہونے کا معاہدہ ہو گیا تھا۔ اس کے بعد کفار مکہ مدینہ منورہ حضرت خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ ہمارے معبودوں کی برائی کرنا چھوڑ دیں اور صرف اتنا کہہ دیں کہ یہ بھی شفاعت کریں گے اور نفع پہنچائیں گے۔ بس آپؐ اتنا کر لیں تو ہم آپؐ کو اور آپؐ کے رب کو چھوڑ دیں گے اور ہمارا آپ کا اور آپ کے رب کا جھگڑا ختم ہو جائے گا۔

کفار مکہ کی یہ بات رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام اہل ایمان کو سخت ناگوار ہوئی اور ہونی چاہئے تھی۔ مسلمانوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا، رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میں ان سے معاہدہ صلح کر چکا ہوں اس لئے ایسا نہیں ہوسکتا کہ یہ عہد و پیمان کے خلاف ہے۔

حاصل کلام

مذکورہ آیت میں حق جل مجدہ نے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو حکم دیا ہے۔

پہلا حکم

اتَّقِ اللّٰہَ

یعنی تقویٰ اختیار کرنے کا ہے۔ تقویٰ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ ان لوگوں کو قتل کرنا عہد شکنی ہے، جو حرام ہے۔ نبی و رسول حرام کو مٹانے اور ختم کرنے آتا ہے۔ یہی نبوت و رسالت کی صداقت کی شہادت ہے اور یہی فرق ہے

امیر وحاکم اور نبی ورسول کا۔۔

دوسرا حکم

وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ

یعنی کافروں کی بات نہ مانو۔

یہ حکم اس لئے دیا گیا کہ کچھ کافروں نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مختلف قسم کی تجویزیں پیش کیں کہ آپ ہماری فلاں بات مان لیں تو ہم آپ کی بات مان لیں گے۔ حکم ہوا اس طرف کان نہ لگائیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں اور وہی غالب کرے گا، بے ایمان دھوکہ اور دغا وفریب دینا چاہتے تھے اور ہمیشہ اسلام کے خلاف سینہ میں آگ و دشمنی سے جلتے ہیں۔ کب مخلص تھے کہ آج رہیں گے یہ آیت بہت ہی واضح اور کھلی ہدایت ہے مسلمانوں کے لئے۔ مگر افسوس کہ قرآن پڑھتا کون ہے اور عمل کی توفیق کس کو ہوتی ہے؟۔

بعض حضرات کی رائے ہے کہ دراصل یہ حکم اہمیت اور افادیت کے پیش نظر ہے کہ مخاطب تو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنایا گیا اور مراد امت ہے کہ جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام جو مطلقاً معصوم محض ہیں جن سے خلاف شریعت ہونا محال ہے قیامت تک امت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حکم ربانی کو دستوری طور پر اور ایمانی اور قانونی طور پر یاد رکھنا ہے۔

الغرض اللہ رب العزت نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ بحیثیت نبوت ورسالت ہی مخاطب کیا ہے اور خطاب باری تعالیٰ ہمیشہ نبی ورسول سے بحیثیت نبوت ورسالت ہی ہوا ہے۔ نبی ورسول کو امیر وحاکم کہنا بہت ہی سنگین گستاخی اور بے ادبی ہے۔ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَ سَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا۔

بحیثیت نبوت، ربانی پیغام ازواج مطہرات کے نام

۶۔ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا (الاحزاب:۲۸)

ترجمہ:۔اے نبی۔اپنی بیویوں سے کہو کہ اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ، میں تمہیں کچھ تحفے دے کر خوبصورتی کے ساتھ رخصت کردوں۔

حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کا انتخاب اللہ رب العزت کی جانب سے ہوا ہے اور بیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور زوجات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہونے کی وجہ سے ان کی زندگی ہر طرح معاد وآخرت کے سلسلہ میں مثالی تھی، جب جنگ بنو قریظہ کے مالی فتوحات کے بعد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں کھانے پینے اور عام زندگی میں تھوڑی وسعت اور خوش حالی آئی تو ازواج مطہرات کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ جس طرح عام لوگوں کی زندگی میں وسعت ہوئی ہے ہم لوگوں کی زندگی میں بھی فراخی اور وسعت ہونی چاہئے۔لہٰذا انہوں نے اس کا تذکرہ حضرت خاتم النبیین معلم اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کردیا۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ازواج مطہرات ؓ کے دل میں معاشی وسعت کی خواہش پیدا ہونا کوئی گناہ کی بات نہیں تھی نہ ہے۔

لیکن حضور معلم اعظم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات ؓ ہونے کی حیثیت سے اور بیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہونے کی وجہ سے یہ مطالبہ ان کے شایان شان بارگاہ قدس اور نگاہ رب العزت میں نہیں سمجھا گیا اس لئے ان کی شان نبوت اور رسالت کے اعلی معیار اور تقدس کے اعتبار سے ربانی والٰہی تربیت کی گئی اور ان کو عام اہل

ایمان سے ممتاز کیا گیا اور انہیں بارگاہ قدس میں تقرب ومعیت اور صحبت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو مقام حاصل ہے اس کے مطابق انتخاب آخرت یا دنیوی خوش حالی کے انتخاب کا اختیار دیا گیا۔

حق تعالیٰ نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت دی کہ ازواج مطہرات سے یہ بات صاف واضح طور پر کہہ دیں کہ اگر ان کو محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ موجودہ حالات میں رہنا ہے۔ (یعنی معیت رسول اور بیت رسول اور صحبت رسول، مجلس رسول اور نگاہ فیض رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقصود ہے) تو اپنی فکر ونظر، سوچ اور ارادہ اور خیال وتصور عام لوگوں سے ہٹا کر نور نبوت ورسالت سے ملنے والی دنیا و آخرت کی اعلیٰ درجہ کی معیت نبوت ورسالت اور مرتبہ ختم نبوت کے اعلیٰ شان کی خلد بریں کی رفاقت وسعادت اختیار کرلیں۔

یا پھر اگر دنیا کی زیب وزینت پسند کریں گی تو رسول اعظم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ان کو کھلا اختیار ہے کہ وہ معیت وصحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علاحدگی اختیار کرلیں اور اس صورت میں بھی حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں کسی ناراضگی اور تلخی و ترشی کے ساتھ نہیں بلکہ خلق عظیم اور الرؤف الرحیم اپنی سنت کے مطابق جوڑے کا تحفہ دے کر اچھی طرح رخصت فرمادیں گے۔

چنانچہ ان آیات کے احکام کے مطابق رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو یہ پیشکش فرمائی، تو سب سے پہلے اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا میں تو اللہ کو اور اس کے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور دار آخرت کو اختیار کرتی ہوں اور تمام ازواج مطہرات نے وہی کہا جو اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا۔ یعنی کسی نے بھی دنیاوی فراخی کو رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت اور صحبت ومعیت کے مقابلہ میں قبول نہ کیا۔

آیت تخییر میں تُرِدْنَ اللّٰہَ سے مراد محمد رسول اللہ ہی تو ہیں

وہ حضرات جو نبی ورسول کو حاکم وامیر کی صف میں لا کر کھڑا کرتے ہیں وہ غور کریں کہ یہ حکم اللہ رب العزت نے بطور نبوت رسالت کے دیا ہے یا پھر امیر و حاکم کی بناء پر اور بطور خاص آیت

اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَالدَّارَالْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْراً عَظِيْماً (الاحزاب:٢٩)

ترجمہ: اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور عالم آخرت کی طلبگار ہو تو یقین جانو اللہ نے تم میں سے نیک خواتین کے لئے شاندار انعام تیار کر رکھا ہے۔

تفصیلی مفہوم آپ پڑھ چکے ہیں، یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ آیت میں:

اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور عالم آخرت کی طلبگار رہو

کہا گیا ہے، یہاں تُرِدْنَ اللّٰہَ (اللہ کو چاہنے) کا مطلب اس کے رسول کو ہی چاہنا ہے یہ مقام نبوت ورسالت کی اہمیت ہے کہ اطاعت رسول عین اللہ کی اطاعت ہے، اور تُرِدْنَ اللّٰہَ سے مراد تُرِدْنَ الرَّسُوْلَ ہی ہے، یہ اسلوب اور تعبیر بتلا رہا ہے کہ رسول کو کبھی بھی مقام نبوت ورسالت سے جدا کرنا سراسر گمراہی اور سخت ترین گستاخی اور جسارت ہے۔ یہ وہی کر سکتا ہے جو دار آخرت کو اپنے ہاتھوں تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے۔

پھر ایک اور اہم بات ذہن نشین کر لیں کہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے وسعت نفقہ چاہا تو یہ مثال بھی دی کہ قیصر و کسریٰ کی بیگمات بڑی سج دھج کے ساتھ رہتی ہیں، ان کی خدمت کے لئے کنیزیں موجود ہیں، اب جب کہ مسلمانوں میں خوش حالی آ چکی ہے ہمارے نفقے میں اضافہ ہونا چاہئے۔

ازواج مطہرت کورب العزت نے عرش اعظم سے آگاہ کیا کہ رسول اعظم خاتم النبیین صلی اللہ علی وسلم کی ازواج ہونے کی حیثیت سے یہ مطالبہ آپ حضرات کے شایان شان نہیں۔

یعنی اے زوجات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ زوجات الحاکم یا زوجات الامیر (کسی امیر وحاکم کی بیویاں) نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو زوجات النبی، زوجات الرسولِ الخاتم، اور بیت النبیؐ اور بیت الرسول الخاتمؐ، کا اعلیٰ شرف اور بلند مقام معیت عطا کیا ہے اور صحبت رسول اور نگاہ نبوت ورسالت کے فیض کے لئے آپ کو منتخب کیا ہے اور اگر فانی خوش حالی وفراخی جو امیر وحاکم یا ان کی بیگمات کو وقتی طور پر حاصل ہیں آپ کو چاہئے تو اختیار ہے۔

اور اگر بحیثیت نبوت ورسالت خاتم النبیین کی زوجیت میں بحالت موجودہ اللہ کی خوشی کے ساتھ رہنا چاہتی ہیں جو فی الوقت معیت نبی ورسول خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل ہے اور آپ ہیں بھی بیت النبی والرسول میں جہاں دوعالم کا رحمۃ للعلمین مکین ومقیم ہے، تو اچھا ہے۔ کیا اس نعمت عظمی اور منت کبری سے بڑھ کر کوئی خوش حالی وفراخی ہوگی! پھر بھی آپ کو اختیار ہے۔ الغرض حق تعالیٰ نے امہات المومنین اور زوجات النبی الخاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ادب سکھلایا کہ خواہ زوجات النبی ہی کیوں نہ ہوں اپنے سرتاج سے بحیثیت نبوت ورسالت مل کر رہنا اور ان کے سائے میں زندگی گزارنا اور نبوت ورسالت کے الٰہی تقدس کو بحال رکھنا چاہئے، اور ایسی خوش حالی وفراخی جو فانی ہے اس کو زوجیت نبی ورسول کی عطا الٰہی پر ترجیح نہ دینا چاہئے۔

جب یہ ربانی حقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح کردی گئی تو تمام امہات المومنین نے حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دانشمندانہ فیصلہ کے بعد اللہ و رسول اور دار آخرت کا انتخاب کرلیا۔ اس میں اور بھی حکمتیں چھپی ہوئی ہیں۔ اَللّٰھُمَّ

صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ وَاَشْیَاعِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا

نسبت زوجات النبی کی وجہ سے امہات المومنین کو براہ راست حق تعالیٰ کا خطاب

(۷) يٰنِسَاۗءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا (الاحزاب:۳۰)

ترجمہ:۔اے نبی کی بیبیو!، جو کوئی تم میں کھلی ہوئی بیہودگی کرے گی اس کو دوہری سزا دی جائے گی اور یہ بات اللہ کو آسان ہے۔(تھانویؒ)

حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''مراد اس سے وہ معاملہ ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنگ اور پریشان ہوں''۔

مذکورہ آیت کی تفسیر میں حضرت عثمانی لکھتے ہیں:

بڑے کی غلطی بھی بڑی ہوتی ہے اگر بالفرض تم میں کسی سے کوئی بداخلاقی کا کام ہوجائے تو جو سزا اوروں کو اس کام پر ملتی اس سے دگنی سزا ملے گی اور اللہ پر یہ آسان ہے، یعنی تمہاری وجاہت اور نسبت زوجیت سزا دینے سے اللہ کو روک نہیں سکتی۔(تفسیر عثمانی)

ابھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ امہات المومنین اور ازواج مطہرات کو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ سے حق جل مجدہ کا پیغام ملا تھا کہ نبی کی بیبیوں کے لئے مناسب نہیں کہ وہ زینت دنیا کی طرف نظر اٹھائیں، اب فرماتے ہیں کہ جس قدر مراتب بلند ہوتے ہیں اسی قدر احتیاط کا قدم بھی نازک ترین ہوتا ہے۔جیسا کہ مکہ

مکرمہ میں نیکی کا اجر جس قدر زیادہ ہے اسی قدر بدی کا گناہ بھی زیادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کی بزرگی اور تمام جہاں کی عورتوں پر ان کی فضیلت اور خصوصیت ظاہر کرنے کے لئے یہ آیتیں ان کی کرامت وشرافت میں نازل فرمائیں اور براہ راست ان کو مخاطب بنایا اور فرمایا اے نبی کی بیویاں آپ کا مقام دنیا کی سب عورتوں سے بڑھ کر ہے، اس لئے آپ ایسے نبی سید الاولین والآخرین خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجات ہیں جو تمام اولین وآخرین سے افضل ہیں، تو اس نسبت نبوت کی وجہ سے آپ بھی ممتاز مقام پر عند اللہ ہیں لہٰذا نامناسب اعمال وافعال کا ایسے مقدس نبی ورسول کی زوجیت میں ہونے کی وجہ سے اور ویسے بھی نبی کی بیوں سے گناہ کا سرزد ہونا بہت ہی غیر معقول اور برا ہے اور دوہرا گناہ ہے، ایک اللہ تعالیٰ کا گناہ (یعنی نامناسب باتوں کا ہونا جس کو معصیت کہتے ہیں اور ہر ایک کی شان کے اعتبار سے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْن کے قبیل سے ہے)۔ اور دوسرا نبی خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دل آزاری اور حق محبت میں کوتاہی۔

دوہرے اجر وثواب کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اطاعت وخدمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب کو راحت زیادہ ہوگی اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راحت رسانی موجب زیادتی اجر ہوگی اور عدم اطاعت کی صورت میں اذیت بھی شدید ہوگی لہٰذا گناہ بھی دوہرا ہوگا۔

ازواج مطہرات کے لئے دوہرے اجر وثواب کی بشارت

حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا (الاحزاب:۳۱)

اور تم میں سے جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی تابع دار رہے گی اور نیک

عمل کرے گی اسے ہم اس کا ثواب بھی دوگنا دیں گے اور اس کے لئے
ہم نے باعزت رزق تیار کر رکھا ہے۔ (مولانا تقی عثمانی)

قرآن مجید میں جو خطاب ازواج مطہرات کو ہوا ہے وہ بحیثیت نبوت ورسالت ہوا ہے یا بحیثیت حاکم وامیر؟ اور اسی حساسیت ونزاکت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ

فرمایا۔ پھر آیت تخییر اس اہمیت وخصوصیت کو نمایاں کرتی ہے کیونکہ ازواج مطہرات کا کشادگی وفراخی کا سوال ایک گھریلو اور اندرون خانہ زوجیت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہونے کی وجہ سے تھا اور زوجیت میں ہونے کی وجہ سے ناز ومحبت بھی ہوتی ہے اور یہ سوال بھی انہوں نے اس لئے کیا تھا کہ عام لوگوں میں وسعت و فراخی آ گئی تھی اور انسان یمین وشمال کے حالات سے متاثر ضرور ہوتا ہے تو انہوں نے گویا کہ یہ سوال کرنا مناسب جانا اور خیال ظاہر بھی کر دیا اور وہ تھیں حرم نبوت و رسالت میں، تو اپنی بات آخر کہتیں تو کس کو کہتیں۔

مقربین بارگاہ رب العزت کو دنیاوی خوشحالی سے دور رکھا جاتا ہے۔ سب سے پہلے حق تعالیٰ نے ان کو مخاطب کر کے آگاہ کیا کہ اے **ازواج النبی الخاتم** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا رشتہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محض عام قاعدہ کے تحت زوجیت کا تو یقیناً ہے تاہم یہ رشتہ زوجیت بحق نبوت ورسالت عام رشتہ زوجیت کے تصور وخیال سے بالاتر ہے اور **رب العرش العظیم** کی نگاہ میں اعلیٰ ہے۔ لہذا اے نِسَاءُ النَّبِی صلی اللہ علیہ وسلم زَوْجَاتُ النَّبِی کی حیثیت سے آپ اپنے کو بحق نبوت و رسالت اعلیٰ تصور کریں۔ یہاں تنبیہ وتخویف کا جو طرز اختیار کیا گیا ہے وہ بھی تکریم وتشریف کی وجہ سے ہے، اس کے بعد شرافت وکرامت کو مزید چار چاند لگانے کے لئے

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا (الاحزاب: ۳۱)

ارشاد فرمایا گیا، تاکہ پہلے سے زیادہ انقیاد اور پرہیزگاری اور اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری اور زہد وقناعت پر اور دنیا سے بیزاری بلکہ دست برداری اور دار آخرت کے اختیار اور اس کی تیاری پر خوب مستحکم ہو جائیں۔ اور ان کے دل دنیا کی حرص اور طمع سے بالکلیہ پاک وصاف ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ فضائل و خصائص پر حق تعالیٰ کا شکر بھی کریں اور فخر بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کی تمام عورتوں پر شرف اور فضیلت بخشی اور ان سے دوہرے اجر کا وعدہ کیا اور ان کی تطہیر اور تزکیہ کا ارادہ فرمایا۔

نیز گذشتہ آیات میں جو تخییر کا مضمون تھا ان میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیبیوں سے یہ کہہ دیں کہ تم کو اختیار ہے کہ دنیا کو اختیار کرو یا آخرت کو۔

اب ان آیات میں حق تعالیٰ کی طرف سے خود ازواج مطہرات کو خطاب ہے جو ان کے شرف اور کرامت کی واضح دلیل ہے کہ ازواج مطہرات نے فقر وفاقہ کے ساتھ اللہ کے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت کو اختیار کیا اور دار آخرت کو دار دنیا کے مقابلہ میں ترجیح دی اس لئے حق تعالیٰ شانہ

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

میں اور بعد کی آیت میں ازواج مطہرات کو خطاب فرماتے ہیں کہ

(۱) تم نبی کی بیبیاں ہو، اور امہات المومنین ہو، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبودیت اور تقویٰ اور مکارم اخلاق اور محاسن اعمال میں تم کو سب سے آگے ہونا چاہئے۔ اور زمانہ جاہلیت کی بری عادتوں سے تم کو انتہائی دور رہنا چاہئے۔

(۲) تم سب طیبات اور مطہرات ہو۔ (۳) تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوتی ہے۔ (۴) اور ملائکہ کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ (۵) تمہارے گھروں میں قدسیوں کی بازگشت ہے۔ (٦) طبقہ نسواں میں تم سے زیادہ بزرگ کوئی نہیں، لہٰذا تم کو چاہئے کہ اپنے گھروں سے قدم باہر نہ نکالو۔ مبادا شَیَاطِیْنُ الاِنْسِ وَ الْجِن کا کوئی تیر نظر تمہارے لباس تقویٰ وطہارت کو نہ آ لگے اور گھر سے باہر نکل کر کسی گندگی کا کوئی چھینٹا نہ لگ جائے، اس لئے آیت:

وَمَنۡ یَّقۡنُتۡ مِنۡکُنَّ لِلّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ

نازل ہوئی۔

اور ازواج مطہرات چونکہ دنیا میں رزق دینوی کی وسعت سے دستبردار ہوئیں اور دنیا کے مقابلہ میں دار آخرت کو اختیار کیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آخرت میں رزق کریم کا وعدہ فرمایا جو ان کے لے بطور ذخیرہ وہاں محفوظ ہے اور اے ازواج مطہرات آپ کی شان تمام عورتوں سے ممتاز ہے اس لئے کہ آپ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت کے لے منتخب ہوئیں ہیں اور آپ دنیا وآخرت میں اس رسول اعظم کی ازواج مطہرات بنیں جس سے آپ کو امہات المومنین کا قیامت تک کے لئے شرف ملا۔ بس آپ عام لوگوں سے تقویٰ اور ورع میں نمایاں اور ممتاز ہی رہیں یہی زوجیت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہونے کا حق اور شان زوجیت رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور اے ازواج مطہرات آپ کی حرمت وعظمت اور عنداللہ قدر ومنزلت اور شرافت وکرامت زوجات النبی الخاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کی وجہ سے یہ ہے کہ آپ ہی دنیا وآخرت میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجات ہیں اور آپ ہی کے لئے عرش اعظم سے قانون نازل ہوا ہے۔

وَلَاۤ اَنۡ تَنۡکِحُوۡۤا اَزۡوَاجَہٗ مِنۡۢ بَعۡدِہٖۤ اَبَدًا اور وَیُطَہِّرَکُمۡ

تَطۡهِيۡرًاۚ (الاحزاب: ۳۳)

جیسی اعلیٰ نوازشات سے آپ کو نوازا گیا ہے، یہ شان آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا کی، تو فضل کا شکر یہ ہے کہ آپ فانی زندگی پر نگاہ نہ ڈالیں اور بفیض نبوت ورسالت اور بصحبتِ نبی خاتم معاد کو بہتر بنائیں۔

حق تعالیٰ ازواج مطہرات کو پھر کچھ آداب تلقین فرماتے ہیں جو ان کے تقویٰ اور پرہیز گاری میں معین ومدد گار اور ان کے محافظ ونگہبان ہیں۔

من جانب اللہ نبی کی زوجیت کی عظمت وحرمت کے مناسب آداب ربانی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۸) يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسۡتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيۡتُنَّ فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِالۡقَوۡلِ فَيَطۡمَعَ الَّذِىۡ فِىۡ قَلۡبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلۡنَ قَوۡلًا مَّعۡرُوۡفًا (الاحزاب: ۳۲)

ترجمہ: اے نبی کی عورتو، تم نہیں ہو جیسے ہر کوئی عورتیں، اگر تم ڈر رکھو سو تم دب کر نہ کہو بات پھر لالچ کرے کوئی جس کے دل میں روگ ہے اور کہو بات معقول۔ (شیخ الہندؒ)

ان تمام آیات کی تفصیل، تفسیر کی کتابوں میں دیکھیں، تاہم چند فوائد یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) عورتیں بلا شدید ضرورت اپنے گھروں سے باہر نہ نکلیں اگر کسی علاج ومعالجہ کی ضرورت ہو تو مومنانہ شان یعنی پردہ اور حجاب کے ساتھ نکلیں۔

(۲) مرد عورت کو نہ دیکھے اور عورت مرد کو نہ دیکھے۔ دونوں کی عفت وعصمت اور

طہارت کی اسی میں ضمانت ہے۔

(۳) عورت اپنی زینت ظاہرہ یعنی چہرہ اور ہاتھوں کے علاوہ اپنے تمام بدن کو ہر وقت چھپا کر رکھے اور چہرہ اور دونوں ہاتھ صرف اپنے محارم کے سامنے کھلا رکھنے کی اجازت ہے، نامحرم کے سامنے کھلا رکھنے کی اجازت نہیں اور یہ تو قطعاً حرام ہے کہ برسر بازار چہرہ کھول کر اپنا حسن و جمال دکھلاتی پھریں اور لوگوں کو اپنی طرف فریفتہ کریں اور دل جلائیں اور اپنے ایمان کو داغدار کریں۔

(۴) عورتوں کو اگر کسی غیر مرد سے بات کرنے کی ضرورت پیش آئے تو بات میں نزاکت اور کشش پیدا نہ کریں۔ اپنی بات کسی بداخلاقی کے بغیر پھیکے انداز میں کہہ دیں۔ نرمی اور طویل گفتگو نہ کریں۔

(۵) اگر عورتوں کو کسی ضرورت سے باہر جانا ہو تو موٹے اور بغیر زینت کے کپڑے کا برقع یا موٹی چادر اوڑھ کر باہر نکلیں۔ باریک چادر میں نہ نکلیں، بھڑک دار اور دیدہ زیب لباس جو آج کل عام ہو گیا ہے، اس کا پہننا درست نہیں۔ عطر اور خوشبو لگا کر نکلنا درست نہیں۔ شادی شدہ عورت کے لئے بغیر شوہر کی اجازت کے نکلنا درست نہیں۔

(۶) کوئی آدمی کسی کے گھر میں نہ جھانکے نہ بغیر اجازت کے داخل ہو۔

(۷) کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ خلوت میں اٹھنا بیٹھنا نہ کرے۔ جوان عورت کو سلام کرنا بھی درست نہیں اور مصافحہ کرنا تو سلام کرنے سے بھی بڑھ کر حرام ہے۔

(۸) کوئی اجنبی مرد کسی اجنبی عورت کے گھر میں بغیر محرم کے اور بغیر عورت کے شوہر کے گھر میں رات نہ گزارے۔

الغرض قرآن مجید نے ازواج مطہرات اور امہات المومنین کو **یانساء النبی** کہہ کر خطاب کیا تاکہ معلوم ہوا کہ نبی و رسول کو بحیثیت نبوت و رسالت ہی اللہ تعالیٰ کا رسول مان کر ان کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی طاعت ماننا ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کی حقیت

ہے، پورے قرآن مجید میں اس عاجز کی نظر میں ایک مقام پر بھی اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل کو مقام نبوت ورسالت سے علاحدہ کر کے امیر وحاکم بنا کر خطاب نہیں فرمایا۔ جب بھی حق تعالیٰ نے خطاب کیا ہے تو بحیثیت نبوت ورسالت ہی خطاب کیا ہے۔

حق تعالیٰ نے شان نبوت ورسالت کا اعلان کیا ہے

اور کائنات عالم میں انبیاء ورسل ہی مخاطب ہوتے ہیں اور انبیاء ورسل کے ذریعہ ہی اللہ تعالیٰ خطاب کرتے ہیں۔

(۹) يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا
(الاحزاب:۴۵)

ترجمہ: اے نبی ہم نے بیشک آپ کو اس شان کا رسولؐ بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ (مومنین کے) بشارت دینے والے ہیں اور کفار کے ڈرانے والے ہیں۔ (تھانویؒ)

آیت میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بحیثیت نبوت ورسالت کیا کیا امتیازات دنیا و آخرت کی عطا کئے ہیں ان کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ شان نبوت ورسالت ہی کی صفت ہے۔ شاہد، بشیر، نذیر۔ کیا یہ صفات جو نبوت کے ساتھ خاص ہیں کسی امیر وحاکم کو بھی اللہ تعالیٰ نے دی ہیں۔ نہ معلوم پھر ایسی طفلانہ بات کیوں کی جاتی ہے۔

خصوصیات نبی بحیثیت رسالت ونبوت

(۱۰) يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ۔ (الاحزاب:۵۰)

ترجمہ: اے نبی ہم نے آپ کے لئے آپ کی یہ بیبیاں جن کو آپ ان

کے مہر دے چکے ہیں حلال کی ہیں۔(تھانویؒ)

آیت میں اللہ رب العزت نے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بحیثیت نبوت و رسالت چند احکام دیئے ہیں یہ پہلے ہی لکھا جا چکا ہے کہ نبوت ورسالت کا انتخاب بھی عالم کی ہدایت کے لئے ہوتا ہے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت تو قیامت تک کے لئے ہے جو سراپا رحمت ہی رحمت ہے۔ مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ مخصوص احکام دیئے ہیں جو آپ کی امتیازی اورانفرادی خاتمیت کی شان کی علامت اور عظمت کو نمایاں کرتی ہیں۔

پہلی خصوصیت

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ

ترجمہ: اے نبیؐ ہم نے حلال رکھا آپ کے لئے آپ کی ان تمام ازواج کو (گرچہ وہ چار سے زائد ہوں) جن کا مہر بھی آپ ادا کر چکے ہیں۔

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو اس وقت چار سے زائد بیبیاں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں تھیں اوران کا مہر بھی ادا ہو چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام بیبیوں کا نکاح اور آپؐ کے لئے ان کی زوجیت کو بحیثیت نبوت ورسالت برقرار رکھا، یہ حکم مخصوص ہے بحق ختم نبوت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے۔ یہ امتیازی شان خاتمیت نبوت ہے، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ عام مسلمانوں کے لئے چار سے زائد عورتوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حلال نہیں ہے نہ ہی درست ہے۔

تو آیت سے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت واضح کردی کہ چار سے زائد عورتوں کو نکاح میں رکھنا عرش اعظم سے اللہ تعالیٰ نے حلال کر دیا۔ اب کسی کو نہ تو اس پر زبان کھولنے کی اجازت ہے نہ ہی نبی ورسول کو منصب نبوت ورسالت سے ہٹا کر

امیر وحاکم کہنے کی جسارت کرنی ہے۔ یہ حکم حق تعالیٰ کا بحق نبوت ورسالت اور بحیثیت نبوت ورسالت خاتمیت قیامت تک کے لئے ہےاور حرمت کا حکم چار سے زائد کا امیر وحاکم کے لئے بھی قیامت تک باقی ہے۔ یہ حلّت محض محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہے۔

دوسری خصوصیت

وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ (الاحزاب: ۵۰)

ترجمہ: اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وہ باندیاں حلال کیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مالِ غنیمت میں عطا کیں۔

آیت کے اس فرمان الٰہی سے حضرت خاتم النبیین کو جو خصوصیت عطا ہوئی وہ (الف) ایک تو یہ کہ جو کنیز مال غنیمت اور مال فئی میں سے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصہ میں بحیثیت نبوت ورسالت آئیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حق تعالیٰ نے حلال کر دیا۔

(ب) دوسرے وہ کنیز و باندیاں بھی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حلال کر دی گئیں جن کو قیمت دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خریدا۔

(ج) تیسری خصوصیت مالِ غنیت کے سلسلہ میں خاتم النبیین کو یہ بھی اللہ تعالیٰ نے بحق نبوت ورسالت خاتمیت عطا فرمائی کہ آپؐ مالِ غنیمت کو تقسیم کرنے سے پہلے اس میں سے کسی چیز کا اپنی مقدس ومطہر ذات کے لئے بحق نبوت ورسالت انتخاب کر لیں چنانچہ ایسی چیز خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملک خاص ہو جاتی تھی اس کو خاص نام صفی النبی دیا جاتا تھا۔

جیسا کہ خیبر کی غنیمت میں سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کو اپنی ذات کے لئے بحیثیت نبوت ورسالت اور بحق خاتمیت منتخب اور مخصوص کر لیا تھا تو

ملک یمین کے سلسلہ میں یہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے اور یہ حلال تھا محمد رسول اللہ خاتم االنبین صلی اللہ عیہ وسلم کے لے نہ کہ کسی امیر وحاکم کو یہ اختیار حاصل ہے پھر نبی ورسول کو حاکم وامیر کہنا کتنی سنگین گستاخی اور جسارت ہے۔

(د) **چوتھی خصوصیت** حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ تھی کہ دارالحرب سے جو ہدایا وتحفہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں خدمت نبوی میں آتے تھے وہ سب کے سب حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملک ہوتے تھے اور ایسا ہدیہ خصوصیت سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حلال وطیب کردیا گیا جیسا کہ حضرت ماریہ قبطیہؓ کا معاملہ ہے کہ مقوقس نے ان کو بطور ہدیہ وتحفہ کے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحق نبوت ورسالت اپنی ملک قرار دیا۔ اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اگر کسی خلیفہ یا امیر وحاکم کو دارالحرب اور اہل حرب کوئی ہدیہ و تحفہ دیں تو وہ عام مسلمانوں اور بیت المال کا حق اور ملک قرار دیا جاتا ہے، امیر وحاکم کے لئے نہ ہی حلال ہے اور نہ وہ اس کا مالک بنتا ہے۔ یہ کتنا کھلا فرق ہے پھر بھی کسی کی عقل ماری گئی ہو تو کیا کہا جائے۔ یہ تو محض خصوصیت نبوت ورسالت ہے اور صرف نبی ورسول کے لئے وہ حلال وطیب ہے۔

لہٰذا نبی ورسول اور امیر وحاکم کا فرق واضح ہے اور اسی فرق پر ایمان کی بنیاد استوار ہوتی ہے، اور یہی ایمان باللہ اور ایمان بالرسول الخاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایمانی تقاضا ہے۔ فرق اگر نہ کیا گیا تو ایمان ہی نہ رہا۔ یا نبی ورسول کو حاکم وامیر کی صف میں کھڑا کردیا تو بھی ایمان نہ رہا، ایمان بچائیں، مسئلہ قبر وحشر اور نشر میں صاف ہوجائے گا لیکن وقت جاچکا ہوگا۔ آج موقع ہے نبی ورسول کو جو حیثیت ورتبہ اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے اس کی قدر ومنزلت کے ساتھ، ایمان ایسا ہی رکھیں جیسا اللہ تعالیٰ نے مطالبہ کیا ہے، اپنی تحقیق وتدقیق کو حق تعالیٰ کے کلام پر قربان کردیں اسی میں نجات اور مغفرت

کی ضمانت ہے۔

(ر) **پانچویں خصوصیت** باندی اور کنیز کے سلسلہ میں حضور خاتم النبیین ﷺ کی یہ ہے کہ جس طرح ازواج مطہرات میں سے کسی کا نکاح کسی امتی سے حلال نہیں، اسی طرح جو کنیز حضور خاتم النبیین ﷺ کے لئے حلال کی گئی ہے۔ حضور خاتم النبیین ﷺ کے رفیق اعلی کے پاس تشریف لے جانے کے بعد کسی کے لئے حلال نہیں، یعنی جس طرح عام امہات المومنین کا حضور خاتم النبیین ﷺ کی وفات کے بعد نکاح کسی سے جائز نہیں، اسی طرح وہ کنیز جو حضور کے نکاح میں تھی جیسے حضرت ماریہ قبطیہ حضور صلی اللہ کے بعد کسی سے اس کا نکاح بھی جائز نہیں۔ یہ خصوصیت بحق نبوت ورسالت اور بحیثیت نبوت ورسالت ہے، لہٰذا نبی خاتم ﷺ کو امیر وحاکم کہنا سنگین گناہ وجسارت ہی نہیں ایمان کو ضائع کر دیتا ہے، اس عقیدہ سے توبہ کرنا ضروری ہے ورنہ خسارہ سخت ہے۔

چھٹی خصوصیت

وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَ بَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَ بَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ (الاحزاب:۵۰)

ترجمہ: اور ہم نے حلال کیا آپ کے واسطے چچا کی بیٹیاں، پھوپیوں کی بیٹیاں، اور ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں بھی جنھوں نے آپؐ کے ساتھ ہجرت کی ہے۔

چھٹی خصوصیت حضرت خاتم النبیین ﷺ کی والد کے خاندان سے چچا اور پھوپھی کی لڑکیاں، اور ماموں اور خالہ کی لڑکیاں والدہ کی جانب سے حلال ہیں بشرط ہجرت۔ یعنی انہوں نے حضور خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ ہجرت کی ہو تو ان سے نکاح خاتم النبیین ﷺ کے لئے حلال کیا گیا اور اگر انہوں نے ہجرت

نہیں کی تو وہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حلال نہیں، جب کہ یہ رشتہ عام مسلمانوں کے لئے بغیر کسی شرط کے حلال ہیں۔ مگر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ان میں سے صرف وہ حلال ہیں جنہوں نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی ہو۔ یاد رہے کہ ہجرت سے مراد نفس ہجرت میں معیت وموافقت ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ سفر میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت رہی ہو یا ایک ہی وقت میں ہجرت کی ہو۔

لہٰذا ان میں سے جس نے کسی وجہ سے ہجرت نہیں کی اس سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح حلال نہیں رکھا گیا جیسا کہ چچازاد بہن، ابوطالب کی بیٹی ام ہانی نے فرمایا کہ مجھ سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح اس لئے حلال نہیں تھا کہ میں نے مکہ سے ہجرت نہیں کی تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا (الانفال: ۷۲)

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لے آئے ہیں مگر انہوں نے ہجرت نہیں کی جب تک وہ ہجرت نہ کریں (اے مسلمانو) تمہارا ان سے وراثت کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ (تفصیل تفسیر کی کتابوں میں دیکھ لیں)

الغرض یہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت بحق نبوت ورسالت اللہ تعالیٰ نے قرار دی، اور آگاہ کر دیا کہ نبی ورسول کو بحیثیت نبوت ورسالت ہی مانو اور جانو نہ کہ امیر وحاکم، اور یہاں یہ بات صاف واضح ہو جاتی ہے کہ ماں اور باپ کے خاندان کی ان ہی لڑکیوں کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا جنہوں نے محبت وعظمت نبوت ورسالت کو اپنے فکر ونظر پر غالب کر کے ہجرت کر لیا ہو گو یا محبت وعظمت

کی علامت ہجرت کو قرار دیا گیا اور پھر ہجرت سے شان نبوت و رسالت کی زوجیت میں آنے کی ان میں حق تعالیٰ کی جانب سے استعداد و صلاحیت پیدا ہوگئی اور جنہوں نے ہجرت نہیں کی گویا کہ وہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت کے شایان شان نہیں اور ان میں زوجیت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منجانب اللہ صلاحیت ہی نہیں لہٰذا وہ حلال نہیں ہوئیں، جب کہ یہ رشتہ عام مسلمانوں میں حلال ومباح ہے۔

ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں آنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے خاندان کی مباح وحلال لڑکیوں میں بھی ہجرت کی شرط رکھی ہے جب کہ غیر نبی کے لئے یہ شرط نہیں ہے۔

خاندان کی مباح لڑکیوں میں ہجرت سے زوجیت نبی میں آنے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے اور وہ صلاحیت اللہ تعالیٰ کی خاص ربانی والٰہی قوت وحرارت ایمانی ہے۔ جو ہجرت سے ظاہر بھی ہوجاتی ہے۔ کیونکہ ہجرت سے غیرت واہمیت نبوت ورسالت کا بھرپور مظاہرہ ہوجاتا ہے۔

ساتویں خصوصیت

وَامْرَأَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ (الاحزاب: ۵۰)

ترجمہ: اور کوئی مسلمان عورت جس نے مہر کے بغیر نبی کو اپنے آپ (سے نکاح کرنے) کی پیشکش کی ہو بشرطیکہ نبی اس سے نکاح کرنا چاہے۔ یہ سارے احکام خاص نبی کے لئے ہیں۔ دوسرے مومنوں کے لئے نہیں۔

آیت سے معلوم ہوا کہ عام مسلمانوں کے لئے کسی عورت سے بغیر مہر کے نکاح

کرنا جائز نہیں ہے۔لیکن حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جائز وحلال قرار دیا گیا ہے کہ اگر کوئی عورت خود سے یہ پیشکش کرے کہ وہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغیر مہر کے نکاح کرنا چاہے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں تو ایسا کر سکتے ہیں۔یعنی بلا مہر کے بھی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نکاح کر لینا حلال ہے اور یہ خاص حکم صرف اور محض خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہے۔دوسرے مومنین کے لئے قطعاً نہیں ہے۔خاص یہ کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ مہر کی قید اٹھادی تھی۔نیز کسی خاتون کا بلا مہر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آنا عملی طور پر ثابت نہیں ہے نہ ہی آپؐ نے اس سے فائدہ اٹھایا۔

آٹھویں خصوصیت

اور

وَامۡرَأَةً مُّؤۡمِنَةً

سے یہ بھی خصوصیت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سامنے آتی ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح فقط مومن عورت سے ہی حلال ہے اور درست تھا۔یہود و نصاری یعنی کتابیات سے نکاح نہیں ہوسکتا جب کہ عام مسلمانوں کے لئے اہل کتاب سے نکاح بنص قرآن حلال ہے۔

خصوصیات ختم نبوت

حاصل یہ کہ مومنہ کی قید اس لئے لگائی کہ کافرہ عورت کسی حال میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حلال نہیں اگر چہ وہ کتابیہ ہو اور اگر چہ وہ آزاد ہو،مطلب یہ ہے کہ جو عورت اپنی جان کو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہبہ کردے اور بلا مہر نکاح میں آنا چاہے،اور اس کا مقصود مال اور مہر نہ ہو بلکہ محض خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

زوجیت کا شرف اور صحبت ومعیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقصود ہو وہ حضرت خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حلال وطیب ہے، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکاح میں لانا چاہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہے، بحق نبوت ورسالت اور بحیثیت نبوت و رسالت۔ یہ تمام خصوصیات جو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ رب العزت نے عطا کی ہیں از اول تا آخر سب کی سب مکمل طور پر بحق نبوت ورسالت اور بحیثیت نبوت ورسالت عرش اعظم سے نازل ہوئی ہیں اور اس عاجز کے ذوق کے اعتبار سے ختم نبوت کی شانِ خاتمیت کو نمایاں اور بلند کرنے کے لئے اور تمام انبیاء علیہم السلام سے ممتاز ہونے کی وجہ سے دی گئی ہیں، اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان خصوصیات وممیزات میں بھی کوئی شریک نہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِيْ وَسَنَدِيْ مَحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ خَاتَمِ النَّبِيِّنَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ۔

الغرض عام مومنین پر جو حقوق وحدود مقرر ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سے حضور خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کو علاحدہ شان امتیازی عطا کیا ہے۔

نویں خصوصیت

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ (الاحزاب: ۵۱)

ترجمہ: ان میں سے آپ جس کو چاہیں (اور جب تک چاہیں) اپنے سے دور رکھیں اور جس کو چاہیں (اور جب تک چاہیں) اپنے نزدیک رکھیں۔
(تھانویؒ)

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق تعالیٰ کی جانب سے ایک خصوصیت یہ بھی بحق ختم نبوت ورسالت ملی کہ اگر کسی مرد کے پاس کئی عورتیں نکاح میں ہوں تو اس پر

واجب ہے کہ وہ تمام بیبیوں کے پاس باری باری سے رات گزارے۔مگر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بحیثیت نبوت ورسالت خاتمیت بیبیوں کے درمیان باری باری رہنا واجب نہ تھا اور حق تعالیٰ کی جانب سے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے باریاں مقرر کرنے کی پابندی اٹھالی گئی تھی اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکمل اختیار دیا گیا تھا کہ جس کے پاس چاہیں رات کو رہیں اور جس کے پاس چاہیں نہ رہیں، یعنی جس کو چاہیں باری دیں اور جس کو چاہیں باری نہ دیں، اس کا مکمل اختیار تھا۔

تاہم حق تعالیٰ کی جانب سے اختیار ملنے کے باوجود بھی حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری زندگی اس سہولت سے فائدہ نہیں اٹھایا۔

اورازواج مطہرات کے درمیان عدل ومساوات کی غیر معمولی نمایاں مثال قائم کردی جو بڑے سے بڑا محتاط آدمی بھی نہیں کرسکتا اور کیسے کوئی کرسکتا ہے۔اللہ تعالی نے جس کے لئے کہہ دیا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم: ۴)

اور

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: ۲۱)

کائنات عالم میں یہ ربانی شہادت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ثبت ہے۔

حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرما کر اختیار دے دیا اور برابری کے حکم سے مستثنیٰ فرمادیا لیکن رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استثناء کے باوجود اپنے عمل میں ہمیشہ برابری کرنے کا ہی التزام فرمایا۔

وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ (الاحزاب: ۵۱)

ترجمہ:۔اور جن کو دور رکھا تھا ان میں سے پھر کسی کو طلب کریں تب بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں۔(تھانویؒ)

اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خصوصیت کے ساتھ یہ اختیار بھی حق تعالیٰ نے بحق ختم نبوت ورسالت دے دیا کہ جس بی بی سے ایک مرتبہ اجتناب کا ارادہ کرلیا اور کنارہ ہوگئے پھر اگر چاہیں تو اس کو قریب کر سکتے ہیں اور حصرت خاتم النبیین صلی اللہ علی ہوسلم کو اس کے دوبارہ بلانے کا اختیار رہے، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ اختیارات دیئے مگر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری زندگی اس اجازت سے کام نہیں لیا۔ بیبیوں کے درمیان ہمیشہ برابری اور عدل ومساوات کو ملحوظ رکھا۔

اگر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی باری کے دن دوسری بیوی کے پاس رہنا چاہتے تو اس سے اجازت لیتے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں موجود ہے اگر کسی بیوی کی باری میں ان کے یہاں جانے سے کوئی عذر ہوتا تو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بی بی سے اجازت لیتے تھے جب کہ یہ آیت بھی نازل ہو چکی تھی:

تُؤْوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ

اور جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں۔

یعنی بیبیوں میں برابری کرنے کا فرض خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے من جانب اللہ معاف کر دیا گیا تھا۔ پھر بھی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیبیوں کے درمیان عدل ومساوات کا نمونہ قائم کر دیا، یہ خلق عظیم تھا۔

اگلی آیت ہے

ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ وَ لَا یَحْزَنَّ وَ یَرْضَیْنَ بِمَاۤ اٰتَیْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ
(الاحزاب:۵۱)

ترجمہ: اس میں زیادہ توقع ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور آزردہ خاطر نہ ہوں گی اور جو کچھ بھی آپؐ ان کو دے دیں گے اس پر

سب راضی رہیں گی۔ (تھانویؒ)

سب سے پہلی اصولی بات بحق نبوت ورسالت اور بحیثیت نبوت ورسالت خاتمیت یہ ہے کہ حق جل مجدہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ فضل فرمایا کہ ازواج مطہرات کو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضامندی کا پابند بنایا اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان ازواج مطہرات کی رضا اور خواہش کا پابند نہیں کیا۔ وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيكَ عَظِيماً

اسی طرح ہر امتی کے لئے ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور خواہش کو اطاعت کے ذریعہ پورا کرنا ہے۔

دوسری اہم بات یہ کہ حق جل مجدہ نے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ازواج مطہرات میں برابری کی فرضیت کو اٹھادیا، اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر طرح کا اختیار دے دیا جو ایک عظیم نعمت ہے، اور وہ اس طرح کہ شکوہ وشکایت یا ناراضگی کا اصل سبب اپنا حق اور استحقاق کا احساس اور مطالبہ ہوتا ہے۔ جس شخص کے متعلق انسان کو یہ معلوم ہو کہ میرا فلاں حق اس کے ذمہ واجب ہے اگر وہ اس کی ادائیگی میں کوتاہی کرے تو رنج وغم پیش آتا ہے اور جس شخص پر ہمارا کوئی قانونی حق واجب ہی نہ ہو، پھر سامنے والا جو کچھ بھی دادودہش اور بنظر عنایت کریمانہ مہربانی کرے اور فضل کا معاملہ کرے تو اس وقت خوشی ہی خوشی اور از حد مسرت وشادمانی ہوتی ہے۔ یہاں آیت میں حکم ربانی کے ذریعہ یہ بتلادیا گیا کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بحیثیت نبوت ورسالت خاتمیت ازواجِ مطہرات کی برابری کرنا واجب ہی نہیں، بلکہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق تعالی کی طرف سے اس معاملہ میں مختار ہیں، تو اب جس بی بی کو جتنا حصہ بھی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ سے معیت وصحبت اور رفاقت شب وروز کا ملے گا، ازواج مطہرات کو ایک عظیم احسان اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے تبرع سمجھ کر

خوش ہوں گی یعنی بغیر حق کے صحبت ومعیت اور قربِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مل گیا۔

حاصل یہ کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ اختیار اس لئے دیا گیا کہ ازواج مطہرات اپنا حق نہ سمجھیں اور جان لیں کہ رات میں برابری کے سلسلہ میں ہمارا کوئی حق مقرر نہیں ہے، اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو ان کو دے دیں، خوش ہو کر اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا احسان سمجھ کر اسے قبول کریں، اگر پاس بلائیں تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور اگر نہ بلائیں تو رنجیدہ نہ ہوں اور شکوہ نہ کریں، اور یہی حق تعالیٰ کی ہدایت ہے بحق نبوت ورسالت ازواج مطہرات پر۔

ازواج مطہرات کو انعام باری تعالیٰ

جب ازواج مطہرات نے اللہ ورسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور دار آخرت کو خوش دلی سے اختیار کر لیا تو حق جلّ مجدہ نے بطور انعام ابدی ودائمی زوجیت ومعیت رسول کا تحفہ دیا، اور موجودہ ازواج مطہرات کے علاوہ کسی اور خاتون سے نکاح کی ممانعت ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا یَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنۢ بَعۡدُ وَلَاۤ اَنۡ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنۡ اَزۡوَاجٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَكَ حُسۡنُهُنَّ (الاحزاب: ۵۲)

ترجمہ: ان کے علاوہ اور عورتیں آپ کے لئے حلال نہیں ہیں اور نہ یہ درست ہے کہ آپ ان (موجودہ) بیبیوں کی جگہ دوسری بیبیاں کر لیں، چاہے ان کی خوبی آپ کو پسند آئے۔

سورہ احزاب کی آیت: ۲۸، ۲۹، میں اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو اختیار دیا تھا کہ دنیا کی وقتی خوشحالی چاہیئے تو تحفہ دے کر آپ کو رخصت کر دیا جائے گا اور اگر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور دار آخرت چاہتی ہیں تو موجودہ حالت پر قناعت کے ساتھ رہنا ہوگا۔ تو تمام ازواج مطہرات نے دنیا کی زیب وزینت کے بجائے آخرت اور

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت کو آنکھوں سے لگایا اور خوشی کے ساتھ معیت و صحبت رسول خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند فرمایا اور ترجیح دے دی یعنی دنیا کے مقابلہ میں دار آخرت اور اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا جس کا کوئی بدل نہیں ہوسکتا۔

ازواج مطہرات کے اس اختیار وانتخاب کی بارگاہ قدس میں قدر ومنزلت ہوئی تو اس کے انعام کے طور پر حق جل مجدہ نے اس آیت میں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی اور عورت سے نکاح کرنے سے منع فرمادیا یعنی اب کسی حال میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مزید کسی عورت سے نکاح حلال نہیں۔ بلکہ انہی ازواج مطہرات کو باقی رکھنا ہے، وہی دنیا وآخرت دونوں میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج ہیں اور وہی رہیں گی، اب اور سے نکاح درست نہیں۔

اور دوسرا انعام آیت:

وَلَآ اَنۡ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنۡ اَزۡوَاجٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَكَ حُسۡنُهُنَّ

میں دیا گیا کہ اور اب یہ بھی حلال ودرست نہیں کہ موجودہ ازواج مطہرات میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کی جگہ دوسری بدلیں۔ یعنی موجودہ ازواج مطہرات میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کی جگہ کسی اور سے نکاح کرنا بھی ممنوع قرار دے دیا گیا۔ حاصل یہ کہ آیت کے نزول کے وقت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نکاح میں نو بیبیاں تھیں بس انہی کو حق تعالیٰ نے بحق ختم نبوت ازواج مطہرات کے لئے مخصوص کردیا کہ موجودہ نو۔ حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت سودہ، حضرت ام سلمہ، حضرت زینب، حضرت ام حبیبہ، حضرت جویریہ، حضرت صفیہ، حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن وارضاہن، رہیں گی اور اب یہ حلال نہیں کہ موجودہ ازواج مطہرات کے بدلہ میں دوسری بیبیاں کرلیں کہ ان میں سے کسی کو طلاق دے دیں اور اس کے بدلہ میں دوسری بیوی کرلیں اور اس طرح نو کا عدد پورا کریں۔ الغرض حضرت خاتم

النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے موجودہ نو بیبیوں کے علاوہ نہ کسی عورت سے نکاح حلال ہے اور نہ ان نو میں کوئی تغیر وتبدل جائز ہے۔

ایمانیات والہیات کی اساس نبوت ورسالت ہے نہ کہ امارت وحکومت

اللہ رب العزت نے انبیاء ورسل اور خاص کر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت کی شان خاتمیت کو عالم اور اہل ایمان کے قلوب میں پیوست کرنے کے لئے کتنی عظمت وشوکت کے ساتھ احکام وخصوصیات نبوت و رسالت نازل فرمائیں تاکہ معلوم ہو کہ نبی ورسول کوئی عام انسان نہیں، نہ وہ امیر و حاکم ہیں، بلکہ حق تعالیٰ کے چنندہ اور منتخب ہیں، اور خاص اجتباء واصطفا کی شان سے منجانب اللہ وہ منصب قدوسی پر فائز ہوتے ہیں جو محض حق تعالیٰ کی خاص نظر عنایت سے عطا ہوتی ہے۔

لہٰذا ان کو اسی شان نبوت ورسالت سے جاننا، ماننا، اطاعت کرنا ان کی رشد و ہدایات پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے، اور جب سے ان کو نبوت ورسالت ملی ان کو اس منصب ربانی سے کم درجہ دینا سخت گستاخی ہے اور آخرت کی تباہی وخسران کو دعوت دینا ہے۔

جو حضرات (خواہ وہ جو بھی ہوں) نبی ورسول کو امیر وحاکم کہتے ہیں یا لکھتے ہیں کیا انہیں یہ نہیں معلوم ہے کہ اہل مکہ نے آپ کو بحیثیت امیر وحاکم تسلیم کرنے کی پیش کش کی تھی اور یہی تو کہا تھا کہ آپ منصب نبوت ورسالت سے دستبرداری اور علاحدگی کا اعلان کر دیجئے، ہم آپ کو اپنا سربراہ اور امیر وحاکم مان لیتے ہیں اور آپ جو چاہیں گے اس کے بدلہ میں ہم آپ کو دیں گے۔

مگر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو جواب دیا وہ بھی معروف ومشہور ہے کہ اگر تم سورج داہنے ہاتھ میں دے دو اور چاند بائیں ہاتھ میں تو بھی میں اس سے

دستبردار نہیں ہوسکتا، اور جو چیز بارگاہ قدس کی عطا ہے اور ہے بھی دست قدرت میں، آخر اس سے دستبرداری کیسے اور کس طرح ممکن ہے۔ ایمانیات والٰہیات کی از اول تا آخر ہر چھوٹی اور بڑی ہدایت اور دنیا و آخرت کی ہر سعادت کا تعلق نبی و رسول کو بحیثیت نبوت ورسالت اللہ کا ترجمان ماننے سے ہے اور یہی تو ایمان بالرسول ہے۔ اگر اس ربانی والٰہی حیثیت نبوت ورسالت کو ماننے سے انکار کردیا گیا تو یہ کھلا ہوا کفر و الحاد ہے، اور یہ کافرانہ اور باغیانہ ذہن ہے، کہ نبی کو حاکم و امیر کہنا یہ نبوت پر کافرانہ حملہ اور داغ لگانا ہے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَ آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔

سوچنے اور یاد رکھنے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ

يَآاَيُّهَا النَّبِيّ

اے نبی

کہہ کر خطاب کر رہے ہیں۔ یعنی نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو بحیثیت نبی ورسول مخاطب کیا جارہا ہے اور ایک شخص یہ باور کرارہا ہے یا کر رہا ہے کہ وہ تو امیر و حاکم کی حیثیت رکھتے ہیں، کم عقلوں کو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آپ پر وحی نازل ہوئی ہے بحیثیت نبوت ورسالت پھر تم کو یہ حق کس نے دیا کہ تم ان کو امیر و حاکم کا بدنما داغ لگاتے ہو۔ کیا کسی امیر و حاکم کو اللہ تعالیٰ نے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کہا ہے۔ تفصیل اس موضوع کی اپنے مقام پر آئے گی۔ اللہ ہمیں راہِ ہدایت پر استقامت عطا فرمائے اور ہر گمراہی سے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین۔

حق تعالیٰ نے بزبان نبوت مومنات کی عفت وعصمت کی حفاظت کا ربانی سلیقہ بتلایا ہے

(۱۱) يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ

عَلَيۡهِنَّ مِنۡ جَلَابِيۡبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدۡنٰٓى اَنۡ يُّعۡرَفۡنَ فَلَا يُؤۡذَيۡنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا (الاحزاب:۵۹)

ترجمہ: اے نبی آپ اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی چادریں اپنے (منہ کے) اوپر جھکا لیا کریں، اس طریقے میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ وہ پہچان لی جائیں گی تو ان کو ستایا نہیں جائے گا اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

آیت میں اللہ تعالیٰ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب بنا کر تمام اہل ایمان خواتین کو عفت وعصمت اور شیطانی نگاہوں سے حفاظت کا ربانی طریقہ بتلا رہے ہیں، جو محاسن اسلام کے سنہرے اصول واساس ہیں، حق جل مجدہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرما رہے ہیں کہ اہل ایمان عورتیں جب گھر سے نکلیں بوقت ضرورت تو اپنی چادروں کو اپنے چہروں پر جھکا کر انہیں چھپا لیں (دیسی زبان میں گھونگھٹ ڈال لیں)

اس سے معلوم ہوا کہ گھر سے ضرورت کے وقت جب باہر نکلیں تو اپنا سر، اور چہرہ اور بدن چھپانا فرض ہے تاکہ کسی کو اس کا چہرہ نظر نہ آئے اور یہی پردہ مروجہ ہے جو شروع اسلام سے اب تک مسلمانوں میں قرآنی ہدایت کے بعد رائج ہے۔ افسوس کے ساتھ یہ لکھنا پڑ رہا ہے کہ اس کو اس فتنے کے زمانہ میں شہوت پرست ختم کرنا چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور مسلمانوں کو ان کے فتنہ سے بچائے۔

اور صدمہ اس کا بھی ہے کہ وہ مسلمان بچیاں جن کے والدین دین وایمان کے مینار تھے، اب ان میں بھی بددینی، بے حجابی، معصیت اور دین وایمان کی مخالفت کا احساس نہ رہا۔ پھر کالج اور اعلیٰ تعلیم یافتہ کے یہاں حجاب تو ترقی کی راہ میں رکاوٹ کا تصور کیا جاتا ہے جب کہ یہ مخالفت رسول اعظم ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بحیثیت نبوت و رسالت حکم دیا ہے کہ حرم نبوت میں رہنے والی ازواج ہوں یا اولاد و بنات یا آپ کے ذریعہ اللہ ورسول پر ایمان لانے والی مومنات سبھی کو اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کا جو فطری نظام قدرت ہے اس پر عمل پیرا رہنا چاہئے۔

ازواج وبنات النبی علیہ الصلاۃ والسلام اور مومنات کو بحیثیت نبوت اللہ کا حکم اور یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ کہہ کر خطاب کی حکمت

یہاں یہ بات خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ گھر کے ازواج اور بنات کو خطاب کرنا یا ہدایات دینا تو ایک عام بات تھی، مگر قربان جائیے رب ذوالجلال کی حکمت بالغہ اور ختم نبوت ورسالت کی تفہیم کے ندرت پر، کہا

یَاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ

یعنی اے نبی خاتم اپنی ازواج اور بنات جو ہمہ وقت آپ سے تعلق ورابطہ میں مضبوط ومستحکم ہیں ان کو بحیثیت نبوت ورسالت اللہ تعالیٰ کا ترجمان ہونے کی حیثیت و رتبہ سے یہ حکم بتلایئے اور سنایئے اور آگاہ کر دیجئے۔

معلوم ہوا کہ نبی ورسول ہر آن، ہر لمحہ نبوت ملنے کے بعد بحیثیت نبوت ورسالت اللہ تعالیٰ کا ترجمان ہوتا ہے، اور اس کا ہر حکم وامر اور تمام تعلیمات رشد وہدایت مرتبہ نبوت ورسالت اور مقام نبوت ورسالت سے صادر ہوتی ہیں نہ کہ بحیثیت امیر و حاکم۔ اب سوچیے، گھر کی ازواج اور بنات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے بحیثیت نبوت ورسالت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا کہ ان کو اللہ کا قانون بتلا دیجئے۔

یَاَیُّھَا النَّبِیُّ

کہنے کی حکمت پر بحیثیت ایمان ذرا غور کریں پھر آپ کو نبی ورسول کی عظمت اور عنداللہ اس کے مقام کی اہمیت کا احساس ہوگا۔

الغرض جب حق جل مجدہ نے نبی ورسول کو نبوت ورسالت کے بعد قدر ومنزلت کے ساتھ بحیثیت نبوت ورسالت ہی خطاب کیا اور احکامات دیئے، تو آپ کون ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت وعطا کو ان سے جدا کریں اور ان کے رتبہ و قدر کو گھٹائیں۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى خَاتَمِ النَّبِيِّين ۔

کیا کسی امیر کو قرآن نے وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ کہا ہے۔

کیا کسی امیر وحاکم کی قرآن مجید نے قسم کھا کر لعمرك کہا ہے۔

کیا کسی امیر وحاکم کو اللہ تعالیٰ نے وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى کہا ہے۔

کیا کسی امیر وحاکم کو اللہ تعالیٰ نے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا تمغہ دیا ہے

کیا کسی امیر وحاکم کو اللہ تعالیٰ نے وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا کہا ہے۔

کیا کسی امیر وحاکم کو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو بھیج کر کوئی پیغام دیا ہے۔ کیا کسی امیر وحاکم کی ابدی امارت وحاکمیت کا اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے، جب کہ حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت کی خاتمیت اور قطعیت اور حتمیت کی ابدیت کا اعلان قرآن نے اس طرح کیا ہے۔

يٰسٓ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ۔ (یس: ۱۔۲)

وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۔(الاحزاب:۴۰)

مومنات سے بحق نبوت بیعت لینے الٰہی ہدایت

(۱۲) يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا جَآءَكَ الۡمُؤۡمِنٰتُ يُبَايِعۡنَكَ عَلٰٓى اَنۡ لَّا يُشۡرِكۡنَ بِاللّٰهِ شَيۡـئًا وَّلَا يَسۡرِقۡنَ وَلَا يَزۡنِيۡنَ وَلَا يَقۡتُلۡنَ اَوۡلَادَهُنَّ وَلَا يَاۡتِيۡنَ بِبُهۡتَانٍ يَّفۡتَرِيۡنَهٗ بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِنَّ وَاَرۡجُلِهِنَّ وَلَا يَعۡصِيۡنَكَ فِىۡ مَعۡرُوۡفٍ فَبَايِعۡهُنَّ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ (الممتحنة:۱۲)

ترجمہ:۔ اے نبی جب آپ کے پاس مسلمان عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لئے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہیں مانیں گی، اور چوری نہیں کریں گی، اور زنا نہیں کریں گی، اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی اور نہ کوئی ایسا بہتان باندھیں گی جو انہوں نے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان گھڑ لیا ہو اور نہ کسی بھلے کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی، تو آپ ان کو بیعت کرلیں اور ان کے حق میں اللہ سے مغفرت کی دعا کردیں۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔

آیت میں حق جل مجدہ نے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بحیثیت نبوت و رسالت خاتمیت عورتوں سے بیعت لینے کا ذکر کیا ہے۔

(۱) شرک نہ کریں گی (۲) چوری نہ کریں گی (۳) زنا نہ کریں گی (۴) اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی (۵) افترا اور بہتان نہ کسی پر باندھیں گی۔ یعنی عورت کسی اور شخص کا بچہ لے کر اس کو اپنے شوہر کا بچہ ظاہر کرے یا معاذ اللہ بدکاری کرے اور حمل رہ جائے تو بچہ کا نسب شوہر کے ساتھ داخل کردیا جائے۔ (۶) اور کسی اچھے اور بھلے کام میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں گی۔

ان تمام بیعت اور عہد میں اللہ تعالیٰ نے بحق نبوت ورسالت خاتمیت عورتوں سے بیعت لینے کی اجازت دی ہے اور خاص طور پر آخر میں

وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ

خاص قابل توجہ بات ہے۔

معروف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت نہ کرنا

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پابند کیا ہے کہ وہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایات وتعلیمات کی مخالفت نہ کریں گے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب احادیث خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حجت مان کر اس پر عمل کریں گے۔ کیونکہ نبی و رسول کی تمام تر رشد وہدایت کی تعلیمات معروف ہی معروف ہیں اور نبی ورسول کو معروف کی ہی نشر واشاعت کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ نیز نبی ورسول بحیثیت نبوت و رسالت معروف کی اشاعت کا منجانب اللہ مامور ہوتا ہے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے بھی اس غیر معمولی اہمیت وافادیت کے پیش نظر

وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ

کو بیعت میں داخل کیا کہ نبی کی مخالفت عین معصیت ہے اور اس سے انسان ایمان سے خارج ہوجاتا ہے الغرض یہ بیعت بحیثیت نبوت ورسالت تھی کہ امیر وحاکم کی بیعت اگر اس کو ملحوظ نہ رکھا گیا تو شیطانی دخل اندازی کی راہ ہموار ہوگی۔

اہلِ ایمان کا اولین فریضہ ہے کہ جس طرح اللہ رب العزت پر ایمان تمام اسماء و صفات کے ساتھ لانا ضروری ہے اسی طرح حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان تمام کی تمام صفات نبوت ورسالت اور ختم نبوت کے قطعی عقیدہ کے ساتھ لانا ضروری ہے۔

اور جس طرح صفات باری تعالیٰ کو ذات باری تعالیٰ سے جدا تصور کرنا اور اللہ تعالیٰ کو ان صفات میں سے کسی ایک بھی صفت سے کبھی بھی علاحدہ کرنا گمراہی اور کفر ہے

ایسا شخص دائرہ اسلا اور نجات ومغفرت سے محروم ہوگا۔اسی طرح انبیاء ورسل اور خاص کر حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صفت نبوت ورسالت کی خاتمیت سے علاحدہ کر کے امیر وحاکم تصور کرنا یا باور کرانے کی کوشش کرنا سخت ترین توہین رسالت اور دائرہ اسلام سے خارج ہوکر کفر اختیار کرنا ہے۔واللہ اعلم۔

حق تعالی بحیثیت نبوت حدود اللہ کی رہنمائی فرماتے ہیں

(۱۳) یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُیُوْتِهِنَّ وَلَا یَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَه لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا (طلاق:۱)

ترجمہ:۔ اے نبی (آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ) جب ہم لوگ عورتوں کو طلاق دینے لگے تو انہیں ان کی عدت کے وقت طلاق دو اور عدت کو اچھی طرح سے شمار کرو اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا پروردگار ہے، ان عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو، اور نہ وہ خود نکلیں، الّا یہ کہ وہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں، اور یہ اللہ کی (مقرر کی ہوئی) حدود ہیں اور جو کوئی اللہ کی (مقرر کی ہوئی) حدود سے آگے نکلے اس نے خود اپنی جان پر ظلم کیا۔تم نہیں جانتے، شاید اللہ اس کے بعد کوئی نئ بات پیدا کردے۔

حق جل مجدہ حضرت حاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بحیثیت نبوت ورسالت خاتمیت طلاق کے احکام سے امت کو باخبر کرا رہے ہیں۔

آیت کے ذریعہ چار حکم دیئے گئے:

پہلا یہ کہ جب میاں بیوی میں طلاق کے ذریعے علاحدگی ہوجائے تو عورت کو دوسرا نکاح کرنے کے لئے کچھ مدت انتظار کرنا ضروری ہوتا ہے اس کو اسلام میں عدت کہا جاتا ہے۔

جن عورتوں کو طلاق ہوگئی ہو، ان کی عدت یہ ہے کہ طلاق کے بعد ان کو تین ماہواریاں آجائیں۔

اب اس آیت میں طلاق دینے والوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر انہیں طلاق دینی ہو تو وہ ایسے وقت طلاق دیں کہ عدت شروع ہونے والی ہو۔ ایسے وقت طلاق نہ دی جائے جب بیوی کو ماہواری آرہی ہو۔ ایسے پاکی کی حالت میں طلاق دی جائے جس میں بیوی سے جماع بھی نہ کیا ہو۔

تفصیل کے لئے کتب فقہ اور آیت کی تفسیر دیکھ لیں۔

دوسرا حکم:

وَاَحۡصُوا الۡعِدَّةَ

یعنی عدت کے ایام کو اہتمام کے ساتھ یاد رکھنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ غفلت میں عدت ختم ہونے سے پہلے ہی سمجھ لے کہ وہ عدت ختم ہوگئی، اور ایام عدت کو یاد رکھنے کی ذمہ داری مرد وعورت دونوں پر عائد ہوتی ہے۔

تیسرا حکم:۔

لَا تُخۡرِجُوۡهُنَّ مِنۡۢ بُيُوۡتِهِنَّ وَلَا يَخۡرُجۡنَ

یعنی عدت کے دوران شوہر کے ذمہ واجب ہے کہ جس بیوی کو طلاق دی ہے اس کو اپنے گھر میں رہائش فراہم کرے اور عورت کے ذمہ بھی یہ واجب ہے کہ وہ شوہر ہی کے گھر میں عدت گزارے اور کہیں نہ جائے۔ حاصل یہ کہ طلاق والی عورت کا رہائشی حق مرد پر واجب ہے، یہ کوئی احسان نہیں ہے، اور عدت کے دن پورے کرنے کا

شرعی استحقاق ہے۔گھر سے عورت کو عدت کے ایام میں نکالنا ظلم اور حرام ہے، اسی طرح خود عدت والی عورت کے لئے با اختیار خود شوہر کے گھر سے نکلنا بھی حرام ہے، اگر چہ شوہر بھی اس کی اجازت دے۔کیونکہ ایام عدت اسی مکان میں گزارنا شوہر ہی کا حق نہیں بلکہ اللہ کا بھی حق ہے جو معتدہ پر لازم ہے۔واللہ اعلم

چوتھا حکم:

اِلَّآ اَنۡ یَّاۡتِیۡنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا تھا کہ عدت والی عورت کو ان کے گھروں سے نکالنا حرام ہے۔مگر جب عورت کھلی بے حیائی میں مبتلا ہو جائے اور کسی بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھے یا مطلب یہ کہ عورت بدزبان، جھگڑالو اور اپنے شوہر اور اس کے گھر والوں سے بدکلامی و بدزبانی کے ساتھ پیش آئے تو ایسی صورت میں اس کو عدت کے مکان سے نکالا جا سکتا ہے۔اور شوہر کے گھر میں رہنا ضروری نہیں ہے۔

آیت کے ختم پر اللہ تعالیٰ ناصحانہ انداز میں فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حدود اور آپس کے حقوق کو آخرت کی پیشی اور آخرت کی فکر کی بنیاد پر سنوارا جا سکتا ہے اور خاص کر میاں بیوی کا مستحکم رشتہ اور باہمی تعلق کو حدود الٰہی اور حقوق کی نگہداشت کے ذریعہ ہی ادا کیا جا سکتا ہے۔جس شخص پر فکر آخرت اور اللہ کے حضور پیشی اور حضوری کا احساس نہ ہوگا، دنیا کا کوئی قانون اس رشتہ کو سنوار نہیں سکتا۔بدزبانی، بدکلامی، بدگمانی بھی بڑی آفت و بلا ہے کہ دنیا میں آپس میں ترشی و تلخی پیدا کر دیتی ہے اور آخرت میں منہ کے بل جہنم میں داخل کرائے گی۔عزیز و دوستو! اس کو قابو میں رکھئے، اللہ رب العزت ہماری ماضی کی بے اعتدالی کو معاف فرمائیں اور مستقبل کو معصیت سے محفوظ فرمائیں۔آمین۔

منصب نبوت کے حدود کی تعین حلال کو حرام نہ کریں

(۱۴) يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (التحريم:۱)

ترجمہ:۔اے نبی، جو چیز اللہ نے آپ کے لئے حلال کی ہے آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اسے کیوں حرام کرتے ہو، اور اللہ بہت بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔(تقی عثمانیؒ)

آیت کے نزول کا سبب

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت تھی کہ عصر کے بعد سب ازواج کے ہاں تھوڑی دیر کے لئے تشریف لے جاتے، ایک روز حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں کچھ دیر لگی، معلوم ہوا کہ انہوں نے شہد پیش کیا تھا، اس کے نوش فرمانے میں وقفہ ہوا، پھر کئی روز یہ معمول رہا، حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے مل کر تدبیر کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں شہد پینا چھوڑ دیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھوڑ دیا اور حفصہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں نے زینبؓ کے ہاں شہد پیا تھا مگر اب قسم کھاتا ہوں کہ پھر نہیں پیوں گا۔ نیز یہ خیال فرما کر کہ زینبؓ کو اس کی اطلاع ہوگی تو خواہ مخواہ دلگیر ہوں گی، حفصہ کو منع کر دیا کہ اس کی اطلاع کسی کو نہ کرنا۔ اسی طرح ایک قصہ ماریہ قبطیہؓ کے متعلق (جو حرم سے تھیں جن کے بطن سے صاحب زادہ ابراہیم تولد ہوئے) پیش آیا، آپؐ نے ازواج کی خاطر قسم کھالی کے ماریہ کے پاس نہ جاؤں گا، یہ بات آپ نے حضرت حفصہؓ کے سامنے کہی تھی اور تاکید کردی تھی کہ دوسروں کے سامنے اظہار نہ ہو۔

حضرت حفصہؓ نے ان واقعات کے اطلاع چپکے سے حضرت عائشہؓ کو کردی اور

یہ بھی کہہ دیا کہ کسی سے نہ کہنا۔

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمادیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حفصہ رضی اللہ عنہا کو جتلایا کہ تم نے فلاں بات کی اطلاع عائشہ رضی اللہ عنہا کو کردی حالانکہ منع کردیا تھا۔ وہ متعجب ہوکر کہنے لگیں کہ آپ سے کس نے کہا، شاید عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف خیال گیا ہوگا۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ (التحریم: ۳)

یعنی حق تعالیٰ نے مجھے اطلاع دی، ان ہی واقعات کے سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

حلال کو اپنے اوپر حرام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس چیز کو عقیدۃً حلال ومباح سمجھتے ہوئے عہد کرلیا تھا کہ آئندہ اس کو استعمال نہ کروں گا ایسا کرنا کسی مصلحت صحیحہ کی بنیاد پر ہو تو شرعاً جائز ہے۔ مگر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ رفیع کے مناسب نہ تھا کے بعض ازواج کی خوشنودی کے لئے اس طرح کا اسوہ قائم کریں جو آئندہ امت کے حق میں تنگی کا موجب ہو۔

اس لئے حق تعالیٰ نے متنبہ فرمادیا کہ ازواج کے ساتھ بے شک خوش اخلاقی برتنے کی ضرورت ہے، مگر اس حد تک نہیں کہ ان کی وجہ سے ایک حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرکے تکلیف اٹھائے۔

وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

"یعنی اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی گناہ بھی نہیں ہوا محض اپنے درجہ میں ایک خلاف اولی بات ہوئی۔ (تفسیر عثمانیؒ)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:

صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ عصر کے بعد کھڑے کھڑے سب بیویوں کے پاس (خبر گیری کے لئے) تشریف لاتے تھے ایک روز حضرت زینبؓ کے پاس معمول سے زیادہ ٹھہرے اور شہد پیا تو مجھ کو رشک آیا اور میں نے حفصہؓ سے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس تشریف لائیں وہ یوں کہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغافیر نوش فرمایا ہے۔ مغافیر ایک ایسا خاص قسم کا گوند ہے جس میں کچھ بدبو ہوتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تو شہد پیا، ان بی بی نے کہا کہ شاید کوئی مکھی مغافیر کی درخت پر بیٹھی اور اس کا رس چوسا ہو۔ (اس وجہ سے شہد میں بھی بدبو آنے لگی) رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدبو کی چیز سے بہت پرہیز فرماتے تھے اس لئے آپ نے قسم کھالی کہ پھر میں شہد نہ پیوں گا اور اس خیال سے کہ حضرت زینبؓ کا جی برا نہ ہو اس کے اخفا کی تاکید فرمائی مگر ان بی بی نے دوسری سے کہہ دیا۔

اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت حفصہ شہد پلانے والی ہیں اور حضرت عائشہؓ وسودہ صلاح ومشورہ کرنے والی ہیں۔ بعض روایات میں یہ قصہ دوسری طرح بھی آیا ہے۔ ممکن ہے کہ کئی واقعے ہوں اور ان سب کے بعد یہ آیتیں نازل ہوئیں ہوں۔

(بیان القران، معارف القرآن ۸/۴۹۹)

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہد نہ کھانے کی قسم کھالی تھی مگر جب حق تعالیٰ کی جانب سے ہدایت بحیثیت نبوت ورسالت ملی اور آیت نازل ہوئی تو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کو توڑا اور کفارہ میں ایک غلام آزاد کیا:

اس پورے واقعہ میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ رب العزت نے گھریلو اور اندرون خانہ نبوت میں پیش آنے والے واقعہ کو بحیثیت امیر وحاکم نہیں بلکہ بحیثیت ہادی صراط مستقیم اور بحیثیت نبوت ورسالت خاتمیت شریعت کا ابدی قانون بتلایا ہے اور قیامت تک یہ آیت اور واقعات مسجد ومحراب میں پڑھے جائیں گے، اور اہل ایمان اپنے ایمان وایقان کو روشن کریں گے، اور خاص کر اسی سورت کی آیت

وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا (التحریم: ۳)

یعنی جب نبی کریم خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بی بی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے یہ بات فرمائی تھی کہ میں نے شہد نہ پینے کی قسم کھالی ہے مگر یہ بات کسی کو بتانا نہیں تاکہ حضرت زینب رضی عنہا جس کے گھر میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہد نوش فرمایا تھا۔ ان کا دل نہ ٹوٹے۔۔۔۔ مگر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہؓ کو بتلادی۔ آیت وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو بات ازواج سے ہوئی ان کو أَسَرَّ النَّبِيُّ سے ہی شروع کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ منصب نبوت ورسالت ہر حال میں ملحوظ رکھنا ضروری ہے کیونکہ حق تعالیٰ بھی اس منصب نبوت ورسالت کو بحیثیت نبوت ورسالت خاتمیت ہی ہر جگہ ذکر کرتے ہیں جب کہ معاملہ ازواج کا ہے مگر ہمارے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس صفت کو خانگی اور معاشرتی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ نے اجاگر کیا ہے تو ہم کون ہوتے ہیں کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کو علاحدہ وجدا کریں۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو علاحدہ نہیں کئے جاسکتے، البتہ وہ لوگ جو اس کو جدا کرنے کی کوشش میں ہیں۔ شفاعت سے علاحدہ وجدا کردیئے جائیں گے، کیونکہ شفاعت بھی بحق نبوت و رسالت حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوگی، اور شفاعت سے فیض یاب بھی وہی ہوں گے جو محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بحیثیت نبوت ورسالت ایمان لائے ہیں،

منکرین احادیث کا شمار جہاں ہوگا وہ پچھلے اوراق میں معلوم ہو چکا ہے۔

مفسدین کو فساد سے روکنا انسانیت کی معراج ہے

اللہ کا ارشاد ہے:

(۱۵) یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ (التحریم :۹)

ترجمہ: اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان کے مقابلے میں سخت ہو جاؤ اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

جہاد کی مشروعیت میں امن وامان کی ضمانت ہے

جہاد کے معنی دراصل جدوجہد کے ہیں اس میں پرامن جدوجہد بھی داخل ہے جس کے ذریعے کسی کو دین کی دعوت دی جائے اور دین کی نشرواشاعت اور اس کی تنفیذ کے لئے کام کیا جائے اور مسلح جدوجہد بھی داخل ہے جس کے ذریعہ دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔

منافق چونکہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں اس لئے دنیا میں ان کے ساتھ مسلمانوں ہی کا سا معاملہ کیا جاتا ہے اور عام حالات میں ان سے لڑائی نہیں کی جاتی، الا یہ کہ وہ بغاوت پر اتر آئیں۔

بات دراصل یہ ہے کہ بے ایمان اس قابل ہی نہیں کہ اس پر نرمی کی جائے اور جو لوگ اللہ کے اور اس کے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن ہیں وہ مفسد و مجرم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مجرمین اور مفسدین کے واسطے دنیا میں سختی اور آخرت میں عذاب جہنم طے کر دیا ہے لہٰذا ان کے فساد اور جرم کی بناء پر وہ بلاشبہ شدت وسختی کے مستحق ہیں کیونکہ کفرو نافرمانی سے عالم کا امن وامان تباہ ہوتا ہے اور ایسے مفسدوں اور فتنہ

انگیزیوں کی سرکوبی ہی عالم کے لئے امن وعافیت کا ذریعہ ہے تو رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسے مجرموں کے ساتھ یہ سختی بھی دنیا میں بسنے والے انسانوں کے واسطے رحمت ومہربانی ہوگی۔ رب العزت نے بحیثیت نبوت ورسالت خاتمیت عالم کے شر وفساد کو کیسے ختم کیا جائے اور امن وامان کو قائم کر کے بدبودار ماحول کو تعفن و نجاست اور غلاظت سے نکال کر معطر اور خوشبودار ماحول اور نظافت ونزاہت کے ساتھ طہارت ونفاست کی فضا کیسے قائم کی جائے اس کا یہ نسخۂ کیمیا ہے۔

تھوڑے لوگ معاشرہ کو معصیت سے داغدار کرتے ہیں ان کو بدبو پھیلانے سے روکنا ہی انسانیت کی معراج ہے۔

اہل ایمان پر ضروری ہے کہ ایسا معاشرہ قائم کریں کہ جہاں معصیت کرنا دشوار ہو مگر افسوس کہ جو اصلاح کے لئے آئے تھے وہی اللہ ورسول کی ہدایات کو فراموش کر بیٹھے۔ حاصل یہ کہ قرآن مجید نے حضرت خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو ہدایات امن وامان عطا کی ہیں وہ سب کی سب بحیثیت نبوت ورسالت خاتمیت دی ہیں نہ کہ بحیثیت امیر وحاکم اور

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ

کے ذریعہ اسی حیثیت کو اجاگر کرنا ہے اور اسی حیثیت کی قدر ومنزلت سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا ضروری اور نجات کی ضمانت ہے۔

تکوینی نظام کے تحت ربانی قوتوں کے مقابل دجالی طاقتیں کام کرتی ہیں

(۱۶) وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ

(الانعام:۱۱۲)

ترجمہ:۔اور (جس طرح یہ لوگ ہمارے نبی سے دشمنی کر رہے ہیں) اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے کوئی نہ کوئی دشمن پیدا کیا تھا۔یعنی انسانوں اور جنات میں سے شیطان قسم کے لوگ جو دھوکا دینے کی خاطر ایک دوسرے کو بڑی چکنی چپڑی باتیں سکھاتے رہتے تھے اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کر سکتے۔(مولانا تقی عثمانیؒ)

علامہ عثمانی لکھتے ہیں:

چونکہ اللہ کی حکمت بالغہ تکویناً اسی کو مقتضی ہے کہ نظام عالم کو جب تک قائم رکھنا منظور ہے خیر و شر کی قوتوں میں سے کوئی قوت بھی بالکل مجبور اور نیست و نابود نہ ہو، اس لئے نیکی و بدی اور ہدایت و ضلالت کی حریفانہ جنگ ہمیشہ سے قائم رہی ہے، جس طرح آج یہ مشرکین و معاندین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیہودہ فرمائشوں سے دق کرتے اور بانواع حیل لوگوں کو جادہ حق سے ڈگمگانا چاہتے ہیں۔اسی طرح ہر پیغمبر کے مقابل شیطانی قوتیں کام کرتی رہی ہیں کہ پیغمبر کو ان کے پاک مقصد (ہدایت خلق اللہ) میں کامیاب نہ ہونے دیں۔

اسی غرض فساد کے لئے شیاطین الجن اور شیاطین الانس باہم تعاون کرتے اور ایک دوسرے کو فریب دہی اور ملمع سازی کی چکنی چپڑی باتیں سکھاتے ہیں، اور ان کی یہ عارضی آزادی اسی عام حکمت اور نظام تکوینی کے ماتحت ہے جو تخلیق عالم میں حق تعالیٰ نے مرعی رکھی ہے، اس لئے آپؐ اعداء اللہ کی فتنہ پردازی اور مغویانہ فریب دہی سے زیادہ فکر و غم میں نہ پڑیں، ان سے اور ان کے کذب اور افتراء سے قطع نظر کر کے معاملہ اللہ

کے سپرد کیجئے۔ (تفسیر عثمانی)

اللہ رب العزت کی عجیب حکمت ہے کہ جس نبی کا جس قدر رتبہ بلند ہوتا ہے اسی کے مطابق اس کے مقابلہ کے لئے سخت دشمن ہوتا ہے تاکہ اس کی دشمنی سے اس نبی کے درجات بلند ہوں اور حق تعالیٰ اپنے تکوینی نظام کے تحت اس طرح حق و باطل کے پیروکار کو اس کے انجام کی طرف رواں دواں حجت و برہان کے ساتھ کر دیتا ہے اور وہ اپنی حکمت بالغہ کو بہتر جانتا ہے۔

اسی طرح کی آیت سورہ فرقان میں بھی آئی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کو مقام نبوت ورسالت سے ہٹا کر امیر وحاکم کہنا یا باور کرانا بھی قرآن مجید کی زبان میں:

زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوراً

یعنی ملمع سازی اور دھوکہ اور فریب دہی ، ہی تو ہے کہ جن مقدس ہستیوں کو رب ذوالجلال نے نبوت ورسالت عطا کر کے وحی الٰہی کے لئے منتخب کیا، ربانی ہدایات عطا کیں اور خطاب باری کا شرف بخشا اور

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (النجم: ۳۔۴)

کی مہر لگادی، اور ہمیں ہدایت کی کہ ان کا کلام وخطاب منصب نبوت ورسالت کی بارگاہ قدس کا ترجمان ہے، کچھ اور نہیں۔

نبی کی دشمنی کے کئی طریقے ہیں۔ نبی کی حدیث کو نہ ماننا، نبی کے ربانی عمل جس کو ہم سنت جانتے ہیں اس کا استہزاء کرنا۔ سنت کو ہلکا اور سنت کا استخفاف کرنا، سنت کا تمسخر یہ اور مذاق اڑانا، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرز زندگی کو اسوہ اور نمونہ نجات و فلاح تصور نہ کرنا، اسوہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شریعت مطہرہ سے خارج اور غیر شرعی عمل کہنا، نبی کی ہدایات وعام انسان کی بات جان کر ٹھکرا دینا، یا اپنی بات کو نبی کی

بات کے مقابلے میں ترجیح دینا یہ سب یا اس جیسی تمام باتوں سے ایمان ضائع ہوجاتا ہے خواہ بندہ بظاہر صوم وصلوٰۃ کا کتنا پابند اور اخلاق مند ہو، اور یہ سب باتیں زخرف القول غروراً کے تحت آتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات منبع البرکات وحسنہ ہے

اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد قرآن مجید میں موجود ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيرًا (الاحزاب: ۲۱)

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ سے اور یوم آخرت سے امید رکھتا اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو۔ (تقی عثمانی)

جو لوگ اللہ سے ملنے اور آخرت کا ثواب حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتے ہیں ان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات منبع البرکات اور بہترین نمونہ ہے، چاہئے کہ ہم ہر معاملہ، ہر حرکت وسکون اور نشست و برخاست میں ان کے نقش قدم پر چلیں اور ہمت و استقلال وغیرہ میں ان کی چال سیکھیں۔ (تفسیر عثمانی)

قرآن مجید نے ہمیں دعا سکھلائی ہے:

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً (البقرۃ: ۲۰۱)

تو حق تعالیٰ نے بتلا دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز زندگی حسنہ ہے، تم ان کی راہ چلتے رہو، تمام دارین کی حسنات تم کو ملے گی، کیا عمیق وانیق نکتہ ہے، اہل سنت اور متبع سنت کی استقامت اور دلجمعی کے لئے، اللہ اکبر۔

آج فتنے کے اس دجالی دور میں اچھے خاصے دنیاوی ومعاشی علم رکھنے والے ڈاکٹر

وانجینئر ناعاقبت اندیش انکارحدیث کے فتنے میں مبتلا ہیں اور خوب محنت اور پوری طاقت کے ساتھ اس گمراہی کی اشاعت میں منہمک اور مشغول ہیں اور شیطانی کام کو دینی خدمت جان کر خوب خوش ہیں، ان کی مثال یہ ہے۔

عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ. تَصْلٰى نَاراً حَامِيَةً (الغاشیۃ: ۳۔۴)

ترجمہ: محنت کرنے والے تھکے ہوئے، گریں گے دہکتی ہوئی آگ میں۔ (شیخ الہند)

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو

جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوّاً شَيَاطِيْنَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ (الانعام: ۱۱۲)

کہاہے اوران کی گمراہیوں کو

زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْراً

سے تعبیر کیا ہے۔مگر اللہ تعالیٰ ہی کا تکوینی نظام ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مقابل دوسری جماعت کو دشمن حق اور دشمن ہدایت کی فہرست میں شمار کر کے نار وسقر کی راہ پر ڈھکیل رہا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ جن کی تعلیمات وہدایات کو صراط مستقیم کی راہ بتلا رہا ہے ان سے روگرانی کرنا کون سی سعادت ہے۔

اہل ایمان کے لئے حضرت خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام کی مصاحبت کے آداب

(۱۷) يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ

مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا (الاحزاب: ۵۳)

ترجمہ: اے ایمان والو، نبی کے گھروں میں (بلا اجازت) داخل نہ ہوا لا یہ کہ تمہیں کھانے پر آنے کی اجازت دے دی جائے، وہ بھی اس طرح کہ تم اس کھانے کی تیاری کے انتظار میں نہ بیٹھے رہو، لیکن جب تمہیں دعوت دی جائے تو جاؤ، پھر جب کھانا کھا چکو تو اپنی اپنی راہ لو، اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھو، حقیقت یہ ہے کہ اس بات سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے، اور وہ تم سے (کہتے ہوئے) شرماتے ہیں، اور اللہ حق بات میں کسی سے نہیں شرماتا، اور جب تمہیں نبی کی بیبیوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ طریقہ تمہارے دلوں کو بھی اور ان کے دلوں کو بھی زیادہ پاکیزہ رکھنے کا ذریعہ ہوگا۔ اور تمہارے لئے جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بعد ان کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو، یہ اللہ کے نزدیک بڑی سنگین بات ہے۔

پہلا حکم وادب: دعوت طعام اور آداب مہمان

مذکورہ آیت میں کئی حکم اور آداب معاشرت اسلامی اور ربانی بیان فرمایا گیا ہے اور خاص کر ان امور سے ممانعت فرمائی گئی ہے جو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے باعث تکلیف ہو یا جو ایذاء کا خفیف سبب بھی ہو۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمانے کے بعد ولیمہ کا انتظام فرمایا۔ بعض مفسرین کی رائے

ہے کہ تقریباً تین سو اصحاب کو مدعو فرمایا تھا۔ اس موقع پر کچھ حضرات کھانے کے وقت سے کافی پہلے آکر بیٹھ گئے جب کہ کھانا ابھی تیار بھی نہیں ہوا تھا اور کچھ حضرات کھانے کے بعد دیر تک بیت النبیؐ میں بیٹھے باتیں کرتے رہے، حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علی وسلم کئی بار اٹھے اور باہر تشریف لے گئے تا کہ اصحاب اشارہ سمجھیں اور بیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خالی کر دیں مگر اصحاب کو حضرت کی محبت و الفت بٹھائے رہی کیونکہ وہ حضرات سیدھے سادھے تقرب نبی کو غنیمت جان رہے تھے، ادھر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے گھر بلائے ہوئے مہمان کو ادب بیت النبی بتلانے سے حیا و شرم مانع رہی، سبب نزول خاص واقعہ ہے جو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مکان میں پیش آیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بیوت النبی کے عنوان سے ذکر فرمایا ہے کہ نبی کے مکانات میں بغیر اجازت داخل نہ ہو۔

جب کہ یہ حکم عام ہے کہ کسی کے گھر میں بھی بغیر اجازت کے داخل نہیں ہونا چاہئے۔

دوسرا ادب یہ سکھلایا گیا کہ:

جب کھانے کے لئے بلایا جائے تو وقت سے بہت پہلے آکر بیٹھ جانا اور کھانا تیار ہونے کا انتظار کرنا بھی منع ہے کیونکہ میزبان انتظام میں مشغول ہوگا تو مہمان کے اکرام میں خلل ہوگا یا مہمان کا اکرام کرے گا تو امور دعوت و انتظام میں خلل واقع ہوگا۔

غَیۡرَ نٰظِرِیۡنَ اِنٰىهُ

کا یہی مطلب ہے۔

حاصل یہ کہ نہ بلا اجازت جاؤ اور جب اجازت ہو وقت سے پہلے نہ جاؤ، وقت پر جاؤ۔

تیسرا ادب یہ ہے کہ کھانے سے فارغ ہوجاؤ تو راستہ لو، دعوت والے کے گھر جم کر نہ بیٹھو۔

وَلَا مُسْتَأْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ

کا یہی مطلب ہے، تاکہ میزبان اپنے امور میں فراغت کے ساتھ مشغول رہے۔ تفصیل کے لئے تفسیر کی کتابیں دیکھ لیں۔

چوتھا حکم وادب: آیت میں اسلامی معاشرت کا بہت ہی غیر معمولی اہم اور مبنی برغیرت حکم وادب ہے۔ اسلام حیا وغیرت کا انوکھا مزاج رکھتا ہے، اس لئے قرآن مجید نے حجاب وپردہ کا حکم دیا کیونکہ ہر عہد وزمانہ میں دو طرح کے مرد وزن ہوتے ہیں، کچھ لوگوں کا مزاج ومذاق فسق وفجور کا ہوتا ہے اور کچھ لوگوں کا تقویٰ وطہارت کے ساتھ غیرت وپاک دامنی کا۔ نزول قرآن کے زمانہ میں بعض بدکردار لوگ عورتوں کو راستے میں چھیڑا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے عفیف وپاک دامن اہل ایمان خاتون کو ہدایت دی کہ وہ پردہ کے ساتھ ضرورت کے وقت باہر نکلا کریں تاکہ جب عورتیں پردے کے ساتھ باہر نکلیں گی تو ہر دیکھنے والا عام طور پر اور بدکردار خاص طور پر یہ جان جائے گا اور یقین کرلے گا کہ یہ شریف اور عفت کی پیکر پاک دامن عورتیں ہیں اس لئے ان سے چھیڑ چھاڑ کرنے اور انہیں ستانے کی ہمت وجرأت نہ کریں گے، اور حجاب وپردہ ایک علامتی امتیاز بن گئی شریف وپاک دامن اور کردار کی کچی عورتوں کے درمیان۔ اس لئے آیت میں **بَيُوْتَ النَّبِيِّ** اور **يُؤْذِي النَّبِيَّ** آیا ہے جب کہ یہ حکم عام ہے خاص نہیں۔ مگر ملا ہے نبوت کے صدقے۔

اس لئے نبی کی ذات اور نبی کی صفات اور نبوت ورسالت کی حیثیت سے جو بھی آداب معاشرت ملے ہیں، وہ ربانی ہدایات ہیں اور ان کا تعلق بھی منہاج نبوت کی تعلیمات سے وابستہ ہے نہ کہ وہ کسی امیر وحاکم کی ہدایات ہیں۔ یہی تو نبوت کا کمال

ہے کہ معاشرت بھی اہل اسلام کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ نبوت آیات ربانیہ کے ذریعہ سکھلائی جن کو نادان لوگ نہیں مانتے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہمیں رشد و ہدایت پر استقامت عطا فرمائے اور صحیح اور درست کی سمجھ عطا فرمائے۔آمین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

قرآن مجید نے حجاب اور پردہ کے سلسلہ میں ایک بہت ہی خوبصورت اور جامع ترین بات بتلائی ہے کہ ازواج مطہرات سے اگر کوئی برتنے کی چیز مانگنی ہو تو سامنے آکر نہ مانگیں بلکہ پردہ کے پیچھے سے مانگیں اور یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ بے حجابی اور بے پردگی قلب کی نجاست اور گندگی کا سبب ہے اور حجاب و پردہ قلب کی طہارت اور پاکیزگی کا سبب ہے۔الغرض اس حکم پر عمل کرنے سے مرد و عورت دونوں کے دلوں کو نفسانی وساوس سے پاک رکھنے کا ایک ربانی طریقہ عطا کیا گیا ہے جو ہمیں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کے ذریعہ ملا ہے۔اس لئے ہم رسول و نبی کو اسی مقام پر رکھ کر ایمان لاتے ہیں اور مانتے ہیں۔امیر و حاکم کو نہ یہ رتبہ ملا ہے نہ ملے گا نہ ہی مل سکتا ہے۔نہ ایسی تعلیمات کا کوئی تصور کسی حاکم و امیر سے کیا جا سکتا ہے۔

پانچواں حکم وادب ہے۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

اور تمہارے لئے جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف پہنچاؤ۔

علامہ عثمانی تحریر فرماتے ہیں۔

مومنین جو دلائل و براہین کی روشنی میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انتہائی راست بازی اور پاکبازی کو معلوم کر چکے ہیں، انہیں لائق نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں یا وفات کے بعد کوئی بات ایسی کہیں یا کریں جو خفیف سے خفیف درجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذاء کا سبب بن جائے، لازم ہے کہ مومنین اپنے

محبوب ومقدس پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت شان کو ہمیشہ مرعی رکھیں۔

مبادا غفلت یا تساہل سے کوئی تکلیف دہ حرکت صادر ہو جائے اور دنیا وآخرت کا خسارہ اٹھانا پڑے۔ (تفسیر عثمانی)

پچھلے ابواب میں آپ پڑھ چکے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا (الاحزاب: ۵۷)

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ نے دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت اور ان کے لئے ایسا عذاب تیار کر رکھا ہے جو ذلیل کر کے رکھ دے گا۔ (تقی عثمانی)

کسی بھی اعتبار سے رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دینا حرام اور سنگین گناہ اور جرم ہے، کیا حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کا انکار ایذاء میں داخل نہیں۔ کیا انکار حدیث سے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت نہیں ہوتی، قرآن کریم کی مذکورہ آیت سے کھلے طور پر معلوم ہوا کہ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء و تکلیف دینے والا بلا شک وریب دنیا وآخرت میں قرآن کے حکم سے ملعون ہے۔

چھٹا حکم وادب:

وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا

اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بعد ان کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔ یعنی ازواج مطہرات کا حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال حق اور رفیق اعلی میں تشریف لے جانے کے بعد کسی سے نکاح جائز نہیں۔ اور یہ نکاح اللہ تعلیٰ کے نزدیک جرم عظیم ہے۔ جس طرح خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں ان کو ایذاء پہنچانا حرام ہے اسی طرح وفات کے بعد بھی خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء پہنچانا حرام ہے۔ کیونکہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے روضۂ اقدس، اور قبر اطہر میں زندہ ہیں، اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا درجہ اور رتبہ ومقام ایسا ہی ہے جیسا کوئی زندہ شوہر گھر سے غائب ہو۔ اسی لئے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث تقسیم نہیں ہوئی اور ازواج کا وہ حکم نہیں جو عام شوہروں کی وفات پر ان کی بیبیوں کا ہوتا ہے۔

تفصیل کے لئے عاجز کی کتاب، ’’رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برزخی حیات‘‘ کا مطالعہ کریں۔

ازواج مطہرات سے عدمِ نکاح کی حکمتیں

شرعی قاعدے سے جنت میں ہر عورت اپنے آخری شوہر کے ساتھ رہے گی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر تم جنت میں میری بیوی رہو تو میرے بعد کوئی دوسرا نکاح نہ کرنا۔ کیونکہ جنت میں عورت اپنی آخری شوہر کو ملے گی۔ (قرطبی)

اس لئے ازواج مطہرات کو جو شرف حق تعالیٰ نے دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت کا عطا فرمایا ہے اس کو آخرت اور جنت میں باقی رکھنے کے لئے ان کا نکاح کسی دوسرے سے حرام کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ طبعی طور پر کوئی شوہر اس کو پسند نہیں کرتا کہ اس کی بیوی دوسرے کے نکاح میں جائے مگر اس طبعی خواہش کا پورا کرنا عام لوگوں کے لئے شرعاً ضروری نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس طبعی خواہش کا بھی حق تعالیٰ نے احترام کیا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خصوصی اعزاز ہے۔ (معارف القران: ۷/۲۰۳)

اس عاجز کے نزدیک حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان نبوت کے ساتھ شان خاتمیت کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہر جہت سے نمایاں اعزاز بخشا اور خاص خاص احکام میں

امتیازات عطا کئے ہیں جس کا سبب آپ کی ختم نبوت ورسالت کی ابدی خاتمیت کو واضح کرنا ہے۔لہٰذا نبی ورسول کی نبوت ورسالت کو ان سے جدا کرنا نہ ماننا نبوت و رسالت کی ربانی صفت کو امیر وحاکم کی بات کہہ کر گمراہی نہیں لعنت کو دعوت دینا ہے، جو بنص قرآنی

لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ

کے روسے اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔اللہ ہمارے قلوب کو عظمت رسول سے آشنا کر کے نورِ فیض نبوت ورسالت سے منور فرمادے،آمین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ لکھتے ہیں:

(۱)اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف اور عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے یہ حکم دیا گیا۔ ہر انسان پر طبعی طور پر یہ گراں ہوتا ہے کہ اس کی بیوی اس کے بعد دوسرے کے نکاح میں جائے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت اور بزرگی ظاہر کرنے کے لئے یہ رعایت خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کا نکاح دوسروں سے حرام ہوا۔

ختم نبوت کی نزاکت ونفاست

(۲) دوم یہ کہ فتنہ کا انسداد ہو جائے کیونکہ بالفرض اگر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ازواج مطہرات سے نکاح کی اجازت ہو جاتی تو ہر شخص کو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کے دعوے کی گنجائش مل جاتی اور اندیشہ تھا کہ وہ شخص اس ذریعہ سے لوگوں کو اپنی خلافت کی طرف بلاتا۔

(۳) سوم یہ کہ باہم تنافس اور تحاسد کا دروازہ کھل جاتا اور ہر شخص یہ چاہتا کہ میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ سے نکاح کروں تاکہ مجھے لوگوں میں خاص

عزت وشرافت کا امتیازی مقام حاصل ہو اس امر کے انسداد کے لئے شریعت نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد ازواج مطہرات سے نکاح کو قطعی حرام کردیا۔

(۴) چہارم یہ کہ اگر ازواج مطہرات کے لئے شریعت میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی سے نکاح جائز ہوتا تو ازواج مطہرات کا وہ عالی مرتبہ جو زوجیت رسول خاتم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بنا پر حاصل تھا وہ ختم ہو جاتا اور آنحضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی سے نکاح کرنا بلندی سے پستی میں جا گرنے کے مترادف ہے۔

(۵) پنجم یہ کہ دوسروں کے نکاح میں جانے کے بعد ان کی روایات لوگوں کی نظر میں مشکوک ہو جاتیں۔ ممکن ہے کہ لوگ یہ خیال کرتے کہ یہ خاتون اپنے جدید شوہر کے خیال سے ان امور کو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف منسوب کر رہی ہے، ایسی صورت میں امت ان علوم سے محروم ہو جاتی جو ازواج مطہرات کے ذریعہ سے پہنچے ہیں۔ (ماخوذ از معارف القرآن کاندھلویؒ ج ۶ ص ۳۲۴)

مقام نبوت کی شفافیت ونزاکت

قارئین! اللہ رب العزت نے بھی انبیاء ورسل کے مقام نبوت ورسالت کے احترام کو پوری طرح ملحوظ رکھا ہے اور ان سے جڑے ہوئے زوجیت کے رشتہ اور نسبت کو بحق نبوت ورسالت محفوظ رکھ کر دوسرے سے نکاح کو حرام رکھا ہے جب کہ نادانوں کا ایک طبقہ انبیاء ورسل کو ان کے ربانی مقام سے نیچے اتار کر امیر وحاکم کہہ کر ان کی توہین اور اہانت ہی نہیں ان کے ارشادات وفرمودات سے بیزاری اور دست برداری کی راہ اختیار کر کے دوسروں کو بھی گمراہی کی روش کی تلقین کر کے شیطانی اور دجالی گروپ کا رئیس ومبلغ بنتا ہے، اور صد افسوس کہ اس گمراہی کو عین اسلام کی خدمت اور صراط مستقیم کی راہ گامزن خیال کئے ہوئے ہے۔

سَيَعۡلَمُوۡنَ غَدًا مَّنِ الۡكَذَّابُ الۡاَشِرُ ۔

ان کو عنقریب (مرتے ہی) معلوم ہو جائے گا کہ جھوٹا، شیخی باز کون تھا۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہم رسول کو برحق مانتے ہیں اور ان کی تمام تر اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت جانتے ہیں۔

مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ نبی ورسول کو امیر وحاکم کہنا سخت ترین جسارت اور بددینی کی راہ اختیار کرنا ہے۔ وہ جاہل و بےعلم ہزار درجہ بانصیب ہے جو آنکھ بند کر کے اللہ ورسول کی اطاعت سے حق کو پا گیا اور آخرت کو سنوار لیا اور وہ ڈاکٹر وانجینئر بدبخت و بدنصیب ہے جو اطاعت رسول اللہ سے منہ موڑ کر شقاوت اور حرمان ہدایت کا شکار ہو کر آخرت کی سعادت اور مغفرت سے محروم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے قرآن مجید میں فرما دیا ہے يَهۡدِىۡ بِهٖ كَثِيۡرًا ۔ قرآن مجید سے بہت سوں کو ہدایت ملے گی

وَيُضِلُّ بِهٖ كَثِيۡرًا

اور بےشمار لوگ قرآن کے ذریعہ ہی گمراہی کی راہ جائیں گے۔ یہ جماعت بھی اسی گمراہی کا شکار ہو گئی۔

شیطان رجیم بھی آدم کو سجدہ نہ کر کے بڑا موحد بنا تھا لیکن ابدی طور پر ملعون ٹھہرا اور لعنت اس کا نصیب بن گئی، یہ نہ دیکھا کہ سجدہ کا حکم اللہ رب العزت نے دیا ہے اور اللہ کے حکم کے سامنے اپنی بدعقلی سے دلیلیں ٹھوکنے لگا۔ ضروری نہیں ہے کہ ہر عقل میں آنے والی بات حق بھی ہو اور شریعت کے موافق بھی ہو، اللہ تعالیٰ کے امر کے سامنے ہر بات غلط ہی نہیں مردود ہے، نبی کی اطاعت سے انحراف بدترین گمراہی ہے۔

نبی ورسول کی اطاعت واتباع سے انحراف کی ہر بات مردود اور غیر مقبول ہے اور بہر صورت گمراہی اور غضبِ الٰہی کا ذریعہ ہے، آخرت میں سعادت اور مغفرت محض اطاعتِ رسول میں منحصر اور موقوف ہے اس سے روگردانی کی دلیل خواہ وہ کتنی معقول ہو مردود اور ناقابل قبول ہے۔

جلالتِ شان ختم نبوت اور وجوب صلاۃ وسلام

(۱۸) اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب: ۵۶)

ترجمہ: اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر، اے ایمان والو رحمت بھیجو اس پر اور سلام بھیجو، سلام کہہ کر (شیخ الہند)

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات باری تعالیٰ کے بعد جو جلالت شان اور علو مقام حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا وہ رتبہ ومرتبہ کسی کو نہ ملا اس لئے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر نت نئے اسلوب وانداز میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عظمت اور ان کے منصب نبوت پر فائز ہونے کی وجہ سے ان کا تقدس اور ان کی تعلیمات اور رشد وہدایت کو الٰہیات کا مقام ملا اور قرآن مجید میں

وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

یہ توثیق وسند ملی اور قبولیت کی ضمانت کی مہر لگا دی گئی اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان تو نرالی ہے پھر ان کی ذات سے وابستہ ازواج مطہرات کے آداب واحترام اور ان کی حرمت کا اعلان کیا گیا اور زندگی کے تمام شعبوں میں

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کا حکم عام ہو گیا اور عرفاء نے اعتراف کر لیا۔

تمام انبیاء اور خاص کر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب واحترام ہر حال میں امت پر فرض ہے، خواہ نبی گھر میں ہو یا گھر سے باہر ہو، ملا اعلی میں ہو یا عالم دنیا میں ہو۔ ملا اعلی کے فرشتے بھی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام کرتے ہیں۔ لہذا تمام مومنین کو فرشتوں کی راہ چلنا چاہئے۔

صلاۃ وسلام کے حکم کی حکمت

"صَلَاۃ النَّبِیِّ" کا مطلب ہے نبی کی ثناء وتعظیم رحمت وعطوفت کے ساتھ پھر جس کی طرف صلاۃ منسوب ہوگی اسی کی شان ومرتبہ کے لائق ثناء وتعلیم اور رحمت، عطوفت مراد لیں گے، جیسے کہتے ہیں کہ باپ بیٹے پر، بیٹا باپ پر، اور بھائی بھائی پر مہربان ہے یا پھر ایک دوسرے سے محبت کرتا ہے تو ظاہر ہے جس طرح کی محبت اور مہربانی باپ کی بیٹے پر ہے اس نوعیت کی بیٹے کی باپ پر نہیں اور بھائی کی بھائی پر ان دونوں سے جداگانہ ہوتی ہے ایسے ہی یہاں سمجھ لو۔

اللہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلاۃ بھیجتا ہے یعنی رحمت وشفقت کے ساتھ آپؐ کی ثناء اور اعزاز واکرام کرتا ہے اور فرشتے بھی بھیجتے ہیں مگر ہر ایک کی صلاۃ اور رحمت و تکریم اپنی شان ومرتبہ کے موافق ہوگی، آگے مومنین کو حکم ہے کہ تم بھی صلاۃ ورحمت بھیجو اس کی حیثیت ان دونوں سے علاحدہ ہونی چاہئے۔

علماء نے کہا کہ اللہ کی صلاۃ رحمت بھیجنا ہے۔

فرشتوں کی صلاۃ استغفار کرنا ہے۔

اور مومنین کی صلاۃ دعا کرنا ہے۔

حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، یا رسول اللہ، سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا یعنی نماز کے تشہد میں جو پڑھا جاتا ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ

صلاۃ کا طریقہ بھی ارشاد فرما دیجئے جو نماز میں پڑھا کریں۔ آپؐ نے یہ درود شریف تلقین فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ۔

غرض یہ کہ حق تعالیٰ نے مومنین کو حکم دیا کہ تم بھی نبی پر صلاۃ ورحمت بھیجو، نبی نے بتلا دیا کہ تمہارا بھیجنا یہ ہے کہ اللہ سے درخواست کرو کہ وہ اپنی بیش از بیش رحمتیں ابدالآباد تک نبی پر نازل فرماتا رہے۔

کیونکہ اس کی رحمتوں کی کوئی حد ونہایت نہیں، یہ بھی اللہ کی رحمت ہے کہ اس درخواست پر جو مزید رحمتیں نازل فرمائے وہ ہم عاجز وناچیز بندوں کی طرف منسوب کر دی جائیں، گویا ہم نے بھیجی ہیں، حالانکہ ہر حال میں رحمت بھیجنے والا وہی اکیلا ہے، کسی بندہ کی کیا طاقت تھی کہ سید الانبیاء کی بارگاہ میں ان کے رتبہ کے لائق تحفہ پیش کر سکتا۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

''اللہ سے رحمت مانگنی اپنے پیغمبر پر اور ان کے ساتھ ان کے گھرانے پر بڑی قبولیت رکھتی ہے، ان پر ان کے لائق رحمت اترتی ہے اور ایک دفعہ مانگنے سے دس رحمتیں اترتی ہیں مانگنے والے پر، اب جس کا جتنا جی چاہے اتنا حاصل کرے۔ (تفسیر عثمانی)

حضرت کاندھلویؒ لکھتے ہیں:

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پیغمبر پر ہر آن اپنی رحمت بھیجتے رہتے ہیں۔ ایک رحمت کے بعد دوسری رحمت، ایک برکت کے بعد دوسری برکت وعلی ہذا۔

یہاں اللہ کی صلاۃ سے اللہ تعالیٰ کی عام رحمت مراد نہیں بلکہ خاص الخاص رحمت مراد ہے، جو اس کی شان الوہیت اور شان رحمت کے مناسب ہے اور نبی الانبیاء کی اعلیٰ قدر ومنزلت اور خاتمیت کے شایان شان ہے۔

اور فرشتوں کی صلاۃ اور رحمت سے ان کی خاص الخاص دعائیں مراد ہیں جن سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مراتب میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔ ملائکہ کرام کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا بلاشبہ حضرت آدمؑ کی شرف اور فضیلت کی دلیل تھی لیکن تا قیام قیامت فرشتوں کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دعا کرتے رہنا اس سے بڑھ کر ہے، اس لئے کہ سجدہ ایک وقتی امر تھا اور یہ دعا دائمی اور مسلسل ہے۔

اے مسلمانو!۔ اللہ نے تم کو یہ خبر اس لئے دی ہے کہ تم کو اس پیغمبر کا مرتبہ معلوم ہو جائے کہ یہ پیغمبر اس قدر جلیل القدر اور عظیم الشان ہے کہ ہر لمحہ اور ہر لحاظ سے وہ اللہ جل شانہ کی خاص الخاص رحمتوں اور عنایتوں کا اور ملائکہ مقربین اور ملا اعلیٰ کی توجہات اور عنایات کا مورد اور محل بنا ہوا ہے۔

لہٰذا تم کو بھی چاہئے کہ ملائکہ کی اقتداء کرو اور فرشتوں کی طرح اس نبی پر صلاۃ وسلام بھیجو، اور ظاہرا اور باطنا اس کے ادب اور احترام کو ملحوظ رکھو اور اس کا خیال رکھو کہ تم سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جائے، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم میں مخل ہو۔ (معارف القرآن کاندھلویؒ ۲۷۰/۳۲۷)

حاصل کلام

حق جل مجدہ دم بدم ہر رحمت و برکت کے بعد نئی رحمت و برکت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کرتے ہیں، اور فرشتے بھی اس لئے اہل ایمان کو بھی ہدایت دی گئی کہ تم بھی اس میں شرکت کو سعادت جانو۔

رحمت دراصل اللہ کے خزانہ کی چیز ہے اس پر کسی کا کوئی دخل نہیں، اس لئے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحمت و برکت اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوتی ہے اور اہلِ ایمان اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

تو یہ درخواست قبول ہو جاتی ہے اور ہم عاجز بندوں کی جانب سے لکھ دی جاتی ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کی عنایت اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لئے ایک مقبول عبادت اور محبت رسول کا وسیلہ وذریعہ ہے۔

مومنوں سے نبی پر بحیثیت نبوت ورسالت ہی صلاۃ وسلام کا حکم

یہاں یہ بات خوب یاد رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی انبیاء ورسل کے مقام نبوت ورسالت کا لحاظ رکھا اور ان پر اللہ تعالیٰ کا ہر خطاب اور ہر کلام بحیثیت نبوت و رسالت ہی نازل ہوا اور اترا ہے اور کسی دوسرے کو اگر خطاب ہوا ہے تو بواسطہ نبی و رسول ہی ہوا ہے۔

آسمانی تمام کتابیں اور صحائف اس کا واضح ثبوت ہیں۔

یہاں جو صلاۃ وسلام کا حکم ملا ہے وہ بھی بحیثیت نبی دیا گیا ہے نہ بحیثیت امیر و حاکم۔

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ (الاحزاب: ۵۶)

اللہ اوراس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں نبی پر۔

قرآن مجید نے ہر جگہ نبی کا لفظ اسی حکمت کے پیشِ نظر نازل کیا ہے۔ یہ اسی لئے کہ نبی کی قدرو منزلت کی جائے اور بطور خاص خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلاۃ وسلام کا حکم ان کی جلالتِ شان اور علوّ مقام کی وجہ سے ان کا حق ہے کہ ان پر صلاۃ وسلام خوب پڑھا جائے کیونکہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود باجود حق تعالیٰ کی رحمتوں اور عنایتوں کا ذریعہ ہے اور بروز قیامت شفاعت کا ذریعہ ووسیلہ ہے۔

وہ لوگ جو نبی کو ان کے مقام سے ہٹا کر امیر و حاکم کہتے ہیں وہ نماز میں السَّلامُ عَلَيكَ اَيُّهَا النَبِيّ تو نہیں کہتے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے بھی شب معراج میں السَّلامُ عَلَيكَ اَيُّهَا النَبِي کہہ کر خطاب کیا تھا۔

اور پھر نماز میں درود کا پڑھنا نبوت حقہ کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيهِ وَسَلِّمُوا تَسلِيماً (الاحزاب: ۵۶)

یعنی اے میرے خاص بندو جو اس نبی پر ایمان لائے ہو تم پر بحق ایمان یہ لازم ہے کہ تم بھی اس نبی پر صلاۃ وسلام بھیجا کرو جیسا کہ صلاۃ وسلام بھیجنا چاہیئے تا کہ بحق ایمان تم پر نبی کا جو حق ہے وہ کچھ ادا ہو۔ کیونکہ اہل ایمان پر نبی ورسول کی تعظیم فرض ہے تم اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی سے بچو اور ایذا دو گے تو دنیا و آخرت میں ملعون ٹھہرو گے، اور ذلت کے عذاب میں پھٹکار کے ساتھ رہو گے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَبِيِّينَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِينَ۔

انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے ساتھ سخریہ ومذاق کفر کی دلیل ہے

وَ كَمۡ أَرۡسَلۡنَا مِن نَّبِيٍّ فِي ٱلۡأَوَّلِينَ۔

ترجمہ: اور کتنے ہی نبی ہم نے پچھلے لوگوں میں بھیجے ہیں۔

وَمَا يَأۡتِيهِم مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا كَانُواْ بِهِۦ يَسۡتَهۡزِءُونَ۔ (الزخرف: ۷)

ترجمہ: اور ان لوگوں کے پاس کوئی ایسا نبی نہیں آیا جس کا وہ مذاق نہ اڑاتے ہوں۔(تقی عثمانی)

اللہ رب العزت کی حکمت کو مخلوقات نہیں جان سکتی، اوراس کا ہر امر لاتعداد حکمتوں کو چھپائے ہوئے ہے، بروز قیامت جو یوم شہادت ہوگا ہر راز کھل کر سامنے آجائے گا اور سرائر وضمائر بھی عیاں ہوجائیں گے۔

يَوۡمَ تُبۡلَى ٱلسَّرَآئِرُ (الطارق: ۹)

جس دن پوشیدہ راز بھی ظاہر ہوجائے گا

اس کائنات عالم میں باطل ہمیشہ حق سے ٹکراتا رہا ہے، اور اہل باطل اور شر پسند عناصر اور جماعت اہل حق کو نشانہ بنا کر اذیت وتکلیف کا ہدف بناتی رہی ہے۔

قرآن مجید میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے ساتھ ان کی ناعاقبت اندیش قوم کی داستان بھری پڑی ہے۔ اس روئے زمین پر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام سے زیادہ قوم کا خیر خواہ اور ہلاکت وتباہی سے بچانے والا کوئی نہیں ہوسکتا۔ پھر بھی نفس پرست اور شہوت پرست وحماقت اور جہالت وسفاہت میں ڈوبی قوم اپنے ہادی اور الٰہی پیغام سنانے والے انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کو اذیت وتکلیف دینا ہی اپنا شیوہ بنالیا۔ انبیاء علیہ السلام کو مارا پیٹا، گالیاں دیں، برا بھلا کہا، اور ان کو گھروں سے بے گھر کیا، تمسخر و مذاق اڑایا، اللہ تعالیٰ نے قوم کی اس حماقت پر

يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ

(یٰس:۳۰)

ترجمہ: افسوس ایسے بندوں کے حال پر بھی ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جس کی انہوں نے ہنسی نہ اڑائی ہو۔ (تھانویؒ)

انبیاء ورسل کے ساتھ استہزا کیا گیا اور ان کی تعلیمات و ہدایات کو رد کیا گیا اور جھٹلایا گیا۔

آج بھی ایک جماعت مسلمان ہونے کا دعویٰ تو بہت قوت سے کرتی ہے بلکہ اپنے آپ کو اہل قرآن کا لیبل لگا کر خود قرآن کی مخالفت کر کے رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی در پردہ نبوت کا انکار کرتی ہے۔ کیونکہ انکار حدیث کا فتنہ انکار نبوت ورسالت ہے۔

استہزا کی ایک شکل کفر ہے، اور نبی کی ہدایات وتعلیمات کو رد کرنا بھی استہزا بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور استہزا بالرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے، وہ ایمان کس کام کا اور کب قبول ہے جس میں نبی کی ہدایات وتعلیمات کا نکار کر دیا جائے، نبی ورسول کو مقام نبوت وسالت سے ہٹا کر امیر وحاکم کہنے کی جسارت کرنا بھی استہزا بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور استہزا بالرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے۔ جب کہ امیر وحاکم آج کے اس پرفتن دور میں اور ماضی میں بھی، ہر طرح کی غیر شرعی بے اعتدالی کے حدود کو چھلانگ لگا کر شر وفساد کے نمونہ رہے ہیں، اور جو اللہ کی طرف سے اسوۂ حسنہ اور مطاع بنا کر بھیجا گیا اس کو گندے اور بد دین لوگوں کے صف میں لا کر کھڑا کرنا، اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے اور اپنے بد دین وبے ایمان ہونے کا ثبوت فراہم کرنا ہے، حکمرانوں میں ماشاء اللہ دیندار بھی ہیں مگر ان کی دینداری کی ضمانت سو فیصد کون دے سکتا ہے۔ جب کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی دیانت، امانت، شجاعت، فقاہت، ثقافت،

سماحت، نجابت، ہدایت، معاشرت، سیاست، مدنیت، عبادت، ریاضت، خلوت، جلوت، تمام امور کی قیادت کی دینی وربانی صداقت کی قرآن مجید نے ضمانت دی ہے، اور حقیقت سے اونچی اللہ کی شہادت ہے۔

كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ (الرعد: ۴۳)

شروع میں ہی قرآن کی آیات پیش کی جا چکی ہیں۔ حکمرانوں کی بنیاد ہی اللہ ورسول کی مخالفت اور دین بیزاری پر ہے، اور انبیاء ورسل کی تعلیمات کا سو فیصد حصہ وحی ربانی اور ہدایات الٰہی ہے۔ دونوں میں آگ اور پانی کا بعد ہے۔ نہ معلوم عقل پر کیوں پردہ پڑا ہوا ہے، حکمرانوں کا منشور اور قانون انسانی دماغوں کا غبار و بخار ہوتا ہے، اور ظلم وستم اور اپنی چودھراہٹ اور تحکمانہ اجارہ داری کی خاطر ہوتا ہے، جس میں نہ اخلاص وللّٰہیت کا نام ونشان ہوتا ہے اور اللہ کے بندوں پر خیر خواہانہ نگاہ شفقت اور نہ ہی فکر آخرت کا ذرا خوف الا ماشاء اللہ۔ ہر جہت میں اپنی نفسانیت وشہوت کی بقاء کا تحفظاتی اقدام یا دفاع کی تدابیر ہوا کرتی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے مقام ومنصب کو ایمان کے بقاء کے لئے ضروری قرار دیا، اور رشد وہدایت کے لئے انتخاب کر کے اپنے بندوں کی دینی ودنیوی دونوں تعلیمات سے باخبر کیا، یہ شان امیر وحاکم کی نہیں ہوسکتی۔

مجلس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ (الحجرات)

ترجمہ: اے ایمان والو! بلند نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر، اور اس سے نہ بولو تڑخ کر جیسے تڑختے ہو ایک دوسرے پر، کہیں اکارت نہ ہو جائیں تمہارے

کام اورتم کوخبر بھی نہ ہو۔(شیخ الہند)

مذکورہ آیت سورہ حجرات کی ہے۔اس سورت کی ابتدا پانچ آیتیں بہت ہی اہم اور حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوی حیثیت وعظمت اور بلندی شان اور رفعت مقام کو واضح کرتی ہیں اور ساتھ ساتھ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس اور صحبت ومعیت کے آداب اور مومنانہ زندگی گزارنے کا سلیقہ وطریقہ بتلاتی ہیں۔

(۱) خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آواز بلند نہ کرنا۔

(۲) کسی بھی معاملہ میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ سلم کی مجلس میں اپنی رائے کا اظہار کرنا جب کہ مشورہ بھی نہ لیا گیا ہو منع ہے۔

(۳) خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس وصحبت میں کسی بات کو زیر بحث لانا اور گفتگو کو ترجیح دینا منع ہے۔

(۴) خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات پر اپنی رائے قائم کرنا یا حدیث نبویؐ کے معلوم ہوجانے کے باوجود قول نبیؐ، یا سنّت نبوی کے مقابلہ میں اپنی بات کو راجح قرار دینا غیر ایمانی عمل ہے۔

(۵) خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان لانے والوں کو عمومی ہدایات دی گئی ہے کہ دین کے کسی بھی معاملے میں، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے بڑھنا ایمان والوں کے لئے درست نہیں ہے۔اگر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ سلم کے ساتھ چلنا ہوتو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے نہ بڑھنا۔کھانے کی مجلس ہوتو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کھانا شروع نہ کرنا۔الغرض زندگی کے مختلف شعبوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتلائی ہوئی مقرر حدود سے آگے نکلنے کی کوشش نہیں کرنا چاہئے۔انہیں سب ہدایات کو حق تعالیٰ نے ابتدائی پانچ آیتوں میں واضح فرمایا ہے،اور بتداء اس طرح ہوئی۔

نبوت ورسالت کا حق بذمہ اہل ایمان

قرآن کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْ لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللهِ وَرَسُوْلِهِ وَاتَّقُو اللهَ إِنَّ اللهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۔(الحجرات)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اوراس کے رسول کے آگے نہ بڑھا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ یقیناسب کچھ جانتا ہے(تقی عثمانی)

علامہ عثمانی لکھتے ہیں:

یعنی جس معاملہ میں اللہ ورسول کی طرف سے حکم ملنے کی توقع ہو اس کا فیصلہ پہلے ہی آگے بڑھ کر اپنی رائے سے نہ کر بیٹھو بلکہ حکم الٰہی کا انتظار کرو، جس وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ ارشاد فرمائیں خاموشی سے کان لگا کر سنوان کے بولنے سے پہلے خود بولنے کی جرأت نہ کرو، جو حکم ادھر سے ملے اس پر بے چون وچرا اور بلا پس وپیش عامل بن جاؤ، اپنی اغراض اور اہوا وآراء کو ان کے احکام پر مقدم نہ رکھو، بلکہ اپنی خواشہات وجذبات کو احکام سماوی کے تابع بناؤ۔(تفسیر عثمانی)

نزاعات ومناقشات خودرائی اور غرض پرستی کا واحد علاج یہ ہے کہ مسلمانو! اپنی شخصی آراء واغراض کو کسی ایک بلند معیار کے تابع کردیں، ظاہر ہے کہ اللہ ورسول کے ارشاد ات سے بلند کوئی معیار نہیں ہوسکتا، ایسا کرنے میں خواہ وقتی اور عارضی طور پر کتنی تکلیف اٹھانا پڑے، لیکن اس کا اخری انجام یقینی طور پر دارین کی سرخروئی اور کامیابی ہے۔(تفسیر عثمانی)

اطاعت رسول کی توفیق کن لوگوں کو ہوتی ہے

اللہ تعالیٰ کی سچی فرمانبرداری اور تعظیم اسی وقت میسر ہوسکتی ہے جب اللہ کا خوف

دل میں ہو، اگر دل میں ڈر نہیں، تو گو بظاہر دعوائے اسلام کو نبھانے کے لئے اللہ ورسول کا نام بار بار زبان پر لائے گا اور بظاہر ان احکام کو آگے رکھے گا لیکن فی الحقیقت ان کو اپنی اندرونی خواہشات واغراض کی تحصیل کے لئے ایک حیلہ اور آلہ بنائے گا، سو یاد رہے کہ جو زبان پر ہے، اللہ تعالیٰ اسے سنتا اور جو دل میں ہے اسے جانتا ہے، پھر اس کے سامنے فریب کیسے چلے گا، چاہئے کہ آدمی اس سے ڈر کر کام کرے۔(تفسیر عثمانی)

تقدم علی النبی ورفع صوت سے حبط اعمال کا خطرہ ہے

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں شور نہ کرو اور جیسے آپس میں ایک دوسرے سے بے تکلف چہک کر یا تڑخ بات کرتے ہو، حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہ طریقہ اختیار کرنا خلاف ادب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب کرو تو نرم آواز سے تعظیم واحترام کے لہجہ میں ادب وشائستگی کے ساتھ۔ دیکھو ایک مہذب بیٹا اپنے باپ سے، لائق شاگرد استاذ سے، مخلص مرید پیر ومرشد سے اور ایک سپاہی اپنے افسر سے کس طرح بات کرتا ہے، پیغمبر کا مرتبہ تو ان سب سے کہیں بڑھ کر ہے۔

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کرتے وقت پوری احتیاط رکھنی چاہئے ،مبادا بے ادبی ہو جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکدر پیش آجائے تو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناخوشی کے بعد مسلمان کا ٹھکانہ کہاں ہے، ایسی صورت میں تمام اعمال ضائع ہونے اور ساری محنت اکارت ہوجانے کا اندیشہ ہے۔(تفسیر عثمانی)

احادیث خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایمانی حق

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سننے اور پڑھنے کے وقت بھی یہی ادب چاہئے اور جو قبر شریف کے پاس حاضر ہو وہاں بھی ان ادب کو ملحوظ رکھیے، نیز اپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفاء، علمائے ربانیین اور اولوالامر کے ساتھ درجہ

بدرجہ اسی ادب سے پیش آنا چاہیئے ، تاکہ جماعتی نظام قائم رہے ، فرق مراتب نہ کرنے سے بہت سے مفاسد اور فتنوں کا دروازہ کھلتا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب و تعظیم تقویٰ کی دلیل ہے

جو لوگ نبی کی مجلس میں تواضع اور ادب و تعظیم سے بولتے ہیں، اور نبی کی آواز کے سامنے اپنی آوازوں کو پست کرتے ہیں، یہ وہ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے ادب کی تخم ریزی کے لئے پرکھ کر خالص تقوی وطہارت کے واسطے تیار کر دیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں چار چیزیں اعظم شعائر اللہ ہیں، قرآن ، پیغمبر ، کعبہ ، نماز۔ ان کی تعظیم وہی کرے گا ، جس کا دل تقویٰ سے مالا مال ہے۔

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ۔ (الحج: ۳۲)

جو شخص اللہ کی یادگاروں کا پورا خیال رکھے گا تو یہ دل کے ساتھ ڈرنے سے ہوتا ہے۔ (تھانوی)

یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے زیادہ آواز بلند کرنا خلاف ادب ہے۔

تو اپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام وارشادات سننے کے بعد ان کے خلاف آواز اٹھانا کس درجہ گناہ ہوگا۔ (تفسیر عثمانی)

حاصل کلام

آپ نے اللہ کا کلام

لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللهِ وَرَسُولِهِ (الحجرات: ۱)

پڑھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے مطالبہ کیا ہے، غیر اہل ایمان منافقین وغیرہ

سے یہ مطالبہ ہی نہیں، مسئلہ کی حساسیت کو اجاگر کرنے کے لئے حق جل مجدہ نے فورا فرمادیا **وَاتَّقُوا اللّٰهَ** کہ اے ایمان والو آگے نہ بڑھو اللہ سے، اس کے رسول سے، اور ڈرتے رہو اللہ سے اور اس کے رسول سے۔ یعنی جس کے دل میں اللہ کا خوف اور تقوی کی صفت ہوگی وہ **تقدم علی النبی** سے دور رہے گا۔ اور اگر **تقدم علی النبی**، یعنی کلام میں، نبی کے حکم کے مقابلے میں یا نبی کی ہدایات کے سامنے، نبی کے ارشادات و احادیث کے سامنے اپنی کٹھ دلیلی اور کجروی اور شیخی بگھارے گا تو یہ علامت ہوگی کہ نہ تو اس کے دل میں ایمان باللہ اور بالرسول کی روشنی ہے اور نہ ہی صفت تقوی کی خوبی ہے، ایمان اول چیز ہے اور تقوی ایمان کے بعد کا مرتبہ ہے۔ اللہ رب العزت نے بھی اپنے کلام کا مخاطب اہل ایمان کو بنایا ہے ایمان والا جس طرح ذات النبی کا ادب واحترام کرتا ہے اسی طرح کلام النبی کا ادب واحترام کرتا ہے۔ اہل ایمان کے لئے جس طرح حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدس ومطہر ہے، ان کی نبوت میں کشش اور جاذبیت بدرجہ اتم ہے، اسی طرح حسن وجمال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احادیث وکلام میں بھی موجود ہے، بلکہ جیسے جیسے لیل ونہار بیت رہے ہیں حسن وجمال روز بروز نکھر رہا ہے، محسوس کرنے کے لئے نور ایمان وایقان کے ساتھ فضل ربانی سے تقوی کی بصیرت چاہیئے، مشہور ہے چمگادڑ کو سورج کی روشنی میں نظر نہیں آتا۔

بہرصورت اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ہدایات دی ہیں، منافقین قرآن کے مخاطب ہی نہیں ہیں، منکرین احادیث کون ہیں یہ تو دارالافتاء بتلائے گا یا پھر قبر میں منکر نکیر انجام سے باخبر کر کے ضیافت کریں گے۔ امت کو مزید یہ احکام بھی دیئے گئے ہیں۔

(۱) **تَقَدُّمُ عَلَى النَّبِي**۔ نبی سے آگے قول وفعل میں سبقت نہ کرو، احادیث رسول کے سامنے بکواس نہ کرو اس سے قرآن منع کر رہا ہے۔

(۲) اے ایمان والو تم اپنی آوازیں خاتم النبیین علیہ ﷺ کی آواز وارشادات کے مقابلہ میں بلند نہ کرو۔

(۳) اے ایمان والو نہ ہی تم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے باکی کے ساتھ کلام کرو جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو۔

(۴) خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو نرم لہجہ میں ادب واحترام اور پست وہلکی آواز میں کرو، یہی ایمان بالرسول کا تقاضا ہے

(۵) خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بلند آواز میں اور بے باکی سے بات کرنا سخت بے ادبی وگستاخی کا عمل ہے، اس سے تمہارے اعمال برباد وتباہ ہو جائیں گے، کیونکہ اس سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت ہوگی اور تمہارا نصیب برباد ہو جائے گا اور تم کو اس کا پتہ بھی نہ ہوگا۔ اب سوچو ان کے کلام وبات کو حجت نہ ماننا کیا اذیت کا باعث نہیں ہوگا۔

(۶) یقینا وہ لوگ جو اپنی آوازوں کو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو اور موجودگی میں پست رکھتے ہیں وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقوی کے لئے خالص کر دیا ہے، یعنی ان کے دلوں میں ایمان بالرسول اور بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا عمیق اور گہرا ہے کہ عظمت ومحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہٹ کر کوئی بات سرزد ہی نہیں ہوتی ان کا تقوی اور احتیاط اتنا بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو رتبہ اور مرتبہ اور رفعت شان اور مقام قرب ہے اس کی کوئی روشنی ایمان والوں کے دلوں پر پڑی اور انہوں نے یہ ادب ملحوظ رکھا جس سے وہ بارگاہ قدس میں اعلیٰ مقام پر فائز کئے گئے ہیں۔ **اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْهُمْ بِجَاهِ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(۷) اے ایمان والو! جیسا کہ بے ڈھنگے بنو تمیم کے لوگ حضرت کے در پر آ کر ''**يَا مُحَمَّدُ اُخْرُجْ اِلَيْنَا**'' (اے محمد ہمارے لئے باہر آیئے) پکارنے لگے تم اس طرح

نہ کرو، یہ کم عقل لوگوں کا کام ہے، قرآن مجید نے کہا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ۔
(الحجرات: ۴)

ترجمہ: جو لوگ پکارتے ہیں آپ کو دیوار کے پیچھے سے وہ اکثر عقل نہیں رکھتے۔ یعنی عقل ہوتی تو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب کرتے اس طرح **یا محمد** کہہ کر ہر سے پکارنے کی جرأت نہ کرتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لے کر پکارنا سخت گستاخی ہے

بنوتمیم کے لوگوں نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام، **یا محمد اخرج الینا**، لے کر پکارنا شروع کیا۔ حق جل مجدہ نے ادب سکھایا کہ یہ طریقہ نبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پکارنے کا اللہ کو پسند نہیں ہے۔ اور یہ ادب کے خلاف اور سخت ترین گستاخی ہے، مسلمانوں کو اس سے خوب بچنا چاہئے، اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکارا تو نبوت ورسالت کے ساتھ خطاب کیا، مثلاً:

(۱) يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا (هود ۴۸)

اے ھود اترو ہماری طرف سے سلام اور برکتیں لے کر

(۲) يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا (هود ۷۶)

اے ابراہیم اس بات کو جانے دو

(۳) قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ (البقرۃ ۳۳)

حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے آدم ان کو ان چیزوں کے اسما بتلادو

(۴) يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (البقرہ ۳۵)

حق تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم رہا کرو تم اور تمہاری بیوی بہشت میں

(۵) يَا زَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَى (مریم ۷)

اے زکریا ہم تم کو ایک فرزند کی خوشخبری دیتے ہیں، جس کا نام یحییٰ ہوگا

(۶) يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ (ص ۲۶)

اے داود ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے

(۷) يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ (مریم ۱۲)

اے یحییٰ کتاب کو مضبوط ہو کر لو

(۸) يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ (المائدۃ ۱۱۵)

اے عیسیٰ ابن مریم، اپنے اوپر ہماری نعمتوں کو یاد کرو

دوسرے انبیاء کو نام لے کر یعنی ''یا'' سے خطاب ہوا مگر ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نام لے کر نہ خود پکارا نہ کسی کو اجازت دی، اور نام لے کر پکارنا بے ادبی اور گستاخی قرار دیا۔ مسلمانو! اس سے بچو، بے عقلوں اور نادانوں کے کام نہ کرو۔

دیہاتیوں وگنواروں کی اصلاح

ابونعیم نے الدلائل میں ضحاک کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ دیہاتی گنوار لوگ یا محمد یا اباالقاسم کہتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی اور ادب وخطاب سکھایا کہ نام لے کر نہ پکارا کرو اس کے بعد لوگ یانبی اللہ یارسول اللہ کہہ کر خطاب کرنے لگے۔

آج بھی مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد اس گستاخی میں نیکی اور محبت جان کر مبتلا ہے، اور اپنی زبان سے نبی کے احترام وادب کو پامال کرتی رہتی ہے۔

حق جل مجدہ نے بھی قرآن میں محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام میں رسالت ونبوت کے ساتھ آپ کا ذکر فرمایا، حق جل مجدہ نے قرآن مجید میں لفظ محمد چار مرتبہ اور لفظ احمد ایک بار ذکر فرمایا مگر ''یا'' سے خطاب نہیں فرمایا بلکہ جب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ سلم کا نام نامی اسم گرامی محمد آیا، تو رسالت کے ساتھ ذکر فرمایا تا کہ اسم

گرامی قدر کی عظمت ومنزلت لوگوں کے ذہن نشیں رہے۔

(۱) وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ۔ (آل عمران: ۱۴۴)

(۲) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ۔ (الاحزاب: ۴۰)

(۳) مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۔ (الفتح: ۲۹)

(۴) وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۔ (محمد: ۲)

(۵) وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَأْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (الصف: ۶)

اور پھر ہمیں حکم دیا:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا. (الاحزاب: ۵۶)

یہاں بھی اہل ایمان سے صلاۃ سلام کا حق تعالیٰ نے مطالبہ کیا ہے، منافقین سے نہیں، منافق تو نبی ورسول کو امیر وحاکم گردانتا ہے، وہ درود سلام کیوں پڑھے گا۔ جو شخص رسول کی اطاعت سے منہ موڑتا ہے حجیت حدیث کا مذاق اڑاتا ہے، حدیث رسول کو افسانہ اور نہ معلوم کن کن ناموں سے مسخرہ کا موضوع بناتا ہے، اس کا تو ایمان ہی نہیں تو درود سلام کہاں رہا۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔

نام مقدس کے تقدس کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا ہے

قرآن مجید کی آیات بینات میں حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسی ابن مریم علیہ السلام تک تمام انبیاء کو حق جل مجدہ نے حرف ندا سے خطاب کیا ہے اور منجانب اللہ پیغام الہی بحق نبوت ورسالت ملا ہے، جس کی قرآنی آیات شہادت پیش کررہی ہیں۔

مگر ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق جل مجدہ نے ہمیشہ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ ، يَا

اَیُّھَاالرَّسُوۡلُ کے مبارک صفت نبوت ورسالت سے خطاب کیا ہے، مقصدر بانی واضح ہے کہ اب قیامت تک نئی نبوت کا ہر دروازہ بند کر دیا گیا اور خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وحرمت اور منصب نبوت ورسالت کے تقدس کی اہمیت ونزاکت کو ذہن نشیں رکھنے کی حساسیت کو خوب ملحوظ رکھنے کی غرض سے نام مقدس و مطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے ادبی کے ساتھ لینے سے بھی حق تعالیٰ نے منع کر دیا اور روکا گیا، کہ اللہ تعالیٰ جو نبوت ورسالت سے سرفراز کرنے اور عطا کرنے والے ہیں، مَالِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ہیں، وہ خود بھی امام الانبیاء، نبی الانبیاء خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حرف ندا، یَا مُحَمَّدُ کہ کرنہیں پکارتے نہ ہی خطاب کرتے ہیں۔

لہٰذا اے مومنو! تم کو اللہ ہی ہدایت کرتا ہے کہ تم بھی ان کا ادب اور احترام کرو، جس طرح اللہ تعالیٰ ان کا احترام کرتا ہے اور اگر تم نبی الانبیاء کو مخاطب بناؤ یا روضۂ اقدس پر ان سے اپنی بات کہو تو وہ منع نہیں، ضرور استشفاع کرو، لیکن یَا نَبِیَّ اللّٰہِ، یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ، یَا حَبِیۡبَ اللّٰہِ، یَا خَیۡرَ خَلۡقِ اللّٰہِ کہہ کر اپنی عرضی پیش کرو، خبر دار! یا محمد کہ کر قریب سے یا دور سے نہ پکارو یہ نبی الانبیاء کی شان میں سخت بے ادبی اور سخت جسارت وگستاخی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان جو قرآن میں حضور کی شان میں نازل ہوا ہے اس کو یادرکھنا۔

إِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَكَ مِنۡ وَرَاۤءِ الۡحُجُرَاتِ أَکۡثَرُھُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ۔

جو لوگ پکارتے ہیں آپؐ کو (یا محمد کہ کر) دیوار کے پیچھے سے وہ اکثر عقل نہیں رکھتے۔

معلوم ہوا کہ جب نام نامی اسم گرامی کا بحق نبوت ورسالت اتنا بلند وبالا مقام ہے تو پھر منصب نبوت ورسالت خاتمیت کا مقام کتنا عالی ہوگا، اس کا مشاہدہ عام مومنین کو بروز شفاعت اور حوض کوثر پر ہوگا، خواص آج بھی مشاہدہ کررہے ہیں۔

اس لئے حق جل مجدہ رحمت وبرکت نبی الانبیاء وخاتم النبیین پر نازل کرتے ہیں

اور اس کے فرشتے بھی سلام بھیجتے ہیں ،اس لئے اور اہل ایمان کو بھی بحق نبوت ورسالت درود وسلام کا تحفہ پیش کرنے کی ہدایت دی گئی ہے ۔ اہل ایمان کی یہ سعادت ہے کہ حق تعالیٰ جو رحمت و برکت بھیجتے ہیں ، اسی کے ساتھ اہل ایمان کے درود وسلام کو بھی کر دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے اسے قبولیت عطا ہوتی ہے۔

یقینا ہمار ارب کریم اور اَرۡحَمَ الرَّاحِمِیۡنَ ہے اور بے شک ہمارا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رؤف رحیم اور رحمۃ للعالمین ہے، اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمۡ وَبَارِكۡ عَلَى مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيۡنَ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ مِلأُ السَّمٰوَاتِ وَالۡأَرۡضِ إِلَى أَبَدِ الۡآبَادِ۔

اس لئے اہلِ ایمان کو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات وفرمودات اور ہدایات کو جو سراسر ربانی ورحمانی بحق نبوت ورسالت ہیں بغیر کسی تردد اور قیل وقال کے اعتماد واعتقادات کے ساتھ شرح صدر سے قبول کرنا چاہیئے ،اور یہ فریضہ ایمان اور حق تعالیٰ کا مطالبہ ہے، اگر کوئی اس سے راہ فرار اختیار کرتا ہے تو وہ خود ہلاکت کی وادی میں جارہا ہے۔ ایسے لوگوں سے میل جول نہیں رکھنا چاہیئے۔

قرآن واحادیث کا جہاں تمسخر ہو ایسی مجلسوں میں نہ بیٹھو

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَدۡ نَزَّلَ عَلَيۡكُمۡ فِي الۡكِتَابِ أَنۡ إِذَا سَمِعۡتُمۡ آيَاتِ اللّٰهِ يُكۡفَرُ بِهَا وَيُسۡتَهۡزَأُ بِهَا فَلَا تَقۡعُدُوا مَعَهُمۡ حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيۡرِهِ إِنَّكُمۡ إِذًا مِثۡلُهُمۡ إِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الۡمُنَافِقِينَ وَالۡكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا (النساء:۱۴۰)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس یہ فرمان بھیج چکا ہے کہ جب احکام الٰہی کے ساتھ استہزاء اور کفر ہوتا ہوا سنو تو ان لوگوں کے پاس مت بیٹھو جب تک کہ وہ کوئی اور

بات شروع نہ کردیں، کہ اس حالت میں تم بھی ان ہی جیسے ہو جاؤ گے، یقیناً اللہ تعالیٰ منافقوں کو اور کافروں کو سب کو دوزخ میں جمع کردیں گے۔ (تھانویؒ)

علامہ عثمانی لکھتے ہیں:

یعنی مسلمانو! اللہ تعالیٰ پہلے قرآن شریف میں تم پر حکم بھیج چکا ہے کہ جس مجلس میں احکام الٰہی کا انکار اور تمسخر کیا جاتا ہو وہاں ہرگز نہ بیٹھو ورنہ تم بھی ویسے ہی سمجھے جاؤ گے۔ البتہ جس وقت وہ دوسری باتوں میں مشغول ہوں تو اس وقت ان کے پاس بیٹھنے کی ممانعت نہیں، منافقوں کی مجالس میں آیات واحکام الٰہی پر انکار واستہزا ہوتا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور جو فرمایا حکم آچکا تم پر اشارہ ہے سورہ انعام کی آیت: ۸ کی طرف۔

حضور پر نکتہ چینی کرنے والوں سے میل جول نہ رکھو

(۱) وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ (الانعام:۶۸)

اور جب تم ان لوگوں کو دیکھتے ہو جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جاؤ یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر تجھ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھو۔ (تھانوی)

علامہ عثمانی لکھتے ہیں:

یعنی جو لوگ آیات اللہ پر طعن واستہزاء اور ناحق نکتہ چینی میں مشغول ہو کر اپنے کو مستحق عذاب بنا رہے ہیں تم ان سے خلط ملط نہ رکھو کہیں تم بھی ان کے زمرے میں داخل ہو کر مورد عذاب نہ بن جاؤ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ اِنَّكُمْ اِذاً مِّثْلُهُمْ۔ ایک مومن کی غیرت کا تقاضا یہ ہونا چاہئے کہ ایسی مجلس سے بیزار ہو کر کنارہ کرے

،اور کبھی بھول کر شریک ہو گیا تو یاد آنے کے بعد فوراوہاں سے اٹھ جائے اس میں اپنی عاقبت کی درستگی ،دین کی سلامتی ،اور طعن واستہزا کرنے کے لئے عملی نصیحت اور تنبیہ ہے(علامہ عثمانیؒ)

آیت اللہ اور رسول اللہ کی باتوں کا مذاق اڑانے والوں سے اجتناب ضروری ہے

سورہ انعام کی مذکورہ آیت اور سورہ نساء کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے بہت واضح ہے کہ اگر کسی مجلس میں اللہ کی مبارک آیتوں اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت وعظمت اور آیات اللہ اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعن واستہزاء کیا جاتا ہو اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ایسے بدعقیدہ ظالم لوگوں کی مجالست اور مصاحبت سے مکمل اجتناب اور دوری اختیار کریں اور یہی ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کا اہم تقاضا ہے اور غیرت ایمانی کی علامت ودلیل ہے اور اس میں ان ظالموں کے لئے نصیحت بھی ہے، کہ جب اہل ایمان ناراضگی کے ساتھ ان کی مجلس سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور ناگواری کا اظہار کریں گے تو ان کو اپنے اس فعل قبیح اور بدعقیدگی پر ندامت ہوگی اور پھر یہ ہدایت کا ذریعہ بن جائے گی۔

سورہ نساء کی اس آیت کی تفسیر میں مولانا ادریس کاندھلویؒ لکھتے ہیں:

احکام شریعت کے ساتھ تمسخر قانون الٰہی کی توہین وتذلیل ہے، ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا بھی شرعاممنوع اور جرم ہے چہ جائے کہ ان سے دوستی کی جائے ،چنانچہ فرماتے ہیں کہ اے مسلمانوں جس کتاب پر تم ایمان رکھتے ہو اس کتاب میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل کیا ہے کہ جب تم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہوئے یا انکار و تمسخر اور مذاق ہوتے سنو تو اس حالت میں ان کفر کرنے والے مسخروں کے ساتھ نہ بیٹھو یہاں

تک کہ وہ اس کفر اور مسخرہ پن کو چھوڑ کر کسی اور بات میں نہ لگ جائیں کیونکہ اس حالت میں اگر تم ان کے پاس بیٹھے تو تم بھی انہیں جیسے ہو جاؤ گے۔

اس لئے جب تم احکام الٰہی کا تمسخر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھے اور اس کی تردید نہ کی تو تم اور وہ برابر ہو گئے اس لئے کہ ایسی حالت میں تمہارا ان کے ساتھ بیٹھنا اس بات کی علامت ہے کہ تم بھی اس کفر اور استہزاء پر راضی ہو۔ مشرکین مکہ اپنی مجلسوں میں بیٹھ کر قرآن کا مشغلہ بناتے، اور اس کی آیتوں کا مذاق اڑاتے اور اگر کوئی مسلمان کسی ضرورت سے ان کی مجلس میں جاتا تو اس کو قرآن کریم کی نسبت نامناسب الفاظ سننے پڑتے، اس پر اللہ تعالیٰ نے ''سورہ انعام'' میں حکم نازل کیا۔

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ۔

اور جب آنحضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو احبار یہود نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا اور مشرکین مکہ کی تقلید کی، منافق ان کی مجلسوں میں جاتے اور مضحکہ میں ان کے ساتھ شریک ہوتے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جو شخص آیات الٰہی کے ساتھ ہنسی کرنے والوں کے پاس بیٹھے گا وہ بھی کفر اور استہزاء میں ان کا شریک ہوگا۔

بے دین لوگ ہی انبیاء اور ان کی باتوں کا مذاق اڑاتے ہیں

بے دینوں کا قدیم دستور ہے کہ وہ انبیاء کرام اور ان کی باتوں کا مذاق اڑایا کرتے ہیں، جو شخص باوجود دعوائے اسلام کے احکام شریعت اور آں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثوں کا مذاق اڑائے، وہ شخص بلاشبہ منافق ہے اور پہلے زمانہ کے منافقوں سے بڑھ کر ہے، اس لئے کہ یہ مہذب اور متمدن دور احکام الٰہی کا مذاق اڑانے میں پہلے کے منافقوں سے آگے ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ منافقوں اور

کافروں کو دوزخ میں ایک جگہ جمع کرے گا۔ جس طرح وہ دنیا میں اکٹھے ہو کر اللہ کی آیتوں کا مذاق کرتے تھے اس طرح وہ عذاب دوزخ میں بھی اکٹھے رہیں گے۔ (معارف القرآن کاندھلوی، ج ۲ ص ۳۳۵)

حق جل مجدہ کی طرف سے اہل ایمان جو اللہ ورسول اور قرآن مجید اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شریعت مطہرہ کو اپنی ایمانی وربانی ہدایات کی بنیاد واساس مانتے ہیں ان کو حکم الٰہی ملا ہے کہ بے ایمان، فجار، فساق، منافقین، کی مجلسوں سے دور رہو، ان کے ساتھ مت بیٹھو، اور سبب اس کا یہ بتلایا گیا ہے کہ جب کبھی کسی مجلس میں جانا ہو تو یاد رکھو کہ جب اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار یا استہزاء ہونے لگے تو فوراً اٹھ جاؤ۔ کیونکہ ایسی مجلس میں بیٹھنا یا شرکت کرنا بھی حرام اور گناہ ہے جب کہ یہ عمل بذات خود کفر ہے، آیت قرآنی کے ایسے معانی نکالنا جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کی تفسیر کے خلاف ہو، یا اجماع امت کے خلاف ہو یہ سب تحریف معنوی ہے، اسی طرح احادیث رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بے ہودہ قسم کے شکوک وشبہات وارد کرنا اور اپنی نفسانی وشیطانی خواہشات کے پیشِ نظر غلط مفہوم بیان کرنا بھی اس حکم میں داخل ہے، اور ایسے لوگوں کی مجلس سے دوری اختیار کرنا ضروری ہے۔

الغرض جہاں اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف تذکرے ہوں اس مجلس سے اٹھ جانا چاہئے، اس میں ایمان واسلام کی سلامتی اور عاقبت کی عافیت ہے۔

فرمانِ رسول اور عمر بن عبدالعزیزؒ کا عمل

تفسیر ابن کثیر نے یہاں ایک روایت نقل کی ہے:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلَا يَجْلِسْ عَلٰى مَائِدَةٍ يُدَارُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ. (السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۷۰۸)

جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ ایسے دسترخوان

پر (کھانے کی ٹیبل اور میز پر یا پارٹی میں) نہ بیٹھے جہاں شراب کا دور چلتا ہو۔ (ابن کثیر حصہ ۱/ ۵۴۳۔ گلدستہ ۲/ ۱۷۶)

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ایک مرتبہ چند لوگوں کو اس جرم میں گرفتار کیا کہ وہ شراب پی رہے تھے، ان میں سے ایک شخص کے بارے میں ثابت ہوا کہ وہ روزہ رکھے ہوئے ہے، اس نے شراب نہیں پی، لیکن ان کی مجلس میں شریک تھا، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اس کو بھی سزا دی کہ وہ ان کی مجلس میں بیٹھا ہوا کیوں تھا۔ (بحر محیط ج ۳/ ص ۵۷۳۔ گلدستہ ۲/ ص ۱۷۶)

اہلِ ایمان جو اللہ تعالیٰ پر اور قرآن کی آیات پر اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور ان کے ارشادات پر اعتقاد و اعتماد کے ساتھ ایمان لاتے ہیں ان پر ضروری ہے کہ ایسے بد دین و بدعقیدہ جو احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف علی العموم زبان کھولتے ہیں وہ دراصل قرآن کے ہی منکر ہیں اور انکار حدیث انکار نبوت و رسالت ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی ایمان بالرسول کا مطالبہ کیا ہے، جس پر گذشتہ اوراق میں تفصیل سے وضاحت کر دی گئی ہے، تاہم اگر کسی کو شوق سے جہنم میں جانا ہے اور منکرین و منافقین کی راہ اختیار کرنی ہے تو یہ اس کا اپنا نصیب ہے، اہل ایمان کو اپنی سلامتی اور گمراہی سے بچنے کے لیے ایسی مجلس اور ایسے لوگوں سے دور ہی رہنا چاہیے اور یہ اللہ کا حکم ہے، اللہ تعالیٰ گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

اہل باطل سے مجالست کا حکم

حکیم الامت حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:

یہ استہزاء کرنے والے مکہ میں مشرکین تھے اور مدینہ میں تو یہود علانیہ اور منافقین صرف غرباء وضعفاء مسکین کے روبرو۔

پس جس طرح وہاں مشرکین کی مجالست ایسے وقت میں ممنوع تھی یہاں یہود اور

منافقین کی مجالست سے نہی ہے۔

اہلِ باطل (منکرین قرآن واحادیث) کے ساتھ مجالست کی چند صورتیں ہیں:

اول۔ان کی کفریات پر رضا کے ساتھ۔یہ کفر ہے۔

دوم۔اظہار کفریات کے وقت کراہت کے ساتھ مگر بلا عذر، یہ فسق ہے۔

سوم۔کسی ضرورت دنیوی کے واسطے، یہ مباح ہے۔

چہارم۔تبلیغ احکام کے لیے، یہ عبادت ہے۔

پنجم۔اضطرار بے اختیاری کے ساتھ، اس میں معذور ہے۔(تھانویؒ)

اللہ تعالیٰ نبوت ورسالت کی شہادت پر گواہ ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَرۡسَلۡنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيدًا ۔ (النساء ۷۹)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہیں۔ (تھانویؒ)

منافقوں کا خوبصورت رد

حق تعالیٰ رسول سے منافقوں کے الزام کو رد فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے تم کو تمام لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا، اور ہم کو سب کچھ معلوم ہے، ہم سب کے اعمال کا بدلہ دے لیں گے، تم کسی کے بیہودہ انکار والزام کی پروا نہ کرو، اپنا کارِ رسالت کیے جاؤ۔ (علامہ عثمانیؒ)

اللہ تعالیٰ نے رسالت نبوی پر اپنی گواہی ثبت کر کے معاً ارشاد فرمایا:

مَنۡ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدۡ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنۡ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرۡسَلۡنَاكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيظًا ۔ (النساء:۸۰)

یعنی جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جو شخص رو گردانی کرے سو ہم نے آپ کو ان کا نگراں کر کے نہیں بھیجا۔ (تھانویؒ)

آپ کی رسالت کو محقق فرما کر اب اللہ تعالیٰ آپ کے متعلق یہ حکم سناتا ہے کہ جو ہمارے رسول ﷺ کی فرماں برداری کرے گا وہ بیشک ہمارا تابعدار ہے جو اس سے روگردانی کرے گا تو ہم نے تجھ کو اے رسول ان لوگوں پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا کہ ان کو گناہ نہ کرنے دے ہم ان کو دیکھ لیں گے، تیرا کام صرف پیغام پہنچانا ہے، آگے ثواب یا عقاب یہ ہمارا کام ہے۔ (علامہ عثمانیؒ)

منافق کے انکارِ نبوت سے نفی نبوت ورسالت نہیں ہوسکتی

اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور (اگر کوئی منافق، کافر انکار کرے تو اس کے انکار سے نفی نبوت کی کب ہوسکتی ہے، کیوں کہ) اللہ تعالیٰ (آپ ﷺ کی رسالت کے) گواہ کافی ہیں (جنھوں نے قولی وفعلی شہادت دی ہے، قولی تو مثلاً یہی کلمہ، و ارسلنك۔ اور فعلی یہ کہ معجزات، جو دلیل اثباتِ نبوت ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرماتے۔ (تھانویؒ)

وہ حضرات جو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کو مقام نبوت ورسالت سے گھٹا کر یا ہٹا کر حاکم کی حیثیت دیتے ہیں تا کہ انکارِ حدیث کو فروغ دیں اور رسول ﷺ کے ارشادات و ہدایات کو جو از اول تا آخر رشد و ہدایت کی ضامن ہیں، ان سے اعتقاد واعتماد کو مشکوک ومجروح کریں، ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے اس عملِ قبیح اور فعلِ شنیع سے رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا اور نہ ہی خاتم النبیین ﷺ کی نبوی حیثیت جو عند اللہ ہے وہ متأثر ہوسکتی ہے۔

کیوں کہ حق تعالیٰ کی ذاتِ اقدس خود اس کی گواہ ہے، اور عجیب بات ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور الوہیت کی شہادت خود دی ہے، چنانچہ فرمایا:

شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۔(آل عمران ۱۸)

گواہی دی اللہ تعالیٰ نے اس کی کہ بجز اس ذات کے کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں، اور فرشتوں نے بھی، اور اہل علم نے بھی، وہ اس شان کے ہیں کہ اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والے ہیں، ان کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں، وہ زبردست ہیں، حکمت والے ہیں۔ (تھانویؒ)

مذکورہ آیت میں صراحت کردی گئی کہ اللہ تعالیٰ معبود برحق ہیں اور اس کے علاوہ کسی میں معبود بننے کی قطعاً صلاحیت نہیں ہے، اسی کو پوری قوت سے حق تعالیٰ نے اپنی اور فرشتوں اور اہل علم کی شہادت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت کی شہادت وگواہی کا ذکر کر کے اہل ایمان کو ہدایت دی ہے کہ منصب نبوت ورسالت کی حیثیت کو ملحوظ رکھو گے تو ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کی حقیقت اور رحلاوت ولذت سے آشنا ہو گے۔

نیز آیت میں آیا ہے: وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا (النساء: ۷۹)

اس سے دو بات قوت وقطعیت کے ساتھ ثابت ہوتی ہے جس کا خیال رکھنا اور ایمان لانا ضروری ہے۔

(۱) حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بحیثیت رسول تمام عالم اور تمام لوگوں کے لیے بھیجا ہے اور اہل ایمان پر ضروری ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بحیثیت نبی ورسولِ خاتم ہی جانے اور مانے، اللہ تعالیٰ نے جو مقام آپ کو عطا کیا ہے اس میں قادیانیوں کی طرح ردوبدل نہ کرے، اور اپنی عاقبت وآخرت کو تباہ وبرباد نہ کرے۔

(۲) دوسری اہم بات یہ کہ ہمارے نبی ورسول محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے بحیثیت نبوت و رسالت عالم کے لوگوں کے لیے بھیجا ہے، خواہ اس وقت موجود ہوں یا آئندہ قیامت تک پیدا ہوں اور اس کی شہادت و گواہی اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ منکرین رسالت ہوں یا منکرین ارشاداتِ نبوت و رسالت ہوں اس انکار کی نحوست و شامت انھیں پر لوٹے گی، کیوں کہ حق تعالیٰ نے کامیابی و کامرانی تو کمالِ اتباعِ رسول میں رکھی ہے، اور جو اطاعتِ رسول سے اعراض کرے گا تو اس کو اس دنیا میں اختیار ہے کہ خیر و برکت سے روگردانی کر کے نحوست اور مصیبت کے سمندر میں غوطہ لگا کر اپنا نقصان کرے، یا نبی کی اتباع کر کے آخرت کی کامیابی حاصل کر لے، اس سے نبی و رسول کا نقصان نہیں ہے، نہ ہی اللہ تعالیٰ نبی و رسول کو ایسے گمراہ لوگوں کا نگراں ونگہبان بنایا ہے۔

الغرض قرآن مجید میں بار بار اس عقیدہ کی قطعیت کو دہرایا گیا ہے کہ نبی و رسول کو مقامِ نبوت و رسالت کے الٰہی منصب اور حیثیت سے جو من جانب اللہ ذمہ داری دی گئی ہے، ابلاغِ حق کی، اور تم پر ذمہ داری ہے اس کو قبول کرنا اور اطاعت کرنا، اتباع کرنا، تاکہ بروز قیامت اللہ تعالیٰ کی حجت تام ہو جائے۔

رسول اللہ کی بعثت اللہ کی حجت ہوتی ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۔ (النساء ١٦٥)

ان سب کو خوشخبری دینے والے اور خوف سنانے والے بنا کر اس لیے بھیجا تاکہ لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے سامنے ان پیغمبروں کے بعد کوئی عذر باقی نہ رہے اور اللہ تعالیٰ پورے زور والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں۔ (تھانویؒ)

انبیاء ورسل کی بعثت کا مقصد اللہ تعالیٰ کی جانب سے برہان وحجت ہوتی ہے، ظاہر سی بات ہے انبیاء ورسل کو بحیثیت نبوت ورسالت جو لوگ نہیں مانتے یا انکی اطاعت واتباع میں سطحی قسم کے شکوک وشبہات پیدا کر کے اس سے راہِ فرار اختیار کرتے ہیں، حق تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ ان پر اللہ کی جانب سے حجت تام کر دی گئی ہے، اب ان کا عذر بارگاہِ قدس میں مسموع نہ ہوگا نہ کوئی عذر قبول ہوگا، کیوں کہ بعثتِ رسول بحیثیتِ رسول خود اللہ تعالیٰ کی جانب سے حجت ہے، پھر مزید معجزات و بیّنات اس حجت پر دلیل و برہان ہوتی ہے، جب کہ حق تعالیٰ نے خود ہی شہادت دی ہے اور فرشتے بھی شہادت وتصدیق کر رہے ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَکِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ وَالْمَلَائِكَةُ يَشْهَدُونَ وَكَفَى بِاللّٰهِ شَهِيدًا (النساء ۱۶۶)

لیکن اللہ تعالیٰ نے بذریعہ اس کتاب کے جس کو آپ کے پاس بھیجا ہے اور بھیجا بھی اپنے علمی کمال کے ساتھ شہادت دے رہے ہیں اور فرشتے تصدیق کر رہے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہی کی شہادت کافی ہے۔ (تھانویؒ)

آیت کا شانِ نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اللہ کی قسم تم یقیناً جانتے ہو کہ میں اللہ کا برحق رسول ہوں، صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، یہودیوں نے انکار کر دیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

لَکِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ ۔ الآیۃ

آیت ربانی میں واضح کیا گیا کہ اس کتابِ معجز کے ذریعہ سے جو اس کے علمی کمال کا

مظہر ہے آپ ﷺ کی نبوت ورسالتِ خاتمیت پر گواہ ہے، اور یہ قرآن مجید آپ کی نبوت کی شہادت دیتا ہے اور فرشتے بھی آپ ﷺ کی نبوت و رسالتِ خاتمیت کی شہادت و گواہی دیتے ہیں، اگر چند حمقاء، ناعاقبت اندیش خاتم الانبیاء کی نبوت و رسالت کی ربانی حیثیت ومقام کو نہ مانیں اور تسلیم نہ کریں تو مت کریں، حق تعالیٰ رب العرش العظیم کی آپ کی نبوت ورسالت کی شہادت وگواہی کافی ہے، احمقوں کی تصدیق و تسلیم کی آپ ﷺ کو حاجت ہی نہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی گواہی وشہادت کے بعد کسی کی گواہی کی ضرورت ہی نہیں، جس ذات ربّ ذوالجلال والاکرام نے آپ کو نبوت و رسالت پر فائز کیا ہے تو اس کی گواہی کافی ووافی ہے اور اس کے فرشتے کی تصدیق اور تائید کے لیے بدر وحنین میں بحکم الٰہی نازل ہوئے، یہ بھی دلیل نبوت ہے۔

اب جو آپ کو بحیثیت نبوت و رسالت نہ مانے، آپ ﷺ اس کی پرواہ نہ کریں۔ تفصیل کے لیے تفسیر کی طرف رجوع کریں۔

سچے نبی، سچی کتاب، سچا دین

اسی لیے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَكُمْ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۔ (النساء ۱۷۰)

اے تمام لوگو! تمہارے پاس یہ رسول سچی بات لے کر تمہارے پروردگار کی طرف سے تشریف لائے ہیں، سو تم یقین رکھو یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا، اور گر تم منکر رہے تو اللہ تعالیٰ کی ملک ہے یہ سب جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ پوری اطلاع رکھتے ہیں، کامل حکمت والے ہیں۔ (تھانویؒ)

علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں:

آپ کی اور آپ کی کتاب کی تصدیق اور آپ کے مخالفین یعنی اہل کتاب کی تغلیط اور تضلیل بیان فرما کر اب عام لوگوں کو منادی کی جاتی ہے کہ اے لوگو! ہمارا رسول سچی کتاب اور سچا دین لے کر تمہارے پاس پہنچ چکا، اب تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ اس کی بات مانو، اور نہ مانوگے تو خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اور تمہارے تمام احوال اور افعال سے خبردار ہے، تمہارے اعمال کا پورا حساب و کتاب ہو کر اس کا بدلہ ملے گا۔

فائدہ: اس ارشاد سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ وحی جو پیغمبر پر نازل ہوئی، اس کا ماننا فرض اور اس کا انکار کفر ہے۔ (علامہ عثمانی)

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اے تمام جہاں کے لوگو! تمہارے پاس یہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچی بات (یعنی سچا دعوی، سچی دلیل) لے کر تمہارے پروردگار (جل شانہ) کی طرف سے تشریف لائے ہیں سو (مقتضیٰ اثباتِ دعوی بالدلیل الصحیح کا یہ ہے کہ) تم (ان پر اور جو فرما دے سب پر) یقین رکھو (جو پہلے سے یقین لائے ہوئے ہیں وہ اس پر قائم رہیں اور جو نہیں لائے اب اختیار کرلیں، یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا کیونکہ نجات ہوگی) اور اگر منکر ہو گئے تو تمہارا ہی نقصان ہے، اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تو ملک ہے یہ سب جو کچھ بھی آسمانوں میں اور زمینوں میں موجود ہے، تو ایسے عظیم الشان مالک وقادر کو کیا نقصان پہنچا سکتے ہو مگر اپنی خیر مناؤ اور اللہ تعالیٰ سب کے ایمان اور کفر کی پوری اطلاع رکھتے ہیں۔

(اور دنیا میں جو پوری سزا نہیں دیتے تو اس لیے کہ) کامل حکمت والے

بھی ہیں، وہ حکمت اس کو مقتضی ہے) (خلاصۂ تفسیر)

خلاصۂ کلام بس اتنا ہے کہ ہدایت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت میں منحصر ہے اور گمراہی رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کا نام ہے، یہ کتنی عمیق حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں:

قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَكُمْ ۔ الآیۃ

یعنی نبوت اور رسالتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہود کے تمام شکوک وشبہات کا کافی اور شافی جواب دینے کے بعد تمام لوگوں کو حق وصداقت کی دعوت دی گئی ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کے سچے رسول اور برحق نبی ہیں بحیثیت نبوت اور رسالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق وصداقت لے کر آئے ہیں اس کو قبول کرنے میں کسی بھی طرح شک یا تردد نہ کرو، نہ ہی قبول کرنے میں تامل کرو

إِنْ تَكْفُرُوا

اگر محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بحیثیت نبوت اور رسالت نہ مانو گے تو اللہ رب العزت بے نیاز ہے، اس کو لوگوں کے ایمان وکفر کی سب خبر ہے، تمہارا ہی نقصان ہے بات بہت ہی صاف اور واضح ہے کہ اللہ رب العزت کو معبود حقیقی اور خالق کائنات اور ان تمام صفات ذاتیہ سے متصف ماننا اہل سنت وجماعت کے یہاں ضروری ہے، اسی طرح نبی ورسول کو بھی انہی صفات قدسی کے ساتھ ماننا ضروری ہے جو اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے آخر بار بار اللہ تعالیٰ ان کی صفاتِ حمیدہ ذکر کرتے وقت ان کی نبوت ورسالت کا ذکر کیوں کرتے ہیں۔

نبوت کی حیثیت کا انکار کافروں کا شیوہ ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي

وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ۔(الرعد۴۳)

ترجمہ: اور یہ کافر لوگ یوں کہہ رہے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ پیغمبر نہیں، آپ فرما دیجیے کہ میرے اور تمہارے درمیان میں نبوت پر اللہ تعالیٰ اور وہ شخص جس کے پاس کتاب آسمانی کا علم ہے کافی گواہ ہے۔(تھانویؒ)

دلائل نقلیہ وعقلیہ کے بعد نبوت ورسالت کی حیثیت کا انکار شقاوت ہے

مراد اس سے وہ علماء اہل کتاب ہیں جو منصف تھے اور نبوت کی پیشین گوئی دیکھ کر ایمان کے لیے آئے تھے۔

مطلب یہ ہوا کہ میری نبوت کی دو دلیلیں ہیں عقلی اور نقلی، عقلی تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو معجزات عطا فرمائے جو دلیل نبوت اور اللہ کے گواہ ہونے کے یہی معنی ہیں، اور نقلی یہ کہ سابقہ کتب سماویہ میں اس کی خبر موجود ہے، اگر یقین نہ آئے تو منصف علماء سے پوچھ لو وہ ظاہر کر دیں گے۔

دلائل عقلیہ وہ نقلیہ کے ہوتے ہوئے نبوت کا انکار کرنا بجز شقاوت کے اور کیا ہے۔ (تھانویؒ)

حق جل مجدہ نے قرآن اور صاحب قرآن کی حقانیت کی شہادت دی ہے

آیت مذکورہ کی مزید توضیح میں علامہ عثمانی لکھتے ہیں:

''یعنی تمہارے جھٹلانے سے کچھ نہیں ہوتا جب کہ حق سبحانہ وقدوس میرے صداقت کے بڑے بڑے نشان دکھلا رہا ہے، قران جو اس کا

کلام ہے جیسے اپنے کلام الٰہی ہونے کی شہادت دیتا ہے اسی طرح میرے پیغمبر برحق ہونے کا گواہ ہے اگر انکھیں کھول کر دیکھوتو سخت ناموافق حالات میں سچ کا اس شان سے پھیلتے جانا اور دشمنوں تک کے دلوں میں گھر کرنا اور جھوٹ کا مغلوب ومقہور ہو کر سمٹتے رہنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھلی ہوئی گواہی میری حقانیت کی ہے۔

جن لوگوں کو قرآن کا علم اور اس کے حقائق کی خبر ہوگئی ہے وہ بھی دل سے گواہ ہیں کہ میں نے کچھ جھوٹ نہیں بنایا، نیز جنہیں پہلی کتاب کتب سماویہ اور ان کی پیشین گوئیوں کی اطلاع ہے ان کے دل گواہی دیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھیک ان پیشین گوئیوں کے مطابق تشریف لائے ہیں جو سینکڑوں برس پیشتر موسیٰ اور مسیح کر چکے تھے، عَلَيۡهِمَا وَعَلٰى نَبِيِّنَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ۔

اے اللہ تو گواہ رہ، جس چیز کی گواہی تو نے اور تیری کتاب والوں نے دی یہ عاجز خاطی بھی صدق دل سے اس کی گواہی دیتا ہے۔ (علامہ عثمانی)

سراپا مجموعہ تقصیر محمد ثمین اشرف بھی گواہی دیتا ہے۔

وہ حضرات جو انبیاء اور رسول کے مقام نبوت ورسالت کو جو ایک الٰہی اور ربانی فریضہ کی ادائیگی کے لیے عطا کیا گیا ہے تسلیم نہیں کرتے اور کفار ومشرکین کی راہ اختیار کرتے ہیں وہ مذکورہ آیت کو بار بار پڑھیں اور مقام نبوت ورسالت کی حیثیت کو قبول کر کے سعادت دارین حاصل کریں، نبی ورسول کو حکمراں کہنے کی سخت گستاخی اور استہزا بالرسول کے جرم سے بچیں کیونکہ ناعاقبت اندیش لوگ ایسا کرتے ہیں۔

اللہ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدِ اسۡتُهۡزِئَ بِرُسُلٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ فَأَمۡلَيۡتُ لِلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ثُمَّ

أَخَذۡتُهُمۡ فَكَيۡفَ كَانَ عِقَابِ۔ (الرعد ۳۲)

اور بہت سے پیغمبروں کے ساتھ جو آپ کے قبل ہو چکے ہیں استہزاء ہو چکا ہے پھر میں ان کافروں کو مہلت دیتا رہا پھر ان پر دار و گیر کی سو میری سزا کس طرح تھی۔(تھانویؒ)

اللہ تعالیٰ مجرموں کو فوراً نہیں پکڑتے، مہلت دیتے ہیں، لوگ یہیں سے دھوکہ کھا جاتے ہیں اور جری بنتے رہتے ہیں۔ وہ حضرات جو اللہ اور اس کے رسول کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان پر ہمارا ایمان ہے ان کو بے ایمانوں کی راہ سے قولاً وعملاً دوری اختیار کرنی چاہیے اسی میں ان کے ایمان کی حفاظت وسلامتی ہے اور دنیا و اخرت کی سعادت بھی، بے شمار مقامات پر قرآن مجید نے معترضین اور منکرین نبوت اور رسالت کے اس بیہودہ اور باطل اعتراض کا جواب دیا ہے اور انبیاء اور رسول کی شرعی وہ الٰہی حیثیت کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنۡ يُؤۡمِنُوا إِذۡ جَاءَهُمُ الۡهُدَىٰ إِلَّا أَنۡ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا۔ (اسراء ۹۴)

ترجمہ: اور جس وقت ان لوگوں کے پاس صداقت پہنچ چکی اسوقت ان کو ایمان لانے سے بجز اس کے اور کوئی (قابل التفات) بات مانع نہیں ہوئی کہ انہوں نے کہا، کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔(تھانوی)

تمام انبیاء و رسل حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نوع انسانی کی ہدایت کیلئے انہیں میں سے بھیجے گئے تاکہ اللہ تعالیٰ کا پیغام انسانی مناسبت کی وجہ سے مکمل پہنچایا جا سکے اور افادہ و استفادہ بدرجہ اتم واکمل ہو سکے، اگر فرشتے بھیجے جاتے تو بھی منکرین کہہ دیتے کہ ہم تو انسان ہیں، ہماری بے شمار حاجتیں اور پیدائشی کمزوریاں ہیں، وہی ایمان لانے میں رکاوٹ ہیں، فرشتے اُن حاجتوں

سے بے نیاز ہیں، اور ہمارے اوران کے درمیان مناسبت نہیں ہو پا رہی ہے، اب جب انسانوں کے درمیان انہیں میں سے نبی ورسول بھیجا گیا تو ان کی ربانی اورالہی حیثیت نبوت ورسالت کے منکر بن رہے ہیں، یہ تمام اعتراض یہودو نصاری اور مشرکین وکفار کے ہیں، اب ایک طبقہ اورگروہ جو بظاہراپنے کوایماندار اور مسلمان کہتا ہے وہ بھی انہی گمراہوں کی راہ اختیار کررہا ہے۔

یہودیوں نے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی نبوی حیثیت کوتسلیم نہیں کیا اورقتل کردیا ، چنانچہ ان کے بارے میں کہا گیا

وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ۔ (البقرۃ:۶۱)

اورقتل کردیا کرتے تھےنبیوں کوناحق

قرآن مجید نے اس امرکوبھی واضح کردیا کہ منکرین کی طبیعت کے خلاف جب شریعت کاحکم انبیاء نے بتلایا، تو ان کو یہ بات پسند نہ آئی اور انہوں نے یا تو نبی کو جھٹلایا، یاقتل کردیا۔

اللہ تعالیٰ کاارشادہے:

أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَى أَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ (البقرہ)

ترجمہ: پھر بھلا کیا جب تمھارے پاس لایا کوئی رسول وہ حکم جونہ بھایا تمھارے جی کوتوتم تکبر کرنے لگے پھر ایک جماعت کوجھٹلایا اور ایک جماعت کوتم نےقتل کر دیا۔(شیخ الہند)

ایمان نام ہےانبیاء ورسول پرایمان لانے اوران کی تمام ہدایات وارشادات پر ایمان لانا اوران کوقبول کرنے کا، نہ کہ من چاہی بات کوکو ماننے اور جومن کے خلاف ہواس کورد کردینے کا۔

نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٍ وَنَكۡفُرُ بِبَعۡضٍ (النساء: ۱۵۰)

یعنی بعض جو من کے موافق ہو ماننا اور بعض جو من کے مخالف ہوا نکار کرنا یہ ایمان نہیں ہے۔

اللہ ورسول کی اطاعت ہی میں رحمت منحصر ہے

قرآن مجید نے بے شمار مقامات پر انبیاء ورسل علیہم السلام کا ان کی صفت نبوت در سالت سے بھی ذکر کیا ہے اور تاکید کی ہے کہ اُن کے ارشادات وہدایات کو عام لوگوں کی طرح نہ سمجھنا بلکہ غیر معمولی اہمیت وافادیت اور رشد وہدایت اور دنیا وآخرت کی سعادت اور فوز وفلاح کا ربانی پیغام مان کر ایمان لانا، اور اسی کے مطابق اپنی خلوت وجلوت اور ظاہر وباطن کو سنوارنا، اسی میں تمہارے رب کی رضا اور خوشنودی ہے۔ اللہ رب العزت محض اپنے فضل سے ہمارے سینہ کو شکوک وشبہات سے محفوظ رکھے، اور ہر طرح کی گمراہی سے اور گمراہ لوگوں سے اور گمراہ جماعت سے ہماری حفاظت فرمائے۔ اور حضرت خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بحیثیت خاتم النبیین و نبی الانبیاء وسید المرسلین وہ ایمان وایقان اور عقیدت ومحبت عطا فرمائے جو عرش عظیم کے رب کا مطالبہ اور سبب رضوان وغفران رحمان ہو۔

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اہلِ ایمان کو قوت کے ساتھ ہدایت دی ہے کہ منافقین اور منکرین خواہ وہ قرآن کے منکر ہوں یا صاحبِ قرآن کے دونوں ہی گمراہ لوگ ہیں، ان کی صفات سیئہ سے دور رہیں، اور اللہ ورسول کی دل وجان سے اطاعت کریں، اور رشد وہدایت کی تعلیمات پر مضبوطی کے ساتھ جم جائیں کیونکہ یہی کامیابی وکامرانی کی کلید ہے اور ایسے ہی لوگوں پر اللہ رب العزت قیامت میں رحم فرمائے گا۔

اللہ کا ارشاد ہے:

وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۔(توبۃ ۷۱)

اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانتے ہیں ان لوگوں پر ضرور اللہ تعالیٰ رحمت کرے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ قادر (مطلق) ہے، حکمت والا ہے۔ (تھانویؒ)

درحقیقت اطاعتِ رسول کی برکت سے انسان کے اندر گہری اور قوی ربانی قوت ابھرتی ہے، اور وہ خیر وبھلائی کی طرف لے جاتی ہے، طبیعت میں عبادت کا ذوق پیدا ہوتا ہے، جس کی وجہ سے معصیت سے نفرت ہو جاتی ہے اور یہی علامتِ ایمان ہے۔

اللہ رب العزت نے رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت کہا اور دنیا وآخرت کی تمام تر سعادتیں اطاعتِ رسول میں منحصر کر دیں اور اپنی رضا کی بشارت دی، اللہ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے اور اطاعتِ رسول پر استقامت کی توفیق بخشے، آمین۔

ایمان کے ساتھ معیتِ رسول حشر میں اہل ایمان کا نور ہوگا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۔ (تحریم آیت ۸)

ترجمہ: جس دن کہ اللہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی کو اور جو مسلمان (ایمان اور دین کی رو سے) اُن کے ساتھ ہیں ان کو رسوا نہ کرے گا، ان کا نور اُن کے داہنے اور ان کے سامنے دوڑتا ہوگا (جیسا کہ سورہ حدید میں ہے اور وہ) یوں دعا کرتے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہمارے لیے ہمارے اس نور کو اخیر تک رکھیے (یعنی راستہ میں گل نہ ہو جائے) اور

ہماری مغفرت فرمادیجیے آپ ہر شے پر قادر ہیں۔(تھانویؒ)

ایمان واطاعت رسول کا قیمتی ثمرہ

قرآن مجید نے ایمان باللہ کے ساتھ ایمان بالرسول کی غیر معمولی اہمیت کے پیش نظر دونوں کو ساتھ ساتھ عقیدہ کے طور پر ذکر کیا ہے، جو پچھلے اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

مذکورہ آیت میں نبی پر بحیثیت نبوت ایمان لانا اور اعتقاد و اعتماد کے ساتھ اطاعت کرنا اللہ رب العزت کے یہاں اتنا اونچا مقام رکھتا ہے کہ جب حشر کے دن اللہ رب العزت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت دیں گے اور نوازیں گے تو اس کے ساتھ ان اہلِ ایمان کو بھی کامیابی و کامرانی کا تحفہ دیں گے جو ایمان اور دین کے اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کامل متبع ہوں گے اسی کو نمایاں کرنے کے لیے

وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ

ارشاد ہوا ہے۔

اللہ نور ہے آسمان وزمین کا

اسلامی عقیدہ کے تحت اللہ رب العزت نورِ مطلق ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اللّٰهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ-(نور ۵۳)

اللہ تمام آسمانوں اور زمین کا نور ہے

یہاں یہ بات بطور عقیدہ کے ذہن نشیں رہنی چاہیے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات مثلاً سمع، بصر وغیرہ کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی، ایسے ہی صفت نور بھی ہے، ممکنات کے نور پر قیاس نہ کیا جائے۔(علامہ عثمانیؒ)

یعنی آسمان و زمین کی تمام مخلوقات کو ہدایت کا نور پہنچانے والا صرف اللّٰهُ نُورُ

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ہے۔

سب مخلوق کو نورِ وجود اسی سے ملا ہے۔ چاند، سورج، ستارے، فرشتے اور انبیاء و اولیاء میں جو ظاہری و باطنی روشنی ہے وہ اسی منبع النور سے مستفاد ہے۔ ہدایت ومعرفت کا جو حصہ کسی کو پہنچتا ہے اسی بارگاہ رفیع سے پہنچتا ہے، تمام علویات وسفلیات اُس کی آیات تکوینیہ وتنزیلیہ سے منور ہیں، حسن و جمال یا خوبی وکمال کی کوئی چمک اگر کہیں نظر آتی ہے تو وہ اُسی کی وجہ سے منور اور ذات مبارک کے جمال وکمال کا ایک پرتو ہے۔(علامہ عثمانیؒ)

نورالٰہی کا عکس ہدایت کا ذریعہ بن گیا

حدیث شریف میں آیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَ خَلْقَهٗ فِي ظُلْمَةٍ ثُمَّ اَلْقٰى عَلَيْهِمْ مِنْ نُوْرِهٖ فَمَنْ اَصَابَهٗ مِنْ نُوْرِهٖ يَوْمَئِذٍ اهْتَدٰى وَمَنْ اَخْطَأَهٗ ضَلَّ۔

اللہ عزوجل نے انسان کو ظلمت میں پیدا کیا اور اپنا نور اسی دن اُن سب پر ڈالا۔ پس جس نے (توجہ کے ساتھ اس) نور کو حاصل کیا اس نے ہدایت پائی اور جس نے خطا کی (یعنی بے التفاتی کی اور چوک گیا) وہ محروم اور گمراہ ہوا۔ (فیض القدیر رقم ۱۷۳۳۔ یہ روایت ترمذی میں رقم ۲۶۴۳ پر اور مسند احمد میں رقم ۶۶۴۴ پر ہے)

سیدھی سادی بات ہے کہ اللہ رب العزت نے نفس کو اس کی بدکاری اور اس کی پرہیزگاری الہام فرمائی، یہ الہام تکوینی ہے۔ چنانچہ قلب میں جو بدی کی طرف میلان پایا جاتا ہے اور جو نیکی کی طرف رجحان ہوتا ہے یہ باتیں فطرت کا تقاضہ ہیں۔

فَاَلْقٰى عَلَيْهِمْ مِنْ نُوْرِهٖ

اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا کچھ نور ڈالا۔ یعنی وحی کے ذریعہ ابنیاء کے توسط سے لوگوں

کو اپنا دین اور اپنا علم پہنچایا فَمَنۡ اَصَابَهٗ مِنۡ نُوۡرِهٖ يَوۡمَئِذٍ اهۡتَدٰى وَ مِنۡ اَخۡطَاَهٗ ضَلَّ یعنی جس شخص کو اس نور میں سے حصہ ملا وہ راہ یاب ہوا، اور جو اس نور سے چوک گیا وہ گمراہ ہوا۔

یعنی ہدایت وضلالت انسان کا اختیاری عمل ہے۔جس نے اللہ کے نازل کئے ہوئے دین کی پیری کی وہ راہ راست پر آیا۔(تحفہ الالمعی ۲/ص ۴۲۱)

اَللّٰهُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ نے مخلوق کو پیدا فرمانے کے بعد تکوینی نظام کے تحت اپنا نور ہدایت ومعرفت اُن پر ڈالا اور اقرار ربوبیت کے ذریعہ سب نے قَالُوۡا بَلٰى کے الفاظ میں اقرار وشہادت دے دی پھر وحی الٰہی اور انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والسلام کی معرفت لوگوں کو دین حنیف اور شریعتِ ربانی اور مرضیات الٰہی سے باخبر کر دیا اسی کو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَمَنۡ اَصَابَهٗ مِنۡ نُوۡرِهٖ يَوۡمَئِذٍ اهۡتَدٰى سے تعبیر فرمایا ہے کہ فطرت کی تخلیقی ہدایت کو ملحوظ رکھا اور شریعت کے پیغام ہدایت کو عملی جامہ پہنا کر چار چاند لگایا، تو ظاہر ہے وہ راہ یاب ہوا، اور ہدایت پا گیا، اور جو فطری وموہوب ہدایت کو چھوڑ کر وحی الٰہی اور انبیاء ورسل کی تعلیمات سے منحرف ہوا وہ گمراہ ہو گیا۔

تو نور مطلق نے نور ہدایت کی تجلی عطا کر دی اور وہ وحی کی شکل میں موجود ہے۔

نور مطلق کا واسطہ

اَللّٰهُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ کی عظمت وکبریائی کی شان کا اندازہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کون کر سکتا ہے۔

سیرت کی کتابوں میں ہے خاتم الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے ساتھ جب طائف کے سفر میں وہاں کے لوگوں نے غیر انسانی واخلاقی معاملہ کیا تو حضرت خاتم الانبیاء حضور حق میں اپنا دکھڑا سنانے لگے، عاجز وراقم کی محدود معلومات میں فصاحت و

بلاغت اور اعجاز کا یہ انوکھا ونرالا اور اچھوتا انداز خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ختم نبوت کی واضح دلیل ہے، اور یہ بول نبی الانبیاء کی ہی شان ہو سکتی ہے، غیر بنی یہ انمول بول بول ہی نہیں سکتا، نہ غیر نبی کی زبان پر ایسے انوکھے کلمات جاری ہو سکتے ہیں، یہ دعا سیرت کی کتابوں میں موجود ہے۔ (دیکھیں سیرت المصطفیٰ۔ ۱/ ۲۳۴)

ذیل میں انہیں یہاں بھی درج کیا جارہا ہے:

اللّٰھُمَّ إِلَیْکَ أَشْکُوْا ضَعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّۃَ حِیْلَتِیْ وَھَوَ انِیْ عَلی النَاسِ یَا اَرْحَمَ الرَاحِمَیْنَ أَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ إِلٰی مَنْ تَکِلُنِیْ اَم إِلٰی عَدُوٍّ بَعِیدِ یَتَجَھَّمُنِیْ أَمْ إِلٰی صَدِیْقٍ قَرِیْبِ مَلَّکْتَہٗ اَمْرِیْ إِنْ لَمْ تَکُنْ غَضْبَاناً عَلَیَّ فَلَا أُبَالِیْ غَیْرَ اَنَّ عَافِیَتَکَ ھِی أَوْسَعُ لِیْ۔

أَعُوذُ بِنُوْرِ وَجْھِکَ الذِیْ أَشْرَقَتْ لَہٗ الظُلُمَاتُ وَ صَلُحَ عَلَیْہِ أَمْرُ الدُنْیَا وَالاٰخِرَۃِ مِنْ اَنْ تُنْزِلَ بِی غَضَبَکَ أَوْ یَحِلَّ بِی سَخَطُکَ وَ لَکَ العُتْبیٰ حَتّٰی تَرْضٰی وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ إِلّا بِکَ: (اخرجہ ابن اسحاق والطبر انی)

اے اللہ! میں تجھ سے اپنی کمزوری اور تدبیر کی کمی اور لوگوں کی بےتوقیری کی شکایت کرتا ہوں، اے ارحم الراحمین تو کمزوروں کا خاص طور پر مربی اور مددگار ہے، تو مجھے کس کے سپرد کرے گا، کسی غضبناک اور ترش رو دشمنکے یا کسی دوستکے، کہ جس کو تو میرے امور کا مالک بنائے، اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو پھر مجھے کسی کی پرواہ نہیں، مگر تیری عافیت اور سلامتی میرے لئے باعث صد سہولت ہے، میں پناہ چاہتا ہوں تیرے چہرے کے مبارک نور کے واسطے سے ہے جس سے تمام ظلمتیں کافور ہوگئیں، اور اسی نور سے دنیا اور آخرت کا کارخانہ چل رہا ہے۔ میں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب اور ناراضگی مجھ پر آئے یا تو مجھ سے غصہ ہو، اور اصل مقصود تجھ ہی کو سنانا اور راضی کرنا ہے، بندہ میں کسی شر سے پھیرنے اور خیر پر آمادہ کرنے کی قدرت

نہیں مگر جتنی تیری بارگاہ سے عطا ہو جائے۔

سفر طائف سے امت کو نور مطلق کے ذریعے دعا کا تحفہ ملا

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جب اہل طائف نے غیر انسانی سلوک کیا تو رحمتِ دو عالم، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک آنے والی انسانیت کو پیغام ہدایت اور فتح باب رحمت کی ایسی کلید عطا فرمائی جس سے انسانیت مطلق بے خبر تھی، خاتم الانبیاء علیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ کی بارگاہ بے نیاز میں مناجات اور تضرع والحاح، لجوء ورجوع اور دل کی عمیق گہراہوں سے نیاز مندانہ عجز وافتقار کے ساتھ اپنا درد پیش کیا اور واسطہ بھی نور مطلق یعنی مبارک چہرے کے نور کا دیا، جس سے زیادہ پر عظمت وبرکت اللہ کی جناب میں رسائی کے لیے ہم عاجز لوگوں کے لیے کوئی چیز نہیں، نہ ہی اس سے اعلی وافضل کوئی واسطہ ممکن ہوسکتا ہے۔

اللہ نور کے خالق ہیں

قرآن مجید نے ہمیں ایک اور مضبوط ومستحکم عقیدہ عطا کیا کہ اللہ پاک کی ذات جو تمام صفاتِ کمالات کی جامع ہے اور ہر قسم کی خوبیوں کا منبع ہے اور وہ تمام جہاں کا خالق ومالک ہے اور ہر وہ چیز جو مخلوق ہے وہ الٰہ ومعبود نہیں ہوسکتی۔ نہ ہی معبود بننے کی اس میں صلاحیت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ (الأنعام،۱)

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے پیدا کیے آسمان اور زمین اور بنایا اندھیرا اور اجالا پھر بھی یہ کافر اپنے رب کے ساتھ اوروں کو برابر کیے دیتے ہیں۔

آیت میں یہ بتلایا جا رہا ہے کہ تعریف اور حمد محض اللہ رب العزت کو زیب دیتی

ہے کہ وہ تمام صفات کمالات کی جامع ہے اور انسان کی نگاہ میں اوپر آسمان اور نیچے زمین اور سامنے یا ارد گرد روشنی یا اندھیرا جو بھی ہے اس کا خالق اللہ رب العزت ہے اس لیے نگاہ سے وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے۔ اس میں اُن تمام بدعقیدہ لوگوں کی تردید ہوگئی جو اللہ رب العزت کی ذات کے سوا کسی غیر اللہ کو اپنا الہٰ و معبود بناتے ہیں نیز ان لوگوں کی بھی تردید ہوگئی جو نار یا نور کی عبادت معبود جان کر کرتے ہیں، اور اس طرح کسی شرک میں عملی طور پر مبتلا ہو جاتے ہیں اور راہ سے بے راہ روی کے نتیجہ میں گمراہ ہو جاتے ہیں۔

نور وہدایت کا نزول

اللہ رب العزت نے انسانیت کو پیدا کر کے یونہی نہیں چھوڑا بلکہ روز اول سے ہدایت و نور کو نازل فرما کر انسان کو رشد و ہدایت کی راہ کی طرف رہنمائی فرمائی تا کہ انسان اپنے معبود حقیقی سے ربط و تعلق کو مضبوط و مستحکم رکھے اور گمراہی اور ظلمت سے دور رہے اور اللہ طالب حق وصواب کی آسمانی کتابوں کے ذریعہ ان کی رہنمائی کرتا آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱) إِنَّآ أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا ۔(مائدہ ۴۴)

ہم نے نازل کی توریت کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے، اس پر حکم کرتے تھے۔ پیغبر جو کہ حکم بردار تھے اللہ کے۔ (شیخ الہند)

(۲) وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ ۔(مائدہ ۴۶)

اور ہم نے ان کو انجیل عطا کی جس میں ہدایت تھی اور نور تھا۔

اللہ رب العزت نے توریت وانجیل دونوں میں حق کے طلب گار کے لیے ہدایت

عظیم الشان کا دستور العمل اور راہ نجات کا نورانی آئین نازل فرمایا، تاکہ وصول الی اللہ کے طالبین کے لیے ہدایت اور شبہات و مشکلات کی ظلمت میں پھنس جانے والوں کے لیے روشنی کا کام دیتی رہے۔

انسان کی فطرت اگر سلیم ہے تو ربانی ہدایات اس کے لیے ایسی ہی مفید ہے جیسے سخت اندھیری رات میں روشنی منزل تک رہنمائی کرتی ہے اور مسافر تمام تر خطرات وحوادث سے صحیح سلامت منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ اللہ رب العزت کی کتاب ہر عہد میں ظلمتوں سے نجات کی راہ فراہم کرتی رہی ہے اور جن سعادت مندوں نے اس پر عمل کیا وہ بالآخر مقربین بارگاہ بن گئے۔

ابنیاء علیہم السلام پر نور و کتاب کا نزول

اللہ رب العزت ہادی ہے اور نوع انسانی کو پیدا کرتے ہی اپنے بندوں کی ہدایت اور نورانی طریقہ سے راہ عمل اور انتخاب خیر و بھلائی کو ہر ظلمت و گمراہی سے نکھار کر روز روشن کے مانند واضح اور نورانیت کی صفات سے ممتاز کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱) قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (المائدۃ ۱۵)

تمہارے پاس اللہ کی طرف ایک روشنی آئی ہے، اور ایک ایسی کتاب جو حق کو واضح کر دینے والی ہے۔

یعنی وہ منہج وطریقہ اور عملی راہ جس پر عمل کر کے انسان اللہ رب العزت کی رضا اور خوشنودی حاصل کر لیتا ہے جو کتاب کی محکم آیات میں جس راہِ عمل کا تعین کیا گیا تھا۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۲) يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ

نُورًا مُبِينًا ۔ (النساء ۱۷۴)

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے کھلی دلیل آ چکی ہے، اور ہم نے تمہارے پاس ایک ایسی روشنی بھیج دی ہے، جو راستے کی پوری وضاحت کرنے والی ہے۔

ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۳) فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۔ (الأعراف ۱۵۷)

جو لوگ اُس (نبی) پر ایمان لائیں گے، اس کی تعظیم کریں گے، اس کی مدد کریں گے، اور اس کے ساتھ جو نور اتارا گیا ہے اس کے پیچھے چلیں گے، تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے۔

یہاں نور سے مراد وحی الٰہی ہے خواہ وحی متلو قرآن مجید ہو یا وحی غیر متلو سنت نبوی ﷺ ہو پھر حضور پر نور محمد رسول اللہ خاتم النبین ﷺ کی مبارک ذات مرکز ومنبع نور ہدایت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ میں:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (المائدة: ۱۵)

کے فوراً بعد ارشاد فرمادیا:

(۴) يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۔ (المائدة ۱۶)

تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشنی آئی ہے اور ایک ایسی کتاب جو حق کو واضح کر دینے والی ہے جس کے ذریعے اللہ ان لوگوں کو سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے جو اس کی خوشنودی کے طالب ہیں اور انہیں اپنے حکم سے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی

طرف لاتا ہے اور انہیں سیدھے راستے کی ہدایت فرماتا ہے۔

کتاب اللہ اور رسول اللہ سیدھے راستے کی رہنمائی کرتے ہیں جس پر چل کر بلا تردد انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کو پالیتا ہے۔ کتاب اللہ اور رسول اللہ دونوں ہی اللہ کی برہان ہیں۔ یعنی قرآن وسنت کی روشنی میں ہی ایمان ویقین کی منزل طے ہوسکتی ہے اور گوہر مقصود کو انسان پاسکتا ہے، بغیر قرآن وسنت کے منزل کی تلاش ایک لاحاصل تعب وتھکن ہے، اسی مقصد کے تحت اللہ رب العزت نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا کہ وہ اپنی اپنی قوم کو ہر طرح کی گمراہی وظلمت کے دلدل اور اندھیرے سے نکال کر روشنی میں ابدی نجات کی راہ پر لائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۵) الر () كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَى صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۔ (ابراهيم ۱)

یہ ایک کتاب ہے جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے، تاکہ آپ نکالیں لوگوں کو اپنے رب کے حکم سے اندھیروں سے روشنی میں اس راستے کی طرف

جس کا اقتدار سب پر غالب ہے اور جو ہر تعریف کا مستحق ہے۔ (ابراہیم)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(۶) وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَى بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۔ (إبراهيم ۲)

اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ، اپنی قوم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاؤ۔

معلوم ہوا انبیاء علیہم السلام کی بعثت اور کتاب اللہ کا نزول اسی مقصد کے تحت ہوا کہ گمراہیوں اور بدعقیدگی سے انسان نکل کر اپنے رب کی ہدایات پر مکمل قرآن و

سنت کی روشنی میں زندگی استوار کر کے اپنے رب کی رضا وخوشنودی کو پالے، اور اس کی اہمیت اور غیر معمولی افادیت کی خاطر قرآن مجید نے مختلف مقامات پر اس مقصد کو خوب واضح کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۷) رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۔ (الطلاق ۱۱)

وہ رسول جو تمہارے سامنے روشنی دینے والی اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں تاکہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آئیں:

یعنی انسان کو شعور کی پاکیزگی اور طہارت قلب، اور نفاست ضمیر اور راہ نجات کی ضمانت، شکوک وشبہات سے پاک وصاف رسول اللہ کی ہدایت اور قرآن مجید کی آیات بینات سے ہی ملتی رہی ہے اور قیامت تک ہدایت کی روشنی ملتی رہے گی قرآن مجید نے اس حقیقت کو آشکارا کرنے کیلئے بار بار اہل ایمان کو قوت کے ساتھ اس طرف متوجہ کیا ہے۔ جیسا کہ سابقہ آیتوں میں مختصراً پیش کیا گیا ہے، لہٰذا سچی اور پکی حقیقت یہی ہے کہ اللہ رب العزت نے جن قلوب ونفوس کو نور اسلام سے روشن کر دیا وہ اس کائنات عالم کی سب سے قیمتی جوہر وگوہر کو پا چکے ہیں اور اس سے بڑھ کر کوئی دوسری نعمت نہیں ہو سکتی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۸) أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِنْ رَبِّهِ (الزمر ۲۲)

بھلا کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے جس کے نتیجے میں وہ اپنے پروردگار کی عطا کی ہوئی روشنی میں آچکا ہے۔ (تقی عثمانی)

اللہ رب العزت محض اپنے فضل اور جود وعطا سے جس کا سینہ قبول اسلام کے لیے کشادہ کر دے اور اسلام کی صداقت وحقانیت اس کے ذہن میں ڈال کر ہر طرح کے

شکوک وشبہات سے اسے پاک وصاف کر کے شرح صدر اور طمانینت وبصیرت کی دولت عطا فرمائے اور احکام الٰہی کے سلسلہ میں تسلیم ورضا کی شان عطا کر دے وہ یقیناً اللہ کی ربوبیت کی نورانیت کو پا چکا ہے اور راہِ ہدایت پر گامزن ہے، جس کی وجہ سے اعمال صالحہ کی توفیق، حسنِ نیت کے ساتھ ملتی ہے اور طبیعت کو شریعت سے انس و میلان اور اور منہیات ومنکرات سے بعد ودوری ہو جاتی ہے، بلکہ معصیت سے نفرت اور اطاعت کی رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔

الغرض جس قدر اطاعت رسول اور اتباع سنت نبوی ہوتی ہے، اسی کے بقدر شرح صدر کی نعمت میں اضافہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے جو فریا ہے۔

وَجَعَلۡنَا لَهُۥ نُورٗا يَمۡشِي بِهِۦ فِي ٱلنَّاسِ (الأنعام ۱۲۲)

اور اس کو ایک روشنی مہیا کر دی جسے لے کر وہ لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہو۔

یعنی اسلامی وشعوری بیداری اور عملی نمونہ سنتِ نبوی والی زندگی کے ساتھ گوشہ میں نہیں بیٹھتا بلکہ لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہے اور لوگوں کی بے راہ روی یا بد دینی کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کتاب وسنت کی روشنی میں عملِ استقامت حق تعالیٰ کی عظیم نعت ہے جو اہلِ سعادت کو ملتی ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَيَجۡعَل لَّكُمۡ نُورٗا تَمۡشُونَ بِهِۦ-(الحدید: ۲۸)

اور رکھ دے گا تم میں روشنی جس کو لیے پھرو گے۔ (شیخ الہند)

اور تمھارے لیے وہ نور پیدا کرے جس کے ذریعے تم چل سکو۔ (تقی عثمانی)

یعنی ایمان بالرسول الخاتم اور اتباع رسول خاتم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی نعمت ہے جس سے اہل ایمان کا وجود ایمان وتقوی کی نورانیت سے منور ہو جاتا ہے، اس لیے اللہ رب العزت نے بہت ہی جامع الفاظ میں ارشاد فرمایا:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللهَ وَ آمَنُوْا بِرَسُوْلِهِ -(الحدید۲۸)

ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے اور یقین لاؤ اس کے رسول پر۔ شیخ الہند

تقوی کا معیار بھی ایمان باللہ کے ساتھ ایمان ویقین بالرسول الخاتم صلی اللہ علیہ وسلم ہے نور سے مراد دین اسلام اور ربانی ہدایات پر شرح صدر کی لازوال نعمت ہے، جو اہلِ ایمان کو رشد وہدایت کے عملی اقدامات واعمال صالحہ پر گامزن کرتی ہے اور بآسانی طبیعت اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کی طلب وجستجو میں ہمہ تن یکسوئی کے ساتھ منہمک اور مشغول ہو جاتی ہے اور پھر عمل کے بعد بندہ حضورِ حق میں اپنے قصور کا اعتراف کر کے استغفار کرتا ہے۔ اور جس قدر انابت میں استقامت کے ساتھ اطاعت ہوتی رہتی ہے شرحِ صدر کی نورانیت میں استحکام اور قوت یقین میں اضافہ ہوتا ہے اور اسلام کی روشنی تیز ہوتی ہے اور قدم جمتا ہے یہاں یافت پر درد نایافت کا احساس ہوتا ہے، وصل بڑھتی ہے مگر فصل کا احساس زندہ ہوتا ہے، وظیفہ عبدیت پر حق ادا نہ ہونے کا ادراک ہوتا ہے بالآخر

سُبحَانَکَ مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ وَ مَا عَبَدْنَاکَ حَقَ عِبَادَتِکَ فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمتُ وَ مَا اَخَّرتُ وَ مَا أَسرَرْتُ وَ مَا أَعْلَنتُ أَشْهَدُ أَن لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ

کا ہر بن مو سے اعتراف کرتے ہوئے حضور حق میں حاضری ہو جاتی ہے۔

دنیا وآخرت میں نور اسلام

انسان کی طبیعت میں جب اسلام کا نور رچ بس جاتا ہے تو بسہولت اطاعت رسول کے نہج اور معیار پر عبادت وعبدیت کا وظیفہ ادا ہونے لگتا ہے دنیا میں یہ نور فہم وفراست اور شعوری بصیرت خلوص وللّٰہیت کے ساتھ حضور حق کی جناب میں انابت کی شان پیدا کرتا ہے، طبیعت میں آخرت کی رغبت، عبادت واطاعت میں دل جمعی، سکون وسرور حاصل ہوتا ہے، اور ربانی وعدوں پر یقین راسخ ومستحکم ہوتا ہے، یہ کیفیت

جس قدر بڑھتی ہے سنت نبوی اور اطاعت رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ سے مناسبتِ تام پیدا ہوتی رہتی ہے اور نور علی نور، یعنی قرآن وسنت کا نور دیدہ باطن میں جگہ پاتا رہتا ہے، اسی طرف قرآن مجید نے غالباً اشارہ کیا ہے:

وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ (الانعام ۲۲۱)

اور اس کو ایک روشنی مہیا کردی جیسے دیکھ کر وہ لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہے

وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ ۔ (الحدید ۲۸)

اور رکھ لے گا تم میں روشنی جس کو لیے پھرو۔

الغرض حاصل ان باتوں کا یہ ہے کہ مذہب اسلام عقیدہ اور اعمال صالح کے اس معیار ربانی پر ہے کہ وہ ماننے والوں کے لئے حق تعالیٰ کی رضا وخوشنودی اور لقاء رحمن اور دیدار الٰہی کے راستہ کو روشن کر دیتا ہے کہ جو حضور حق تک پہنچنا چاہے اس کے لیے راستہ صاف وشفاف ہے اور جانے والا وہاں سہولت وآسانی سے پہنچ سکتا ہے، قرآن وسنت کے مجموعی نور کا نام نور اسلام ہے۔ پہلے بھی عرض کر دیا ہے کہ عقیدہ کی طہارت کی روشنی، اعمال واخلاق کی روشنی، معاملات ومعاشرت کی روشنی، کردار واطوار کی روشنی اسلام کے سوا کہیں نہیں مل سکتی ہے اور یہ اعلان رب العزت نے بھی کر دیا ہے۔

أَفَمَن شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ ۔
(الزمر: ۲۲)

یعنی جس کا سینہ رب العزت نے اسلام کے لیے (عقیدۃً اور عملاً کشادہ کر دیا، طمانینت کی نعمت مل گئی) وہ اللہ کی عطا کردہ روشنی میں آ گیا، اس نور اسلام کی غیر معمولی اہمیت وافادیت، شریعت مطہرہ میں نظر آتی ہے اور یہ کبھی کبھی معنوی یا حسی طور پر بھی اللہ کی مرضی سے موقع بموقع ظاہر ہوجاتی ہے۔

دنیا میں مطالبہ ایمان بالغیب کا ہے کیوں کہ ہماری شریعت کے فوائد وثمرات کو

بھی اللہ رب العزت نے اپنی حکمت بالغہ سے غیب میں رکھا ہے اور اہل ایمان کی عملی ترقی کے پیش نظر اس نور کو نگاہوں سے چھپایا گیا ہے، اس نور کی باطنی قوت سے عمل صالح آسان ہوجاتا ہے، بصیرت ویقین کی قوت مستحکم ہوتی ہے، فہم وفراست ایمانی میں ترقی ہوتی ہے، دھیرے دھیرے شرح صدر کی نعمت میسر ہوجاتی ہے اور پھر وہ اس زمرہ میں داخل ہوجاتا ہے جس کو کہا گیا ہے:

اتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ (ترمذی: ۳۱۲۷)

مومن کی فراست کا لحاظ رکھو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

یعنی ایسے صاحب فراست ایمان کو دھوکہ، فریب نہیں دیا جا سکتا، اللہ تعالیٰ فراست ایمان رکھنے والے کی حفاظت کرتا ہے۔ جس کی اللہ والوں کی زندگی میں بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ جس کا یہ مقام ومحل نہیں ہے۔

ہمارے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور خاص بعض اعمال کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اس عمل کے وجود سے صاحب ایمان کو نور حاصل ہوتا ہے۔ دنیا میں یہ نور اعمال صالحہ کو اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ بجالانے میں ظاہر ہوتا ہے ذوق وشوق اور رغبت وانابت کی کیفیت کے ساتھ عبادت واطاعت میں منہمک اور مشغول رکھتا ہے۔ عالم آخرت چونکہ عالمِ مشاہدہ ہے وہاں یہ نور مومن کے ساتھ نمایاں ہوگا اور ہر وقت ساتھ ہوگا، اس کی خبر قرآن مجید نے خود دی ہے، جس کی تفصیل آرہی ہے۔

ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کے بقدر نور عطا ہوگا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۔(الحدید: ۱۹)

ترجمہ: اور جو لوگ یقین لائے اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر، وہی ہیں سچے

ایمان والے، اورلوگوں کا احوال بتلانے والے اپنے رب کے پاس ان کے واسطے ہےان کا ثواب اوران کی روشنی ۔(شیخ الہند)

اللہ رب العزت کا خطاب وکلام جامعو ہمہ گیراور گہرائی و گیرائی کا حامل ہے،حق تعالیٰ نے کھول کر واضح کر دیا ہے کہ جولوگ اللہ رب العزت کی ذات وصفات جواس کی شانِ بے نیازی کے ساتھ ہےاس پراوراس کے تمام رسولوں پر بحیثیت نبوت و رسالت پر ایمان لائے اور اعتقاد واعتماد کے ساتھ اس کے احکام کی اتباع کرے تو سچے اور پکے ایمان دار ایسے ہی لوگ ہیں، اور اللہ رب العزت کے پاس یہی لوگ بطورِ گواہ کے دوسرے لوگوں کا حال بتلائیں گے اور گواہی دیں گے۔ اور ان سچے ایمانداروں کو اپنے اپنے عمل اور درجۂ ایمان کے موافق ثواب اور روشنی عطا ہوگی۔ یہاں یہ بات ذہن نشیں رکھنی چاہیے کہ ایمان باللہ کے ساتھ ایمان بالرسول میں فرق کیا جائے تو ایمان کا وجود ہی نہیں، ایمان کے وجود کے لیے دونوں لازم وملزوم ہیں۔

صدیق کے معنی ہیں وہ اپنے قول وفعل کا سچا ہواور یہ انبیائے کرام کے بعد پرہیز گاری کا سب سے اونچا درجہ ہے۔ تفصیل کے لیے سورۃ نساء کی آیت ۶۹/ ۷۰ دیکھیں۔

شہید کے لفظی معنی تو گواہ کے ہیں، اور قیامت میں امت محمد یہ علی صاحبہا الف الف صلاۃ وسلام کے پرہیز گار افراد پہلے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے حق میں گواہی دیں گے،جس کی تفصیل سورہ بقرہ میں دیکھ لیں۔

شہیدان حضرات کو بھی کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے ہیں جہاد کرتے ہوئے اپنی جان کی قربانی پیش کریں۔

الغرض صرف زبان سے ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کا دعوی کر کے کوئی شخص صدیق اور شہید کا درجہ حاصل نہیں کرسکتا بلکہ وہی لوگ یہ درجہ حاصل کر سکتے ہیں جو دل میں سچا اور پکا ایمان رکھتے ہوں، یہاں تک کہ اس ایمان باللہ اور ایمان بالرسول

کے آثار ان کی عملی زندگی میں پوری طرح ظاہر ہوں، یعنی یقین کے ساتھ نبوی رشد و ہدایات اعمال واحوال میں نمایاں ہوں، پھر وہ کامیابی سعادت کا نمونہ بن سکیں گے۔ اسی کامیابی وکامرانی کو سورہ تحریم کی آیت نمبر ۸ میں بیان کیا ہے جس کو شروع میں بھی ذکر کردیا گیا ہے یعنی:

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۔(التحریم :۸)

ترجمہ اس دن جب اللہ نبی کو اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں اُن کو رسوا نہیں کرے گا، اُن کا نور اُن کے آگے اور اُن کی دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا وہ کہہ رہے ہوں گے کہ، اے ہمارے پروردگار ہمارے لیے اس نور کو مکمل کر دیجیے، اور ہماری مغفرت فرما دیجیے، یقیناً آپ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔(تقی عثمانی)

آیت سے مراد غالباً وہ وقت ہے جب تمام لوگ پل صراط سے گزر رہے ہوں گے، وہاں ہر انسان کا ایمان اس کے سامنے نور بن کر اسے راستہ دکھائے گا۔

جس کی تفصیل سورۂ حدید کی ذیل کی آیت میں ہے:

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۔(الحدید۱۲)

ترجمہ: جس دن تو دیکھے ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو دوڑتی ہوئی چلتی ہے ان کی روشنی ان کے آگے اور اور ان کے داہنے، خوشخبری ہو تم کو آج کے دن ، باغ ہیں، نیچے بہتی ہیں جن کے نہریں، سدا رہو ان میں، یہ جو ہے یہی ہے بڑی مراد ملنی۔(شیخ الہند)

پل صراط پر ایمان وعمل صالح کا نور

علامہ عثمانی لکھتے ہیں:

میدان حشر سے جس وقت پل صراط پر جائیں گے سخت اندھیرا ہوگا۔ تب اپنے ایمان اور عمل صالح کی روشنی ساتھ ہوگی، شاید ایمان کی روشنی جس کا محل قلب ہے آگے ہو اور عمل صالح کی داہنے کیونکہ نیک عمل داہنی طرف جمع ہوتے ہیں، جس درجہ کا کسی کا ایمان وعمل ہوگا اسی درجہ کی روشنی جلے گی، اور غالباً اس امت کی روشنی اپنے نبی کے طفیل دوسری امتوں کی روشنی سے زیادہ صاف اور تیز ہوگی۔

بعض روایات سے بائیں جانب بھی روشنی کا ہونا معلوم ہوتا ہے اس کا مطلب شاید یہ ہوگا کہ روشنی کا اثر ہر طرف پہنچے گا۔ واللہ اعلم۔ (تفسیر عثمانی)

قرآن مجید کی بعض دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ رب العزت کے حکم سے بعض چہرے سفید اور روشن کر دیے جائیں گے اور کچھ چہرے کالے سیاہ کر دیے جائیں گے (اللہ تعالیٰ اپنی امان میں رکھے)

ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ بروز قیامت ایک شدید ظلمت اور اندھیری طاری ہو جائے گی کسی کو کچھ نظر نہ آئے گا اس کے بعد نور تقسیم کیا جائے گا، ہر مومن کو نور عطا کیا جائے گا جو بقدر ایمان وعمل ہوگا۔

نور کی مقدار

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مومن میں یہ نور بقدر اُن کے اعمال کے تقسیم ہوگا۔ کسی کا نور مثل پہاڑ کے ہوگا، کسی کا کھجور کے درخت کے برابر کسی کا قامت انسانی کے برابر ہوگا، سب سے کم نور اس شخص کا ہوگا جس کے صرف

انگوٹھے میں نور ہوگا اور وہ بھی کبھی روشن ہوگا کبھی بجھ جائے گا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ بعض مومنوں کا نور تو اتنی دور تک چمکے گا۔ جیسے مدینے سے عدن (یمن) تک اور بعض کا نور اتنی مسافت تک جیسے مدینہ سے صنعا تک اور اس سے کم (ہوتا چلا جائے گا) یہاں تک کہ بعض مومنوں کا نور صرف دونوں قدموں کے درمیان چمکے گا۔ (گلدستہ ۷/ ۵۲)

محشر میں نور ملنے والے اعمال

تاریکی میں نماز کے لئے پیدل جانے کا نور

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا، خوش خبری سنا دو ان لوگوں کو جو اندھیری راتوں میں مسجد کی طرف جاتے ہیں قیامت کے روز مکمل نور کی۔ (ترمذی)

پنج وقتہ نمازوں کی پابندی کا نور

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص پانچوں نمازوں کی محافظت کرے گا (یعنی ان کے اوقات اور آداب کو پابندی کے ساتھ بجا لائے گا ہ) اس کے لیے یہ نماز قیامت کے روز نور اور برہان اور نجات بن جائے گی اور جو اس پر محافظت نہ کرے گا نہ اس کے لئے نور ہوگا نہ برہان اور نہ نجات اور وہ قارون اور ہامان اور فرعون کے ساتھ ہوگا۔ (مسند احمد و طبرانی)

سورہ کہف کی تلاوت کا نور

حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

جوشخص سورہ کہف پڑھے گا قیامت کے روز اس کے لئے اتنا نور ہوگا جو اس کی جگہ سے مکہ مکرمہ تک پھیلے گا۔

اور ایک روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ جوشخص جمعہ کے روز سورہ کہف پڑھے گا قیامت کے روز اس کے قدموں سے آسمان کی بلندی تک نور چمکے گا۔ (طبرانی)

تلاوت قرآن کا نور

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت کہ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جوشخص قرآن کی ایک آیت بھی تلاوت کرے گا وہ آیت اس کے لیے قیامت کے روز نور ہوگی۔ (مسند احمد)

درود وصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور

(۵) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ مجھ پر درود بھیجنا پل صراط پر نور کا سبب بنے گا۔ (دیلمی)

حج وعمرہ سے فارغ ہونے کے بعد سر کے منڈے ہوئے بال کے برابر نور

(۶) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے احکام بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حج وعمرہ کے احرام سے فارغ ہونے کے لیے جو سر منڈایا جاتا ہے تو اس میں جو بال زمین پر گرتا ہے وہ قیامت کے روز نور ہوگا۔ (طبرانی)

منیٰ میں جمرات کی رمی کا نور

(۷) حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ منی میں جمرات کی رمی کرنا قیامت کے روز نور ہوگا۔ (یعنی جمرات میں ماری ہوئی کنکریاں قیامت کے دن نور ہوجائے گی) مسند

بزار

بڑھاپے کا سفید بال نور ہوگا

(۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص کا بال حالت اسلام میں سفید ہو جاویں، وہ اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔یعنی بڑھاپے کی سفیدی حالت اسلام میں قیامت کے دن نور ہوگا۔ (طبرانی)

جہاد میں پھیکا ہوا تیر قیامت کے دن نور ہوگا

(۹) حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد میں ایک تیر بھی پھینکے گا اس کے لیے قیامت میں نور ہوگا۔ (بزار)

بازار میں ذکر اللہ کا نور

(۱۰) حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ بازار میں اللہ کا ذکر کرنے والے کو اس کے ہر بال کے مقابلے میں قیامت کے روز ایک نور ملے گا۔ (بیہقی)

دوسرے کی پریشانی دور کرنے کا نور

(۱۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی مصیبت و تکلیف کو دور کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے پل صراط پر نور کے دو شعبے بنا دے گا جس سے ایک جہاں روشن ہو جائے گا، جس کی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ (طبرانی)

الغرض ہمارے اور کائنات عالم کے سراپا رحمت ہی رحمت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ رب العزت کا تعارف:

"اللهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (النور: ۳۵)

سے کرایا، اور آئینِ و دستور ہدایت

وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ نُوۡرًا (النساء: ۱۷۴)

یعنی کتاب الٰہی کی شکل میں عطا ہوئی۔ اور گمراہی کے اندھیرے سے نکالا تو اطلاع دی۔

یُخۡرِجُهُمۡ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُوۡرِ (البقرة ۲۵۷)

اور صراط مستقیم پر استقامت کے ساتھ اطاعت وعبادت اور انابت وطمانینت قلب پر خبر دی کہ

وَ جَعَلۡنَا لَهٗ نُوۡرًا یَّمۡشِیۡ بِهٖ فِی النَّاسِ (الانعام: ۱۲۲)

اور

وَیَجۡعَلۡ لَّکُمۡ نُوۡرًا تَمۡشُوۡنَ بِهٖ (الحدید: ۲۸)

اور اتمام نور کی بشارت دی

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوۡرِهٖ وَلَوۡ کَرِهَ الۡکٰفِرُوۡنَ۔ (الصف: ۸)

اور اہل ایمان کو یہ نور حق تعالیٰ کے محض فضل وعطا سے ملا ہے۔ اور یہی نسبت مع اللہ کا نور ہے، ارشاد ہوا

یَهۡدِی اللّٰهُ لِنُوۡرِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ (النور: ۳۵)

اور جب اللہ رب العزت اپنے محض جود وعطا سے اسلامی شعائر اور شریعت پر شرح صدر کی لازوال نعمت سے مشرف کر دیتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے

أَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰهُ صَدۡرَهٗ لِلۡإِسۡلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ۔
(الزمر: ۲۲)

یہی نور بصیرت پھر رفتہ رفتہ دار غرور سے دل کو سرد کر دیتا ہے اور آخرت کی مکمل فکر پیدا کر دیتا ہے اور نور ایمان ترقی کرتا ہی رہتا ہے یہاں تک کہ وہ موعود دن آجائے گا، جس دن

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۔(الحدید: ۱۲)

کی بشارت دی جائے گی اور

يَسْعَى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ

کا مشاہدہ ہوگا اور مؤمن بارگاہ قدس میں ربنا اتمم لنا نورنا کی فریاد کرے گا اور پھر بالآخر بندہ مومن نور مطلق حق جل مجدہ کا دیدار کرے گا، ایک مومن اور اللہ ورسول کی اطاعت کرنے والا، حق الیقین اور عین الیقین کے ساتھ ان وعدوں کو یقین سے اوپر کا درجہ دیتا ہے، اور یہی سرمایۂ ایمان ہے اور یہ سب ملتا ہے اطاعت رسول کی رحمت و برکت سے، اوران آیتوں کی کھلی وضاحت ملتی ہے احادیث رسول میں۔ اللہ رب العزت ہمیں اپنے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت و اطاعت کی توفیق بخشے، آمین۔

ہمارے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ نور مطلق کا ادراک ومعرفت کون کرسکتا ہے؟ اور نور السموات والارض کی شناخت اور مشاہدہ کس کو ہوسکتا ہے؟ سچ تو یہی ہے کہ رسول اعظم نے ہی نور مطلق اور نور السموات والارض کو جانا اور دیکھا اور امت کو تعارف کرایا بلکہ عالم کو نور مطلق پر ایمان وایقان کی دعوت دی، اور اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ رات کی تاریکی وتنہائی میں جب ہمارے نبی رحمت حضور حق میں حاضری دینے اور قرب وتدلی کا لطف وسرور حاصل کرنے کے لئے تہجد میں کھڑے ہوتے تو نور مطلق کی حمد سے ہی نور السموات والارض کی بارگاہ قدس میں اور حضور حق میں حاضری دیتے۔

دوستو! اطاعت رسول اعظم کی توفیق اللہ رب العزت سے طلب کیجیے اور کبھی رات کی

تاریکی میں اس حدیث کو حجت و برہان مان کر وہ مبارک و میمون کلماتِ نبوی کو حضورِ حق میں یقین کے ساتھ نیاز مندانہ پیش کیجیے اور دیدۂ باطن میں شعوری و وجدانی کیفیت کے لازوال نورِ ایمان کو محسوس کیجیے، کچھ چیزوں کا تعلق ادراک سے ہے اور بس لہذا نورِ ایمان پر اللہ کی حمد کیجیے۔

وہ مبارک و میمون کلمات نبوی امام مسلم نے نقل کئے ہیں، جو آئندہ باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آرہے ہیں۔

اس پوری مناجات رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایمانی شعور اور وجدانی بیداری اور فہم وفراست اور بصیرت کے ساتھ، عجز و نیاز اور اظہار بندگی کے اعتراف و اقرار کی حالت میں پیش کیجیے اور پھر وہ پایئے جو ایک مطیع کو اطاعت پر میسر ہوتی ہے۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بارگاہ قدس سے انیس طرح کے نور کا سوال

یہ دعا خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام صبح کی نماز میں جب مسجد میں تشریف لے جاتے تو راستہ میں مانگتے تھے، اس لئے ہمیں اس نبوی دعا کو مانگنا چاہئے، اس کے الفاظ جو نقل کئے گئے ہیں، جمع الفوائد سے لئے گئے ہیں، دوسری جگہ کم الفاظ کے ساتھ یہ دعا آئی ہے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ نُوراً فِيْ قَلْبِي وَنُوراً فِي قَبْرِي وَنُوراً مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَنُوراً مِنْ خَلْفِي وَنُوراً عَنْ يَمِيْنِي وَنُوراً عَنْ شِمَالِي وَنُوراً مِنْ فَوْقِي وَنُوراً مِنْ تَحْتِي وَنُوراً فِيْ سَمْعِي وَنُوراً فِي بَصَرِيْ، وَنُوراً فِي شَعْرِيْ، وَنُوراً فِي بِشْرِي وَنُوراً فِي لَحْمِي وَنُوراً فِي دَمِي وَنُوراً فِي مُخِّي وَنُوراً فِي عِظَامِي، اَللّٰهُمَّ أَعْظِمْ لِي نُوراً وَأَعْطِنِي نُوراً وَاجْعَلْنِي نُوراً، سُبْحَانَ الَّذِيْ تَعَطَّفَ بِالعِزِّ وَقَالَ بِهِ، سُبْحَانَ الَّذِيْ لَبِسَ المَجْدَ وَتَكَرَّمَ بِهِ، سُبْحَانَ الَّذِيْ لَا يَنبَغِي التَّسْبِيحُ إِلَّا لَهُ، سُبْحَانَ ذِيْ الفَضْلِ

وَالنِعَمِ ،سُبْحَانَ ذِی الْمَجْدِ وَالْکَرَمِ، سُبْحَانَ ذِیْ الْجَلَالِ وَالإِکْرَامِ.(جمع الفوائد: ۹۳۰۹)

اے اللہ رکھ دے نور میرے قلب میں ،اور نور میری قبر میں ،اور میرے سامنے نور،اور میرے پیچھے نور،اور میرے داہنے نور،اور میرے بائیں نور،اور میرے اوپر نور،اور میرے نیچے نور،اور میری سماعت و سننے میں نوراور میری بصارت میں نور،اور میرے بالوں میں نور،اور میرے کھالوں میں نور،اور میرے گوشت میں نور،اور میرے خون میں نور، اور میرے دماغ میں نور،اور میری ہڈی میں نور،اور اے اللہ بہت ہی بڑا بھاری میرے لئے نور عطا کردے،اور مجھ کو نور بخش دے نور،اور مجھ کو پورا کا پورا نور بنادے۔بے نیاز ہے وہ ذات جونہایت ہی مہربان ہے،،اپنی عزت وبلندی کی وجہ سے بے نیاز ہے،وہ ذات جومجد وبزرگی سے متصف ہونے کی وجہ سے مخلوق پر عنایت وکرم کا معاملہ کرتی ہے،بے نیاز ہے وہ ذات جوتسبیح کی مستحق ہے ،بے نیاز ہے فضل وانعامات والی ذات،بے نیاز ہے مجد وکرم والی ذات،بے نیاز ہے جلال واکرام والی ذات۔

سچے نبی کو اللہ نے نور بنایا تھا

قَدْ جَاءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ

چنانچہ اس دعا کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو نور تام مانگنے کا سلیقہ وطریقہ سکھلادیا۔یہ ہے ختم نبوت کا اعجاز۔

رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا

کالسان نبوت سے انمول ونادر تحفہ جوامت کوملا ہے وہ یہی دعا ہے،اس دعا کو پڑھیئے اوراتمام نور کالطف اٹھایئے،جوبروز قیامت ظاہر ہوگا،ان شاء اللہ۔

اہل ایمان سے آخری دردمندانہ ومخلصانہ آرزو وتمنا

اللہ ورسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والے قابل قدر اللہ والو۔ اپنا باطنی و داخلی رابطہ وتعلق اللہ عزوجل سے مضبوط ومستحکم کرلو، اور یہ محض اتباع خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طے ہوگا، دوسری کوئی راہ نہیں ہے، اورفرائض و واجبات اورسنن ومستحبات پر استقامت کے ساتھ جمنے کی کوشش کرو۔ا

آپ لوگ خلوت میں تھوڑا ہی صحیح وقت نکال کر ذکر اللہ کی عادت ڈالیں، نگاہ ہمہ وقت طہارت قلب کے لیے اپنے عیوب کومحاسن سے بدلنے پر رکھیں، دوسروں کے نقائص سے فکر ونظر کو پاک رکھیں، ہم اپنی قبر میں تنہا ہوں گے، دوسروں کا قطعاً سوال ہم سے نہ ہوگا پھر کیوں ضمیر کو پراگندہ کریں، روزانہ سونے سے قبل دو رکعت نفل کا التزام واہتمام کریں، جائے نماز پر پہنچ کر اس حدیث پر عمل کریں۔

قبولیت دعا کے لئے فتحِ بابِ رحمت کے اذکار

(۱)عَنْ أُمِّ رَافِعٍ، رضي الله عنها أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ يَأْجُرُنِي اللهُ عز وجل عَلَيْهِ. قَالَ: "يَا أُمَّ رَافِعٍ، إِذَا قُمْتِ إِلَى الصَّلَاةِ فَسَبِّحِي اللهَ عَشْرًا، وَهَلِّلِيهِ عَشْرًا، وَاحْمَدِيهِ عَشْرًا، وَكَبِّرِيهِ عَشْرًا، وَاسْتَغْفِرِيهِ عَشْرًا، فَإِنَّكِ إِذَا سَبَّحْتِ عَشْرًا قَالَ: هَذَا لِي، وَإِذَا هَلَّلْتِ قَالَ: هَذَا لِي، وَإِذَا حَمِدْتِ قَالَ: هَذَا لِي، وَإِذَا كَبَّرْتِ قَالَ: هَذَا لِي، وَإِذَا اسْتَغْفَرْتِ قَالَ: قَدْ غَفَرْتُ لَكِ" (عمل اليوم والليلة الخ ١٠٧)

ام رافع رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کوئی ایسا عمل بتلا دیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر مجھ کو اجر دے تو رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: اے ام رافع جب تو نماز کے لیے کھڑی ہوا کرو۔ تو دس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ دس مرتبہ لَا

اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، دس مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، دس مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کہہ لیا کر، اس لیے کہ جب تو دس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہے گی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہاں یہ میرے لیے ہے، اور جب دس مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے گی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہاں یہ میرے لیے ہے اور جب دس مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے گی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہاں یہ میرے لیے ہے اور جب اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ دس مرتبہ کہے گی تو اللہ فرماتا ہے ہاں یہ میرے لیے ہے اور جب دس مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کہوگی تو اللہ فرماتا ہے ہاں میں نے تیری مغفرت کردی۔(تجلیات ۳/ص ۲۲۶)

ترمذی میں یہ روایت حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے ہے اور اس میں ہے ثُمَّ سَلِیْ مَا شِئْتِ یَقُوْلُ - نَعَمْ - نَعَمْ - نَعَمْ - پھر جو چاہو اللہ سے مانگ لو، تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ہاں دے دیا۔

مسند احمد میں ہے کہ ام سلیم رضی اللہ عنھا نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرمایا: عَلِّمْنِیْ کَلِمَاتٍ اَدْعُوْ بِھِنَّ۔ ایسے کلمات سکھلا دیں جن سے میں دعا مانگ لوں تو ان کو مذکورہ کلمات سکھلائے، اور ارشاد ہوا کہ ''ثُمَّ سَلِیْ حَاجَتَکِ فَاِنَّہٗ یَقُوْلُ قَدْ فَعَلْتُ قَدْ فَعَلْتُ'' پھر اللہ سے اپنی حاجت مانگ لو تو اللہ فرماتا ہے ہاں تیری حاجت پوری کردی، ہاں تیری حاجت پوری کردی۔ تفصیل تجلیات قدسیہ (ترجمہ راقم) میں دیکھ لیں۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ - دس مرتبہ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دس مرتبہ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ دس مرتبہ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ دس مرتبہ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ دس مرتبہ۔

مذکورہ کلمات کی برکت سے فتحِ بابِ رحمت ہوگا اور آپ کو حضورِ حق کی حاضری کا شرف ملے گا، باطن پر سکینہ وسکون کا نور داخل ہوگا، احسان کی نماز کا سلیقہ عطا کیا جائے گا، فیض نورِ نبوت سے رابطہ کے بعد رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عقیدت ومحبت

اتباع واطاعت کی توفیق ہوگی، پھر دجالی وشیطانی شکوک وشبہات سے اللہ پاک آپ کی حفاظت فرمائے گا عمل کے قدم بڑھایئے، حق کو پایئے۔

حق جل مجدہ سے مختلف فیہ امور میں حق وصواب کی راہ طلب کرنا

(۲) عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ نَبِيُّ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَفْتَتِحُ صَلَاتَهُ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ؟ قَالَتْ: كَانَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ افْتَتَحَ صَلَاتَهُ: اللَّهُمَّ رَبَّ جَبْرَائِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ، فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ. اهْدِنِي لِمَا اخْتُلِفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ، إِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (صحیح مسلم رقم ۷۷۰)

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اماں عائشہ ام المؤمنین سے معلوم کیا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کی نماز کی ابتداء کس چیز سے کرتے تھے تو انھوں نے جواب دیا کہ جب رات کی نماز شروع کرتے تو مذکورہ کلمات سے ابتدا کرتے۔جس کا ترجمہ ہے:

اے جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل کے رب آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے، باطن اور ظاہر کے جاننے والے آپ ہی تو (قیامت کے روز) اپنے بندوں کے درمیان ان امور میں فیصلہ فرمادیں گے، جن میں وہ باہم اختلاف کرتے تھے، ہم کو راہ دکھلا دیجیے حق وصواب کی طرف جن میں اختلاف ہوا پنے حکم سے، بیشک آپ ہی راہ یاب کرتے ہیں جس کو چاہیں صراط مستقیم کی طرف۔

رب العزت بروز قیامت فیصلہ فرمائیں گے کہ حق وصواب پر کون تھا اس دعا میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام امور میں جن میں لوگ اختلاف کرتے ہیں حق تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ اس دنیا میں راہ حق وصواب کی رہنمائی فرمادے کیونکہ وہاں پہنچ کر

حق وصواب پر عمل تو ممکن نہیں ہوگا اور ہاں حق وصواب پر عمل کر کے اللہ کی رضا حاصل کی جاسکتی ہے، یہ ختم نبوت کے محاسن اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جامع کمالاتِ بنوت کی خوبی ہے کہ پیشگی باذن ربانی مختلف فیہ امور میں حق وصواب اور رضوان وانعام کی راہ طلب کر رہے ہیں اور ہم جیسے کمزور وناتواں کو نبوی ادب سکھلایا جارہا ہے، میرا ذاتی ذوق اور یقین ہے کہ جو حضرات ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایات وارشادات کو ماننے سے یا کسی بدگمانی یا شکوک وشبہات میں شیطانی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں، اللہ ہادئ مطلق نبوی دعا کی برکت سے انہیں ہدایت کی راہ پر گامزن کردے گا، شرط یہ ہے کہ وہ رات کی تاریکی میں حضورِ حق میں حاضر ہو کر ہدایت کے طلب گار بن جائیں اور دستِ سوال قدرت کے سامنے دراز کریں ان شاء اللہ۔ اللہ رب العزت محرومی وبدنصیبی سے بچالے گا، اللہ کا ہی ارشاد ہے:

يَهْدِىٓ إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ (الشوری: ۱۳)

یعنی جو اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اللہ اس کو ہدایت کی راہ لگا دیتا ہے

إِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا (النور ۵۴)

اور اگر تم نے ان کی اطاعت کر لی تو راہ پر جالگو گے۔

اطاعت رسول میں بڑی سعادت و برکت اور صالحیت وقبولیت پوشیدہ ہے اللہ ہمیں فکر ونظر میں اطاعت واتباع رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توفیق بخشے۔ آمین

تہجد کی نماز میں امام الحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضورِ حق میں حمد پیش کرنا

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی الله علیه وسلم كَانَ إِذَا قَدِمَ إِلَى الصَّلاةِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ، يَقُولُ: " اللهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ قَيَّامُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ

الْحَمْدُ، أَنْتَ الْحَقُّ، وَقَوْلُك الْحَقُّ، وَوَعْدُك الْحَقُّ، وَلِقَاؤُك حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اللهُمَّ لَك أَسْلَمْتُ، وَبِك آمَنْتُ، وَعَلَيْك تَوَكَّلْتُ، وَإِلَيْك أَنَبْتُ، وَبِك خَاصَمْتُ، وَإِلَيْك حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَأَخَّرْتُ، وَأَسْرَرْتُ وَأَعْلَنْتُ، أَنْتَ إِلَهِي، لَا إِلَهَ إِلا أَنْتَ -(مسند احمد: ۲۸۱۲،ترجمان السنہ ۱/ ۳۰۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رات میں نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو کہتے اے اللہ تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں، زمین وآسمان اور جو مخلوق اس میں ہے سب کا وجود قائم رکھنے والا تو ہے، اور تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں، تو سچا اور تیرا قول سچا ہے، تیرا وعدہ سچا اور تیرا ملنا سچا ہے، جنت حق ہے، دوزخ حق ہے، قیامت کی آمد حق ہے، اے اللہ تیرا ہی مطیع ہوا، تجھ پر ہی ایمان لایا، تجھ پر ہی بھروسہ کیا، تیری ہی طرف متوجہ ہوا، تیری ہی طاقت سے اپنے دشمن کا مقابلہ کیا، تیری ہی طرف فیصلہ کے لیے آیا، میرے گناہ جو میں کر چکا اور جو بعد میں کیے جو پوشیدہ کیے اور کھلے طور پر کیے سب بخش دے، تو میرا معبود ہے سوائے تیرے میرا کوئی بھی معبود نہیں۔اس حدیث کو امام احمد، بخاری، مسلم، امام مالک اور سنن ثلاثہ نے روایت کیا ہے۔

صاحب ترجمان السنہ لکھتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ ادعیہ واذ کار کو لوگ غور سے نہیں پڑھتے، حالانکہ اسلام میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا ٹھیک ٹھیک پتہ اور رسول اللہ اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت کا صحیح سراغ اسی نیم شب کے نالہ وبکا میں ملتا ہے، ایک دعاء میں جو چار چار بار وَ لَکَ الْحَمْدُ کہہ جاتا ہو، ایک نماز میں جو ہر بار رکوع سے اٹھ کر ربنا لک الحمد کہتا ہو، سوچو کہ اس کے قلب میں اپنے خالق کے لیے کتنا جذبۂ حمد پنہاں ہوگا پھر وہ محمد نہ ہو

توکیا ہو اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلَیْہِ مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْاَرْضُ۔
(ترجمان السنہ ج۱/ ۳۰۲)

معرفت الٰہی کی سچی بات

حق وصداقت کی سچی بات یہی ہے کہ خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مناجات کا اسلوب وپیرایہ اور اظہار عبدیت کا یہ انداز جب ایک مومن عقیدت ومحبت سے پڑھتا ہے تو حیران ہو جاتا ہے کہ جس کو خاتم الانبیاء والرسل بنایا گیا ہے اس نے عبداللہ ہونے کا حق ادا کر دیا اور حق تعالیٰ کی معرفت کے بقدر قلب وزبان سے عجز و افتقار کی تہہ میں اتر کر رب ذوالجلال کی کبریائی کا اعتراف کر کے حمد باری کا زمزمہ سنج ہوا، اور معاملہ بہت ہی عجیب ہے، حق تعالیٰ کی جس قدر معرفت بڑھتی ہے عبدیت نکھرتی ہے کہ وہ وَرَاءُ الْوَرَاءِ ثُمَّ وَرَاءُ الْوَرَاءِ ہے، اور بندہ ہے کہ اسے سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کی جناب میں پیش کرے تو کیا کرے اس کے پاس اسی رب العرش العظیم کا عطا کیا ہوا مبارک ومیمون اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَلَکَ الْحَمْدُ ہے، اس لیے اِمَامُ الْحَمْدِ کو سُوْرَۃُ الْحَمْدِ دیا گیا اور نام بھی مُحَمَّدٌ رکھ دیا گیا جو لَکَ الْحَمْدُ بار بار کہہ کر عبدیت کا حق ادا کرتا ہے، اور احمد ہونے کا ثبوت فراہم کر رہا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اِمَامِ الْحَمْدِ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔

عملی قدم

آپ دو رکعت نماز کی نیت باندھیں، پہلی رکعت میں قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور دوسری میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ یا پھر فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی سے ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ تک اور دوسری رکعت میں لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ سے فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ تک یعنی پہلی رکعت میں تین آیات اور دوسری میں بھی تین

آیات سورۃ بقرہ کی پڑھیں، پھر سلام پھیر کر استغفار اور تھوڑی دیر ذکر قلبی - اَللّٰہ، اَللّٰہ، اَللّٰہ ،اَللّٰہ، اَللّٰہ ،اَللّٰہ، اَللّٰہ کم سے کم پانچ سو مرتبہ کا معمول بنالیں، زیادہ کا ذوق ایمانی مطالبہ کرے تو کسی متبع سنت نقشبندی شیخ سے یا جن سے آپ کو مناسبت ہو ربط کرلیں، تمام سلاسل مقبول بارگاہ ہیں، مقصود اللہ رب العزت اور ان کی رضا ہے، پھر دعا کے لیے ہاتھ اٹھالیں، پہلے بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ضرور پڑھیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کریں، ممکن ہو تو ذیل کے کلماتِ حمد یاد کرلیں، چند دن اگر آپ التزام سے پڑھیں گے تو خود ہی یاد ہو جائے گا۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الۡحَمۡدُ كُلُّهٗ وَلَكَ الۡمُلۡكُ كُلُّهٗ وَبِيَدِكَ الۡخَيۡرُ كُلُّهٗ وَاِلَيۡكَ يَرۡجِعُ الۡاَمۡرُ كُلُّهٗ عَلَانِيَتُهٗ وَسِرُّهٗ لَكَ الۡحَمۡدُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيۡءٍ قَدِيۡرٌ، فَاغۡفِرۡ لِيۡ مَا مَضٰى مِنۡ ذُنُوۡبِيۡ وَاعۡصِمۡنِيۡ فِيۡمَا بَقِيَ مِنۡ عُمۡرِيۡ وَارۡزُقۡنِيۡ اَعۡمَالًا زَاكِيَةً تَرۡضٰى بِهَا عَنِّيۡ وَتُبۡ عَلَيَّ۔

یہ حمد کے کلمات حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت انس کو مسجد نبوی میں سکھلائے تھے۔

دوسری دعا یہ ہے:

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِيۡ تَوَاضَعَ كُلُّ شَيۡءٍ لِعَظَمَتِهٖ، وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِيۡ ذَلَّ كُلُّ شَيۡءٍ لِعِزَّتِهٖ، وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِيۡ خَضَعَ كُلُّ شَيۡءٍ لِمُلۡكِهٖ، وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِيۡ اِسۡتَسۡلَمَ كُلُّ شَيۡءٍ لِقُدۡرَتِهٖ۔

دس ہزار فرشتے قیامت تک دعا مغفرت کریں گے۔

(۳) اللّٰهُمَّ لَكَ الحمدُ حَمۡدًا كَثِيرًا خَالِدًا مَعَ خُلودِكَ، وَلَكَ الحَمۡدُ حَمۡدًا لا مُنۡتَهٰى لَهُ دُونَ عِلۡمِكَ، وَلَكَ الحَمۡدُ حَمۡدًا لا مُنۡتَهٰى لَهُ دُونَ مَشِيئَتِكَ، وَلَكَ الحَمۡدُ حَمۡدًا لا أَجۡرَ لِقَائِلِهِ إلا رِضَاكَ

اس حمد کے کلمات پڑھنے سے رات ودن کی عبادت کا حق ادا ہوجاتا ہے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سکھلایا تھا۔

(۴) یَارَبِّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا یَنْبَغِیْ لِجَلَالِ وَجْھِکَ وَلِعَظِیْمِ سُلْطَانِکَ۔

پھر استغفار پڑھیں پھر رحمت للعالمین پر درود وسلام کا تحفہ پیش کریں، اور دل کھول کر اپنے رب سے باتیں کریں جس کو مناجات ودعا کہا جاتا ہے اور دعا میں تکلف بالکل بھی نہ کریں اپنی زبان میں اپنے دل کا دکھڑا اور اپنی بپتا اس رب کریم کے سامنے پیش کریں جس نے ماں کے پیٹ کے تین اندھیرے میں آنکھ میں روشنی ڈالی، زبان میں گویائی ونطق دیا، کان میں سماعت اور سننے کی قوت دی، ہاتھ میں گرفت وقبض اور بطش کا سلیقہ دیا، دماغ میں فہم وفراست کے ساتھ ذہانت وفطانت اور یادداشت کا ملکہ عطا کیا اور قلب مومن کو اپنی تجلی اور نور ایمان کا مرکز ومحل بنایا اور یہ سب کچھ ایک قطرۂ ناپاک سے بنایا

أَلَمْ نَخْلُقكُّمْ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ (القلم: ۲۰)

کیا تم کو ناپاک پانی سے نہیں پیدا کیا

أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِنْ مَنِيٍّ يُمْنَى۔ (القیامة: ۳۷)

سُبْحَانَکَ یَارَبِّ اَنْتَ رَبِّی، لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس رسالہ کو بارگاہ قدس میں شرف قبولیت سے نواز کر اپنے بندوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے اور ہمارے پورے خاندان کی مغفرت ونجات کا وسیلہ بنادے، اور حق تعالی محض اپنے فضل اور جود وکرم سے اس ادنیٰ سی کوشش کو اپنی رضا کا ذریعہ بنا کر زمرۂ انبیاء وصدیقین وصالحین کے ساتھ حشر فرمادے۔ آمین۔

بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْآخِرِیْنَ سُبْحَانَ اللہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللہِ الْعَظِیْمِ، سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ

وَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ - سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَصَلِّ اللّٰهُمَّ وَسَلِّمْ عَدَدَ خَلْقِکَ وَمِدَادَ کَلِمَاتِکَ وَزِنَةَ عَرْشِکَ وَرِضَا نَفْسِکَ وَعَدَدَ قَطْرِ الْاَمْطَارِ وَاَوْرَاقِ الْاَشْجَارِ وَمَکَائِیْلِ الْبِحَارِ وَمَثَاقِیْلِ الْجِبَالِ وَعَدَدَ آیَاتِ الْقُرْآنِ وَ الْاَحَادِیْثِ وَ حُرُوْفِهِمَا اَلِفاً اَلِفاً وَعَدَدَ مَا اَظْلَمَ عَلَیْهِ اللَّیْلُ وَ اَضَاءَ عَلَیْهِ النَّهَارُ وَعَدَدَ مَنْ صَلّٰی وَ سَلَّمَ عَلَیْهِ وَعَدَدَ مَنْ یُصَلِّی وَ یُسَلِّمُ عَلَیْهِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ اَلْفُ اَلْفِ اَلْفِ اَلْفِ اَلْفِ مَرَّاتٍ بِرَحْمَتِکَ وَجُوْدِکَ وَکَرَمِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ یَا قَرِیْبُ یَا مُجِیْبُ یَا سَمِیْعَ الدُّعَاءِ یَا ذَا الْمَعْرُوْفِ۔

فقط محتاج دعا

العبد محمد ثمین اشرف بن الحاج محمد ابراھیم نقشبندی

متوطن مادھوپور سلطان پور ضلع سیتامڑھی بہار

حال مقیم دبئی، الامارت العربیہ المتحدۃ۔

۸ر شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ ۷ر فروری ۲۰۲۵ء